عمران سیریز



مظہر کلیم

ایم اے

عمران سیریز

ایکسٹو

مکمل ناول

مظہر کلیم ایم اے

چند باتیں

محترم قارئین!
سلام مسنون۔ تجسس انسانی فطرت کا خاصہ ہے اور سیکرٹ سروس کے ممبران بھی انسان ہونے کی وجہ سے اس صفت سے عاری نہیں ہیں۔ وہ دنیا جہان کے مجرموں کی نقاب کشائی تو کرتے ہی رہتے ہیں مگر ان کا اپنا باس "ایکسٹو" ایسی دبیز نقاب کے پیچھے چھپا رہتا ہے کہ سیکرٹ سروس کے ممبران اس کی نقاب کشائی کی حسرت دل میں لئے رہ جاتے ——— پہلے تو ان کا خیال تھا کہ شاید آخر کار کوئی مجرم "ایکسٹو" کی نقاب کشائی کر ہی دے گا اور اس طرح ایکسٹو کا جلوہ وہ بھی دیکھ لیں گے۔ مگر جب انہوں نے دیکھا کہ مجرم اس نقاب کشائی میں کامیاب ہونے سے پہلے ہی اپنی جان کا نذرانہ دے بیٹھتے ہیں تو ان سب نے خود ہی اس کٹھن کام کا بیڑا اٹھایا۔
چنانچہ سیکرٹ سروس کے ممبران نے باقاعدہ ایک پلان کے تحت "ایکسٹو" کا نقاب الٹنے کی خفیہ کوششیں شروع کر دیں۔ سیکرٹ سروس کے منجھے ہوئے ممبران جب ایک کام کا فیصلہ کر لیں تو پھر ناممکن بھی ممکن ہو جاتا ہے ——— مگر ان کے مقابلے میں عمران یہ نہ چاہتا تھا کہ "ایکسٹو" کا راز فاش ہو۔
اب ایک طرف عمران اور بلیک زیرو اور دوسری طرف سیکرٹ سروس کے باقی سب ممبران ——— ایک عجیب و غریب ——— دلکش اور منفرد انداز کی کشمکش کا آغاز ہو گیا۔ ایک ایسی منفرد کہانی جو اس سے پہلے عمران سیریز کے قارئین نے کبھی نہ پڑھی ہو گی۔
اس کشمکش کا انجام کیا ہوا ——— ؟ کیا وہ راز فاش ہو گیا جسے چھپانے کے لئے

عمران نے اتنی محنت کی تھی ـــــ؟ اور اگر نہیں ہوا تو کیا ہوا ـــــ؟ کیا سیکرٹ سروس کے ممبران نااہل ثابت ہوتے ـــ؟

جی نہیں ـــــ دونوں باتیں ہی ناممکن ہیں۔ تو پھر اس مہم کا انجام کیا ہوا ـــــ؟

تو محترم قارئین! اگر میں یہ بات پیش لفظ میں لکھ دوں تو پھر کہانی لکھنے کا فائدہ ـــ اس لئے مجبوری ہے۔ آپ کو یہ ناول پڑھنا ہی پڑیگا۔ البتہ میں یہ بات یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ ناول پڑھنے کے بعد آپ یقیناً میری محنت کی داد دیں گے۔

تو پھر بسم اللہ کیجیے اور مجھے اجازت۔

والسلام

مظہر کلیم ایم اے

"ایک نئی کہانی سنی ہے" ـــــ صفدر نے جولیا سے مخاطب ہو کر کہا

"کیا" ـــــ؟ جولیا نے حیرت آمیز لہجے میں پوچھا۔

"ایکسٹو عمران کو سیکرٹ سروس میں شامل ہونے پر زور دے رہا ہے" ـــــ صفدر نے انکشاف کیا۔

"اچھا! ـــــ یہ واقعی نئی بات ہے ـــــ تمہیں کس نے بتلایا" ـــــ جولیا کے چہرے پر اشتیاق تھا۔

"عمران خود بتلا رہا تھا" ـــــ صفدر نے جواب دیا۔

"اونہہ بکواس کرتا ہے ـــــ ایکسٹو کو کیا ضرورت ہے اس کی منتیں کرنے کی ـــــ جبکہ وہ خود اس سے کام لیتا ہے" ـــــ جولیا نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"ہو سکتا ہے ایکسٹو کو کوئی خیال آگیا ہو۔ اس بنا پر اس نے عمران سے کہہ دیا ہو" ـــــ صفدر نے کہا۔

"نہیں ـــــ ایکسٹو کبھی کسی کی منت نہیں کرتا ـــــ وہ صرف حکم دینے کے لیے پیدا ہوا ہے اور ہم جیسے لوگ بمعہ عمران کے اس کا حکم ماننے کے لیے" ـــــ جولیا نے مرعوب کن لہجے میں کہا۔

"مگر عمران بھی ایکسٹو سے کم نہیں ـــــ ہماری تو اور بات ہے مگر عمران ـــــ میں سمجھتا

ہوں کہ یہ صاحب ایکسٹو سے بھی دو جوتے آگے ہیں"۔۔۔ صفدر نے عمران کی حمایت کی۔

"تم خوامخواہ اس کی حمایت کرتے ہو۔۔۔ اس کا اور ایکسٹو کا کیا مقابلہ۔ ایکسٹو ہر حال میں اس سے آگے ہے۔۔۔ عمران کو تو وہ کٹھ پتلی کی طرح نچاتا رہتا ہے"۔۔۔ جولیا کھلم کھلا ایکسٹو کی حمایت میں ڈٹ گئی۔

یہ بحث جولیا کے فلیٹ میں ہو رہی تھی۔ کافی دنوں سے کوئی کیس سیکرٹ سروس کے پاس نہیں آیا تھا۔ اس لیے آج کل سب ممبرز عیش کر رہے تھے۔ اس لیے وقت گزاری کے لیے صفدر جولیا کی طرف چلا آیا تھا۔

"یہ ٹھیک ہے مگر عمران کی صلاحیتوں کا تمہیں اور مجھے ہر کسی کو اچھی طرح اندازہ ہے۔ وہ مافوق الفطرت ذہن کا مالک ہے"۔۔۔ صفدر بھی شاید بحث برائے بحث کے موڈ میں آ گیا تھا۔

اس سے پہلے کہ جولیا کوئی جواب دیتی کال بیل زور زور سے بجنے لگی۔

"میں دیکھتا ہوں"۔۔۔ صفدر نے کہا۔

اور پھر اٹھ کر دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے دروازہ کھولا تو باہر کیپٹن شکیل موجود تھا۔

"ہیلو شکیل۔۔۔ آج کیسے اپنے فلیٹ سے باہر نکل آئے ہو"۔۔۔ صفدر کے چہرے پر مسرتوں کا سمندر موجزن ہو گیا۔

"آپ بھی یہیں ہیں۔۔۔ بڑی خوشی ہوئی"۔۔۔ کیپٹن شکیل کی آنکھیں بھی مسکرانے لگیں۔ پھر وہ اندر آ گیا۔

"ہیلو جولیا۔۔۔ کیا ہو رہا ہے"۔۔۔؟ کیپٹن شکیل نے مسکراتے ہوئے جولیا سے کہا۔

"بس صفدر سے بحث ہو رہی تھی"۔۔۔ جولیا نے بھی جواباً مسکراتے ہوئے کہا۔

"اچھا۔ ویری گڈ۔۔۔ کس موضوع پر بحث ہو رہی تھی"۔۔۔؟ کیپٹن شکیل نے صوفے پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"عمران اور ایکسٹو کے موضوع پر"۔۔۔ صفدر نے ہنستے ہوئے جواب دیا۔

"بہت خوب۔۔۔ بڑا دلچسپ موضوع ہے"۔۔۔ کیپٹن شکیل نے دلچسپی لیتے ہوئے کہا۔

پھر صفدر نے کیپٹن شکیل کو بھی زیر بحث موضوع کے متعلق سابقہ گفتگو سے آگاہ کیا۔

"آپ کا کیا خیال ہے"۔۔۔؟ جولیا نے کیپٹن شکیل سے پوچھا۔ وہ شاید کیپٹن شکیل کو اپنی حمایت میں لینا چاہتی تھی۔

"بھئی میرا جہاں تک خیال ہے بس ایسے عجیب سا ہے۔۔۔ میں نے شروع شروع میں ایکسٹو کے متعلق بڑا سوچا تھا کہ ان کا اصل روپ کیا ہے مگر بعد میں مجھے یہ خیال ترک کرنا پڑا۔ کیونکہ میں اس کوشش میں ہر طرح سے ناکام رہا۔ میں ایکسٹو کو نہیں سمجھ سکا۔ ویسے اس بحث کے متعلق میرا خیال ہے کہ دونوں ایک دوسرے کی ٹکر ہیں ایکسٹو صرف اس لیے عمران سے آگے ہے کہ اس کی شخصیت پر پردہ پڑا ہوا ہے اس لیے وہ ہمارے لیے ایک افسانوی کردار بن گیا ہے جبکہ عمران ہمارے ساتھ اٹھتا بیٹھتا ہے اس لیے اس کی شخصیت پراسرار نہیں رہی۔ ورنہ میرے خیال میں دونوں ایک دوسرے سے کم نہیں"۔۔۔ کیپٹن شکیل نے بڑی تفصیل سے بات کی۔

"ایک بات ہے جولیا۔۔۔ ابھی ابھی میرے ذہن میں ایک خیال آیا ہے۔ ہم ہیں تو فارغ۔۔۔ کیوں نہ اپنی طرف سے ایک کیس پر تحقیق شروع کر دیں"۔۔۔ صفدر کے چہرے پر ایک عجیب سی سرخی چھا گئی۔

"کیا کیس"۔۔۔؟ جولیا اور کیپٹن شکیل دونوں نے اشتیاق سے پوچھا۔

"ہم مل کر ایکسٹو کی اصل شخصیت کا کھوج لگانا شروع کر دیں۔ آخر کسی طرح یہ سسپنس تو ختم ہو" ـــــ صفدر نے وضاحت کی۔

"اوہ! ـــ آئیڈیا تو اچھا ہے ـــ مگر ایکسٹو ناراض ہو گیا تو" ـــ جولیا ایکسٹو کی ناراضگی سے خوفزدہ تھی۔

"ایکسٹو کو پتہ ہی نہ چلنے دیا جائے اور بالکل نجی طریقے سے کام شروع کیا جائے ـــ حتیٰ کہ عمران تک کو بھی نہ بتلایا جائے" ـــ صفدر نے اپنی تجویز پر زور دیتے ہوئے کہا۔

"مگر یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ہم ایکسٹو کے متعلق تحقیق کریں اور ایکسٹو کو پتہ نہ چلے" ـــ کیپٹن شکیل نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

"اسے ٹاپ سیکرٹ رکھا جائے ـــ اسی لیے تو میں عمران کو بھی درمیان میں نہیں لانا چاہتا۔ ورنہ اگر عمران ہمارے ساتھ شامل ہو جاتے تو پھر میرا خیال ہے کہ تحقیق کی ضرورت ہی نہیں ـــ ویسے مجھے یقین ہے کہ عمران اچھی طرح جانتا ہے کہ ایکسٹو دراصل کون ہے" ـــ صفدر نے کہا۔

"تو کیا صرف ہم تینوں ہی اس کیس پر کام کریں" ـــ جولیا بھی شائد اس کام پر رضامند ہو گئی تھی۔

"نہیں ـــ ساری ٹیم کو سوائے عمران کے اس کیس میں شامل کر لیا جائے" ـــ صفدر نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ میں اس کیس پر رضامند ہوں ـــ لیکن میری ایک تجویز ہے کہ اس کیس کی انچارج مس جولیا ہی ہوں" ـــ کیپٹن شکیل نے کہا۔

"نہیں، میں اس کے لیے تیار نہیں ہوں ـــ میں صفدر کا نام تجویز کرتی ہوں۔ یہ سیکرٹ سروس کا کیس نہیں۔ ہمارا اپنا ذاتی کیس ہے" ـــ جولیا شائد ایکسٹو کے عتاب سے خوفزدہ تھی۔

"ایسا کریں کہ سارے ممبران ایک خفیہ میٹنگ کریں اور پھر سب مل کر اپنا انچارج بھی منتخب کر لیں اور اس کیس کا لائحہ عمل بھی" ـــ صفدر نے تجویز پیش کی۔

اور ممبران دونوں نے اس بات کی تائید کی۔ ویسے تینوں کے چہرے تجسس اور اشتیاق سے سرخ ہو گئے تھے کیونکہ ان سب کی فرداً فرداً زبردست خواہش تھی کہ ایکسٹو کی اصل شخصیت پر سے پردہ اٹھایا جائے۔

"مس جولیا ـــ آپ اپنی طرف سے سب ممبران کو کال کر دیں ـــ میرا خیال ہے کہ اس میٹنگ کے لیے ہل پارک کیفے مناسب رہے گا" ـــ صفدر نے جگہ بھی تجویز کی۔

"اچھی جگہ ہے ـــ ہمیں ہر قیمت پر اس میٹنگ کو عمران اور ایکسٹو کی نظروں سے بچانا ہے" ـــ کیپٹن شکیل نے کہا۔

اور پھر جولیا نے رسیور اٹھا کر فرداً فرداً سب ممبروں کو ٹیلیفون پر ایک نجی میٹنگ ہل پارک کیفے میں ہونے کی اطلاع دی اور خاص طور پر اس بات کی ہدایت کی کہ اس میٹنگ کا عمران کو پتہ نہ چلے۔

سب ممبروں نے میٹنگ میں شرکت کی حامی بھر لی۔ کل صبح گیارہ بجے کا وقت مقرر ہوا۔

"آپ تشریف رکھیں ـــ میں چائے بنا لاؤں" ـــ جولیا نے رسیور رکھتے ہوئے کہا اور پھر اٹھ کر کچن کی طرف بڑھ گئی۔

"اس کیس کا کیا لائحہ عمل ہو گا" ـــ جولیا کے جانے کے بعد کیپٹن شکیل نے صفدر سے پوچھا۔

"جہاں تک میرا خیال ہے ایکسٹو کی اصل شخصیت کا علم وزارت خارجہ کے سیکرٹری سر سلطان کو ضرور ہو گا۔ اس لیے پہلے ان کا فون ٹیپ کیا جائے" ـــ صفدر نے کہا۔

"ویری گڈ آئیڈیا ـــ جواب نہیں صفدر تم نے بڑا بنیادی نکتہ سوچا ہے۔ ہو سکتا

ہے کہ اس طرح ہمیں مزید تحقیق کی ضرورت ہی نہ پڑے "۔۔۔۔ کیپٹن شکیل نے اچھل کر جواب دیا۔ صفدر کی تجویز اس کے دل کو لگی تھی۔

اتنے میں جوزیا چائے لے کر آگئی اور پھر سب نے چائے کی چسکیاں لینی شروع کر دیں۔



ایک بڑا ہال نما کمرہ تھا جس میں ایک بڑی میز کے گرد اس وقت چار آدمی بیٹھے گفتگو میں مصروف تھے۔ کمرے کا دروازہ بند تھا اور کمرے سے باہر باوردی ملٹری پولیس بڑے چوکنے انداز میں پہرہ دے رہی تھی۔ باہر دروازے کے اوپر سرخ بلب جل رہا تھا جس سے ظاہر تھا کہ اندر کمرے میں انتہائی خفیہ میٹنگ ہو رہی ہے۔

درمیان میں بیٹھے ہوئے ایک انتہائی لحیم شحیم مگر ادھیڑ عمر کے آدمی نے جو سر سے قطعی گنجا تھا اور جس کے چہرے پر ایک پُروقار سی سنجیدگی طاری تھی، میز پر مکّہ مارتے ہوئے کہا۔

" میں ہر قیمت پر ایکسٹو کی اصل شخصیت کا پتہ چلانا چاہتا ہوں"۔

یہ ایکریمیا کی سرکاری خفیہ تنظیم ڈی آئی اے کا چیف ڈالف راس تھا۔ ڈی آئی اے ایکریمیا کی طاقتور ترین تنظیم تھی جس کا وسیع جال مکڑی کی طرح دنیا کے ہر ملک میں پھیلا ہوا تھا۔ ہر ملک کی حکومت اس تنظیم سے لرزہ براندام تھی کیونکہ اس کا ایک اشارہ حکومتوں کی قسمتیں بدل دیتا تھا۔

" یہ ٹھیک ہے کہ ہمارے لیے ایکسٹو کی اصل شخصیت کا پتہ چلانا انتہائی مشکل ہے مگر میں نہیں چاہتا ہے کہ ایکسٹو کے مقابلے میں ہم ناکام رہیں۔ اس لیے ہمیں بڑی سنجیدگی سے اور انتہائی ہوشیاری سے اپنا جال ڈالنا چاہیئے "۔۔۔۔ پاس بیٹھے ہوئے ایک درمیانے جسم کے مگر انتہائی کرخت چہرے کے مالک جان ٹاک میلر جو ایکریمیا کی سیکرٹ سروس کا چیف تھا بولا۔

وہ شاید محتاط اس لیے رہنا چاہتا تھا کہ اس سے پہلے اس کے تین بہترین سیکرٹ ایجنٹ پاکیشیا میں ایکسٹو کے ہاتھوں زندگی کی سرحد عبور کر کے موت کی وادیوں میں گم ہو چکے تھے۔

" آپ کیا بات کرتے ہیں کرنل!۔۔۔۔ ہم جو بھی منصوبہ تیار کریں گے اس کی تمام جزئیات پر غور کیا جائے گا۔۔۔۔ تب ہی اس منصوبے کی منظوری دی جائے گی"۔ تیسرے نمبر پر بیٹھے ہوئے ایک بانس کی مانند لمبے اور دبلے آدمی نے کہا جس کی طوطے جیسی ناک اس کے تمام چہرے پر چھائی ہوئی تھی۔

یہ بلیک کلارک تھا۔۔۔۔ ایکریمیا کا شیطان۔۔۔۔ جس کی عیاریوں سے دنیا پناہ مانگتی تھی۔

" میرے خیال میں ہم جتنی زیادہ اس منصوبے کو اہمیت دیں گے اتنا ہی یہ منصوبہ ہمارے حق میں بہتر ثابت نہیں ہو گا۔۔۔۔ اس کیس کو سرے سے اہمیت ہی نہ دی جائے۔ بس کسی اسے ون سیکرٹ ایجنٹ اور بلیک کلارک کو وہاں بھیج دیا جائے۔ وہاں یہ اپنی مرضی سے موقع محل دیکھ کر کام کریں۔۔۔۔ مجھے امید ہے اس طرح یہ جلدی کامیاب ہو جائیں گے"۔۔۔۔ چوتھے نمبر پر بیٹھے ہوئے ایک منحنی سے آدمی نے جس کی آنکھوں میں فراست کی چمک جھلک رہی تھی بولا۔

"نہیں مسٹر رینکن! ـــــ یہ کام اتنا آسان نہیں جتنا آپ سمجھ رہے ہیں" ـــــ جان ٹاک میلر نے ناخوشگوار لہجے میں انٹیلی جنس کے چیف مسٹر رینکن سے کہا۔

"تو میں اسے کب غیر اہم کہہ رہا ہوں ـــــ ؟ کیا بلیک کلارک اور زیرو لے ون سیکرٹ ایجنٹ کسی غیر اہم کام کے لیے بھیجے جاتے ہیں ـــــ ؟" رینکن نے تیز لہجے میں جواب دیا۔

"ٹھیک ہے ـــــ ہمیں مسٹر رینکن کی تجویز پر مفصل بحث کر لینی چاہیئے" ـــــ ڈالف راس نے ان دونوں کی بحث ختم کرانے کے لیے کہا۔

"بحث کیا کرنی ہے ـــــ میں جانے کے لیے تیار ہوں۔ میرے ساتھ ایک ذہین سیکرٹ ایجنٹ بھیج دو۔ میں ایسا جال پھینکوں گا کہ ایکسٹو خود اپنی شخصیت کا اظہار کرنے کے لیے تیار ہو جائے گا" ـــــ بلیک کلارک نے بڑے فخریہ لہجے میں ڈالف راس سے مخاطب ہو کر کہا۔

"ٹھیک ہے ـــــ مسٹر جان ٹاک میلر! آپ اپنے سیکشن کے ذہین ترین ایجنٹ کو اس مشن پر تعینات کر دیں ـــــ وہاں آپ لوگ میرے سیکشن کی مدد لے سکتے ہیں۔ میں آرڈر بھجوا دوں گا" ـــــ ڈالف راس نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔

اور جان ٹاک میلر جو خاموش بیٹھا اپنے سیکرٹ ایجنٹوں کا تصور ہی تصور میں انتخاب کر رہا تھا۔ اچانک چونک پڑا۔

"ویری گڈ ـــــ نمبر زیرو لے ون اس کام کے لیے بے حد مناسب رہے گا" ـــــ اس نے مسرت آمیز لہجے میں کہا۔

"زیرو لے ون ـــــ یعنی شارپ وائلی کے متعلق تم کہہ رہے ہو" ـــــ سب نے چونک کر کہا۔

"ہاں! ـــــ وہ اور بلیک کلارک اگر مل کر کسی کیس پر کام شروع کر دیں تو اس کیس کی ناکامی کا سوال ہی پیدا نہیں ہو سکتا" ـــــ جان ٹاک میلر نے فخریہ لہجے میں کہا۔

"مگر وہ تو سیکرٹ مشن بلینک پر گیا ہوا ہے" ـــــ ڈالف راس نے سوچتے ہوئے کہا۔

"مجھے آج ہی اس کا ٹیلیگرام ملا ہے کہ وہ اس مشن سے فارغ ہو گیا ہے" ـــــ جان ٹاک میلر نے جواب دیا۔

"پھر ٹھیک ہے ـــــ ہم شارپ وائلی اور بلیک کلارک کو یہ مشن سونپ دیتے ہیں"۔ ڈالف راس نے فیصلہ کرتے ہوئے کہا۔

اور پھر سب نے اس فیصلے کی بھرپور انداز میں توثیق کر دی۔ چنانچہ فیصلہ ہوتے ہی کاغذی کارروائی مکمل کی گئی اور پھر سب نے اس پر دستخط کر کے میٹنگ ختم کر دی گئی۔

"بلیک کلارک! ـــــ آپ کو ایکسٹو کی فائل بھیج دی جائے گی اور مسٹر جان ٹاک میلر! آپ فوراً شارپ وائلی کو طلب کریں تاکہ وہ جلد از جلد اپنے اس نئے مشن پر روانہ ہو جائے" ـــــ ڈالف راس نے آخری احکام جاری کیے اور پھر میٹنگ برخاست ہو گئی۔



گذشتہ کئی دنوں سے سیکرٹ سروس کے پاس کوئی کام نہیں تھا اس لیے عمران کے شب و روز آجکل بیکاری میں گزر رہے تھے

سپرنٹنڈنٹ فیاض کی گردن پر جا کر سوار ہو جاتا۔ سوپر فیاض کی جان آجکل اس نے عذاب میں ڈال رکھی تھی۔ اور فیاض بڑی سنجیدگی سے ڈیپارٹمنٹ سے طویل رخصت لینے پر غور کر رہا تھا۔

عمران آج اپنے فلیٹ سے یہی سوچ کر نکلا تھا کہ آج سوپر فیاض کو دفتر سے اٹھا کر کسی ہوٹل میں لے جائے گا۔

مگر اچانک ہی وہ سوپر فیاض کے دفتر کی طرف جانے کی بجائے سر رحمان کے کمرے کی طرف چل پڑا۔ بس دماغی رَو تھی۔ بہک گئی سو بہک گئی۔

"عمران صاحب! — کہیں گیدڑ کی موت اور شہر کا رخ والا حشر نہ ہو" — وہ خود ہی اپنے آپ سے باتیں کرتا ہوا آگے بڑھتا رہا۔

جلد ہی وہ سر رحمان کے دفتر کے قریب پہنچ گیا۔ کمرے کے باہر بیٹھا ہوا باوردی چپراسی اسے دیکھتے ہی اٹھ کھڑا ہوا۔ عمران کی طبیعت کو وہ اچھی طرح جانتا تھا مگر آج عمران کو ادھر کا رُخ کرتے دیکھ کر اسے بے حد اچنبا ہوا تھا۔

"کیا میں صاحب کو آپ کی آمد کی اطلاع دے دوں" — ؟ چپراسی نے مؤدبانہ لہجے میں پوچھا۔

"میں خود مجسم اطلاع ہوں" — عمران نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔ اور پھر پردہ ہٹا کر کمرے میں داخل ہو گیا۔

سر رحمان آفس میں اکیلے بیٹھے کسی فائل کے مطالعہ میں غرق تھے۔ ان کی میز کے قریب پہنچ کر عمران نے بڑی معصومیت سے پوچھا۔

"کیا میں اندر آسکتا ہوں جناب — ؟" اس کے چہرے پر حماقتیں چھما چھم برس رہی تھیں۔

سر رحمان اس کی آواز سُن کر یوں چونکے جیسے ان کے پاؤں میں کسی بچھو نے ڈنک مار دیا ہو۔

وہ ایک لمحے تک بغور عمران کو دیکھتے رہے جیسے سمجھ نہ سکے ہوں کہ عمران کی اس غیر متوقع آمد کو کیا معنی پہنائیں۔ پھر ان کے چہرے پر ناگواری کے تاثرات پھیلتے چلے گئے۔

"گیٹ آؤٹ — یہ آفس ہے بھنگڑ خانہ نہیں — باقاعدہ اطلاع دے کر اندر آؤ" — سر رحمان کا چنگیزی خون جوش میں آگیا اور ویسے بھی وہ دفتری رکھ رکھاؤ کے سلسلے میں انتہا پسند واقع ہوئے تھے۔

"بھنگڑ خانہ کیا ہوتا ہے ڈیڈی" — ؟ عمران نے ان کی بات ٹالتے ہوئے بڑی معصومیت سے سوال جڑ دیا۔

"شٹ اپ — گٹ آؤٹ" — سر رحمان کا پارہ ایک دم انتہائی ڈگری پر پہنچ گیا۔

انہوں نے چپراسی کو بلانے کے لیے گھنٹی بھی بجا دی۔

ادھر عمران بھی آخر انہی کا بیٹا تھا۔ چنانچہ اس نے بڑے اطمینان سے کرسی گھسیٹی اور یوں اس پر بیٹھ گیا جیسے سر رحمان نے بڑی خوشدلی سے اس کا استقبال کیا ہو۔

گھنٹی کی آواز سنتے ہی چپراسی پردہ ہٹا کر اندر داخل ہوا۔ اور پھر اس سے پہلے کہ سر رحمان کچھ کہتے، عمران بول پڑا۔

"چائے لاؤ اور ساتھ کچھ کھانے کو بھی — میں نے پچھلے ہفتے سے ناشتہ نہیں کیا"۔

اور چپراسی انہی قدموں سے واپس مڑ گیا۔

سر رحمان بے بسی سے ہونٹ کاٹ رہے تھے۔ کیونکہ چپراسی کے سامنے وہ کوئی ایسی بات نہیں کر سکتے تھے جس سے [illegible]

وہ کیا کہہ دیتا۔ لہٰذا صرف بے بسی سے ہونٹ کاٹنے میں ہی انہوں نے عافیت سمجھی۔

چند لمحوں تک خاموشی طاری رہی۔

عمران بغور سر رحمان کے چہرے کو دیکھ رہا تھا۔ سر رحمان کا چہرہ اب معمول پر آتا جا رہا تھا۔ شاید وہ غصہ ضبط کرنے میں کامیاب ہوتے جا رہے تھے۔

"تم کس لیے یہاں آئے ہو"۔۔۔۔ ؟ آخر انہوں نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے عمران سے مخاطب ہو کر پوچھا۔ ان کا لہجہ کافی حد تک نرم تھا۔

"ڈیڈی!۔۔۔ آپ جانتے ہیں کہ اولاد کے حقوق آپ پر کتنے ہیں مگر آپ کوئی بھی فرض پورا نہیں کر رہے۔۔۔ خدا کو کیا منہ دکھائیں گے"۔۔۔ عمران نے رو دینے والے انداز میں کہا۔ اس کی اداکاری قطعی بے داغ تھی۔

"کیوں کیا ہوا"۔۔۔۔ ؟ سر رحمان نے عمران کی اس اداکاری پر بوکھلاتے ہوئے پوچھا۔

عمران نے موضوع ہی ایسا چھیڑا تھا کہ سر رحمان کبھی تصور بھی نہیں کر سکتے تھے۔

"ہونا کیا ہے۔۔۔ سوچیئے تو

آپ کا لڑکا اور پھرے ننگا

آپ کا عمران اور پھرے ویران

آپ کا بیٹا اور ہو ہیٹا

عمران نے باقاعدہ نظم پڑھنی شروع کر دی۔

"شٹ اپ۔۔۔ یہ کیا بکواس لگا رکھی ہے"۔۔۔۔ سر رحمان کو اس قصیدہ نما ہجو پر غصہ آگیا۔

"ڈیڈی!۔۔۔ یہ بکواس نہیں۔۔۔ میری زندگی کی اٹل حقیقت ہے۔۔۔ پچھلے ہفتے سے میں نے ناشتہ نہیں کیا۔۔۔ پچھلے تین دن سے دوپہر کا کھانا بھی گول ہو چکا ہے اور

کل سے رات کا کھانا بھی بند کر دیا۔۔۔ یہ نہیں پیتا۔۔۔ شراب کبھی خواب میں بھی نہیں پی۔۔۔ صرف چیونگم کا شوق تھا وہ بھی اب بند کر دی ہے کیونکہ اس میں بھی ملاوٹ شروع ہو چکی ہے۔۔۔ ایک جوڑا کپڑوں کا رہ گیا ہے جو اس وقت پہنے ہوئے ہوں۔۔۔ فیاض فلیٹ کا کرایہ لینے کے لیے سود خور پٹھان کی طرح دو بار میری گردن پکڑ چکا ہے۔۔۔ سلیمان نے پچھلے سال سے تنخواہ نہ ملنے پر بھوک ہڑتال کر رکھی ہے۔ تنگ آ کر میں نے فلیٹ کی تالہ بندی کر دی ہے۔ اب وہ مزدور یونین کے پاس میرے خلاف ریزولیشن پاس کرانے کے لیے جا رہا ہے۔۔۔ اب بتلائیے کہ میں کیا کروں۔۔۔ ؟ آپ نے کبھی سوچا ہے کہ آپ کا بیٹا عمران کس حال میں ہے۔۔۔ ؟ کبھی سو دو سو روپے نہیں دیتے تاکہ کم از کم میں ایک دو فلمیں ہی دیکھ کر وقت گزار سکوں۔۔۔ اس سے تو اچھا ہوتا کہ میں کسی مزدور کا بیٹا ہوتا۔۔۔ اب لوگ میرا مذاق اڑاتے ہیں کہ انٹیلی جنس کے چیف کا بیٹا اور پھرے ننگا۔۔۔ ہچ۔۔ ہچ"۔۔۔ عمران کی آنکھوں سے باقاعدہ آنسو بہنے لگے اور آواز بھیک مانگنے والی ہو گئی۔

سر رحمان ششدر بیٹھے تھے۔ وہ فیصلہ نہیں کر پا رہے تھے کہ یہ حقیقت ہے یا عمران نے انہیں تنگ کرنے کے لیے کوئی نیا طریقہ سوچا ہے۔ اور پھر چپراسی چائے کی ٹرے اٹھائے اندر داخل ہوا۔

"یہ کیا بکواس ہے۔۔۔ بند کرو یہ آہ و زاری۔۔۔ کیا تم مجھے کوٹھی پر نہیں مل سکتے تھے جو یہاں رونے آ بیٹھے ہو"۔۔۔ سر رحمان کو چپراسی کے سامنے عمران کا یہ رونا قطعی پسند نہیں آیا تھا۔

مگر عمران تو آنسوؤں کے ساتھ ساتھ اب باقاعدہ ہچکیاں لینے پر اتر آیا تھا۔ اور سر رحمان سٹپٹا گئے۔ ان کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا کریں۔

"تم جاؤ"۔۔۔ آخر انہوں نے چپراسی کو دھاڑتے ہوئے کہا جو بڑی حیرت سے عمران

کو یوں زار و قطار روتا دیکھ رہا تھا۔ چپڑاسی کمبخت کا مارا۔۔ ہی تیزی سے کمرے سے باہر نکلتا چلا گیا۔

"اپنے آنسو پونچھو بیوقوف!۔۔۔ یہ کیا عورتوں کی طرح ٹسوے بہانے لگ گئے ہو"۔ سرحمان کا لہجہ الجھن لیے ہوئے تھا۔

عمران نے تیزی سے رومال سے آنسو پونچھنے شروع کر دیئے۔

"چائے بناؤ"۔۔۔ سرحمان نے نرم لہجے میں کہا، وہ شاید عمران کی اداکاری سے شدید متاثر ہو گئے تھے۔

کچھ بھی ہو وہ بہرحال باپ تھے اور عمران ان کا اکلوتا بیٹا تھا۔ ان کی اُمیدوں کا واحد سہارا۔

عمران نے چائے کی دو پیالیاں تیار کیں اور ایک پیالی بڑے ادب سے سرحمان کے سامنے رکھی اور دوسری پیالی اپنے سامنے رکھ لی۔ اور پھر اس نے چائے کی چسکی لی اور ساتھ پڑے ہوئے کیک پیس پر ہاتھ صاف کرنا شروع کر دیا۔

"تمہیں کیا تکلیف ہے"۔۔۔؟ سرحمان نے کچھ سوچتے ہوئے بڑے نرم لہجے میں عمران سے پوچھا۔

"کوئی ایک تکلیف ہو تو بتاؤں۔۔۔ زبان کو بواسیر ہے۔۔۔ دماغ کو سرسام ہو گیا ہے۔۔۔ جسم پر رعشہ طاری ہے۔۔۔ گرمی میں سردی لگتی ہے۔۔۔ سردیوں میں گرمی۔ پسینہ کم بہاتا ہوں خون زیادہ۔۔۔ ضعف بصر کا مریض ہو گیا ہوں۔۔۔ آپ کی شکل مجھے فیاض جیسی نظر آ رہی ہے اور فیاض کی شکل سلیمان جیسی"۔۔۔ عمران نے بڑی سنجیدگی سے بکواس شروع کر دی۔

سرحمان کا چہرہ غصے سے سرخ ہوتا چلا گیا۔ وہ سمجھ گئے تھے کہ عمران نے اب تک اداکاری کی ہے۔ عمران ان کے چہرے کی طرف دیکھنے کی بجائے اب سینڈ وچ

پر ہاتھ صاف کرنے میں مشغول تھا۔

دوسرے لمحے سرحمان نے چائے کی پیالی اٹھا کر عمران پر دے ماری۔ عمران بڑی پھرتی سے جھک گیا۔ ورنہ آج اس کا حشر ہو جاتا۔

"گیٹ آؤٹ یو بلڈی فول۔۔۔ خبردار! اگر آئندہ میرے آفس میں قدم رکھا تو"۔ سرحمان غصے سے کانپ رہے تھے۔

"شکریہ ڈیڈی!۔۔۔ بس میں نے ناشتہ کرنا تھا سو کر لیا۔۔۔ اچھا ٹاٹا"۔۔۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور پھر تیر کی طرح دروازے سے باہر نکلتا چلا گیا۔ وہ سرحمان کی حالت سمجھتا تھا۔

دراصل کافی دن ہو گئے تھے۔ فیاض کے پاس ناشتہ کرتے ہوئے اور فیاض نے کل رات اسے الٹی میٹم دے دیا تھا کہ آئندہ وہ کسی قیمت پر اسے ناشتہ نہیں کرائے گا۔ اس لیے آج اس نے سرحمان کے پاس ناشتہ کرنے کا پروگرام بنا لیا تھا۔

سرحمان کے کمرے سے باہر نکل کر وہ تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا فیاض کے دفتر کی طرف چل پڑا۔

فیاض اپنے دفتر میں ہی بیٹھا ہوا مل گیا۔ ویسے عمران نے پہلی نظر میں ہی بھانپ لیا تھا کہ اس کے چہرے پر شدید الجھن اور قدرے بے چینی کے آثار نمایاں ہیں۔ عمران کو دیکھ کر وہ چونک پڑا۔

"تم رو کیوں رہے تھے"۔۔۔؟ اس نے عمران کے بیٹھتے ہی سوال جڑ دیا۔

"کب کی بات کر رہے ہو سوپر"۔۔۔؟ عمران نے بڑے اطمینان سے کہا۔ ویسے وہ سمجھ تو گیا تھا کہ سرحمان کے چپڑاسی نے رپورٹ پہنچا دی ہے۔

"ابھی باس کے کمرے میں"۔۔۔ فیاض نے اسے بغور دیکھتے ہوئے کہا۔

"اوہ!۔۔۔ ڈیڈی کی بات کر رہے ہو۔۔۔ بس کچھ نہ پوچھو سوپر۔۔۔ اپنے حالات

کارڈ، رو رہا تھا ڈیڈی کے سامنے ۔ تاکہ کچھ رقم وغیرہ مل جائے" ـــ عمران نے بڑے غمزدہ لہجے میں کہا۔

اس سے پہلے کہ فیاض کوئی جواب دیتا۔ ٹیلیفون کی گھنٹی بج اٹھی ۔ فیاض نے ریسیور اٹھالیا۔

"یس باس! ـــ فیاض بول رہا ہوں" ـــ فیاض کا لہجہ بے حد مؤدبانہ تھا ۔

عمران سمجھ گیا کہ سر رحمان کا فون ہے۔ وہ زیر لب مسکرا رہا تھا ۔

"جی ۔ جی باس! ـــ مگر میں اسے کیسے کہہ سکتا ہوں" ـــ فیاض کے چہرے پر سر رحمان کی بات سنکر ہوائیاں اڑنے لگیں ۔

"بہ ـــ بہتر جناب ـــ میں کوشش کرتا ہوں" ـــ فیاض نے بھیک مانگنے والے لہجے میں کہا ۔ اور پھر اس نے ریسیور رکھ دیا۔

ریسیور رکھ کر اس نے بے خیالی میں رومال سے پسینہ صاف کیا۔ صاف ظاہر تھا کہ وہ کسی گہری سوچ میں پھنس گیا تھا ۔

"کیا بات ہے فیاض! ـــ ڈیڈی کیا کہہ رہے تھے" ـــ ؟ عمران نے بڑی دلچسپی سے پوچھا۔

"تم اپنے ساتھ دوسروں کا بھی بیڑہ غرق کر دیتے ہو" ـــ فیاض نے تلخ لہجے میں جواب دیا۔

"کیوں کیا ہوا" ـــ ؟ عمران نے مسکراتے ہوئے پوچھا ۔

"تمہارے ڈیڈی نے حکم دیا ہے کہ شام سے پہلے پہلے عمران سے فلیٹ خالی کرا لو ۔ تم نے انہیں بتا دیا ہے کہ وہ فلیٹ میرا ہے" ـــ فیاض نے پھیکی ہنسی ہنستے ہوئے کہا ۔

"تو کیا ہوا ـــ میں خالی کر دیتا ہوں" ـــ عمران نے بڑے اطمینان سے جواب دیا ۔

اور فیاض یوں حیرت سے دیکھنے لگا جیسے عمران نے کوئی انہونی بات کر دی ہو۔ اس

کے تصور میں بھی نہیں تھا کہ عمران ایسی بات کر دے گا ۔

"شام کو چابی بھجوا دوں گا سوپر" ـــ عمران نے بڑی سنجیدگی سے کہا اور اٹھ کر کھڑا ہو گیا ۔

"ارے ارے بیٹھو بیٹھو ـــ مت خالی کرو ـــ میں خود باس سے نپٹ لونگا"۔

فیاض، عمران کی اس غیر متوقع سنجیدگی پر بوکھلا گیا ۔

اور عمران دوبارہ بیٹھ گیا ۔ وہ فیاض کی تمام رگوں سے واقف تھا ۔ اسے اچھی طرح علم تھا کہ اگر اس نے کہا کہ نہیں کرتا تو فیاض سر ہو جاتا جبکہ اسے سر رحمان کی شہہ بھی مل چکی تھی ۔

"کیا بات ہے ـــ اکھڑے اکھڑے نظر آرہے ہو" ـــ ؟ فیاض نے جھینپ مٹانے کے لیے کہا ۔

"نہیں ـــ ڈیڈی نے آج اچھی طرح ٹھونک بجا کر فٹ کر دیا ہے اکھڑنے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا" ـــ عمران نے بڑی معصومیت سے کہا ۔

اور فیاض مسکرا دیا ۔

"چلو سوپر! ـــ آج ذرا شہر کی سیر کریں ـــ کافی دن ہو گئے ہیں آوارہ گردی کیے ہوئے" ـــ عمران نے اچانک کسی خیال سے کہا ۔ وہ دوپہر کے کھانے کا سکوپ بنانا چاہتا تھا اور فیاض فوراً تیار ہو گیا۔

فیاض نے کیپ ہینگر سے اٹھا کر سر پر رکھی اور پھر عمران کے ساتھ باہر نکل آیا ۔

اور پھر جلد ہی عمران کی کار دفتر سے باہر نکل آئی ۔

"جانا کہاں ہے" ـــ ؟ فیاض نے پوچھا ۔

جہاں تم چاہو" ـــ عمران نے بڑی فیاضی سے جواب دیا ۔

"تو چلو ڈریم لینڈ ہوٹل چلتے ہیں ـــ سنا ہے وہاں انتظامیہ نے بڑی خوبصورت

"ویٹرس رکھی ہیں" ـــــ فیاض نے مسکراتے ہوئے عمران کو آنکھ مار دی۔

"او کے ـــ ٹھیک ہے" ـــ عمران نے جواب دیا۔

اور پھر عمران نے کار کا رخ ڈریم لینڈ ہوٹل کی طرف موڑ دیا۔ جلد ہی کار ڈریم لینڈ ہوٹل کے کمپاؤنڈ میں مڑ گئی۔ پارکنگ شیڈ میں کار کھڑی کر کے وہ دونوں نیچے اترے اور پھر ہوٹل کے مین گیٹ کی طرف چل پڑے۔

عمران ابھی مین گیٹ سے تقریباً دس قدم دور تھا کہ وہ اچانک ٹھٹھک گیا۔ اس کے چہرے پر حیرت کے شدید آثار ابھر آئے مگر جلد ہی اس نے اپنے آپ کو سنبھال لیا۔

ہوٹل کے مین گیٹ سے ایک پتلا دبلا طویل القامت آدمی جس کے چہرے پر طوطے کی طرح مڑی ہوئی ناک چھائی ہوئی تھی۔ باہر نکل کر پارکنگ شیڈ کی طرف بڑھ رہا تھا۔ عمران اسے ہی دیکھ کر ٹھٹھکا تھا۔

"کیا بات ہے" ـــ؟ فیاض نے عمران کو یوں ٹھٹھکتا دیکھ کر حیرت سے پوچھا۔

"کچھ نہیں" ـــ عمران نے اسے ٹال دیا اور پھر وہ مین گیٹ کی طرف بڑھ گئے۔ وہ آدمی جسے دیکھ کر عمران ٹھٹھکا تھا ان کے قریب سے ہوتا ہوا گزر گیا۔

مین گیٹ کے قریب پہنچ کر عمران واپس پلٹا اور پھر اس نے فیاض سے کہا۔

"سوپر ـ تم بیٹھو۔ میں ابھی آتا ہوں" ـــ عمران نے کہا اور پھر واپس پارکنگ شیڈ کی طرف بڑھنے لگا۔

فیاض حیرت زدہ نظروں سے عمران کو چند لمحوں تک دیکھتا رہا۔ پھر کندھے جھٹک کر ہوٹل کے اندر چلا گیا۔

وہ آدمی تیزی سے چلتا ہوا کمپاؤنڈ سے باہر کھڑی خالی ٹیکسیوں کی طرف بڑھ گیا۔ ادھر عمران اپنی کار میں بیٹھ گیا۔ اور پھر اس نے کار ہوٹل کے گیٹ کی طرف

موڑ دی۔ اور رفتار بڑھا دی۔

اب عمران اس ٹیکسی کا تعاقب کر رہا تھا جس میں اس کا مطلوبہ آدمی سفر کر رہا تھا۔



ھل پارک کیفے کے وسیع و عریض لان میں ایک طرف کرسیاں بچھی ہوئی تھیں اور ان پر سیکرٹ سروس کے تمام ارکان موجود تھے۔

انہوں نے یہ کونا خود ہی منتخب کیا تھا کیونکہ یہ بالکل الگ تھلگ واقع ہوا تھا اور ان کی کرسیوں سے کافی فاصلے تک کوئی اور آدمی موجود نہیں تھا۔

چائے سرد ہو چکی تھی۔

جولیا نے صفدر کی تجویز سب ممبرز کے سامنے پیش کی اور سب ممبرز نے پوری دلچسپی اور اشتیاق سے صفدر کی تجویز کی حمایت کی۔ یہ ان کی زندگی کا قطعی عجیب و غریب کیس تھا۔ ایک ایسا کیس جو کسی مجرم کے خلاف نہیں بلکہ خود سیکرٹ سروس کے چیف کے خلاف تھا اور ایک لحاظ سے یہ ان کا ذاتی کیس تھا۔

"ایک بات ہے اگر چیف کو اس میٹنگ کا پتہ چل گیا تو وہ انتہائی سخت اقدام کرے گا" ـــ چوہان نے کہا۔

"ہاں! ـــ ہماری کامیابی تو یہی ہے کہ اُسے اس بارے میں قطعی علم نہ ہو" ـــ تنویر نے پُرجوش لہجے میں جواب دیا۔

"چونکہ ہم سب اس کیس میں ملوث ہوں گے اس لیے ایکسٹو کوئی سخت قدم اٹھانے سے گریز کرے گا" ——— کیپٹن شکیل نے کہا۔

"ہمیں اس سلسلے میں ایک باقاعدہ لائحہ عمل مرتب کر لینا چاہیئے" ——— جولیا نے کہا۔

اور پھر سب ممبرز نے اس کی تجویز سے اتفاق کیا اور پھر سب نے جولیا کی تجویز پر صفدر کو اس کیس کا انچارج تسلیم کر لیا۔

"میرے پاس ایک تجویز ہے ——— اگر آپ لوگ اسے منظور کر لیں تو اس کیس کی ابتدا کی جائے" ——— صفدر نے کہا۔

"ضرور ضرور" ——— تنویر نے جواب دیا۔ وہ اس کیس میں سب سے زیادہ پُرجوش نظر آ رہا تھا۔

"میرے خیال میں سر سلطان ایکسٹو کی اصل شخصیت سے آگاہ ہیں ——— چنانچہ اگر ہم سر سلطان کا فون ٹیپ کر لیں تو ہمیں معلوم ہو سکتا ہے کہ ایکسٹو کون ہے" ——— صفدر نے تجویز پیش کی۔

"ٹھیک ہے ——— مگر یہ کوئی ضروری تو نہیں کہ سر سلطان فون پر ایکسٹو کو اصل نام سے پکاریں گے" ——— جولیا نے کہا۔

"ایک امکان ہے بہرحال" ——— صفدر نے تجویز پیش کی۔

"میرے خیال میں ہمیں دانش منزل کو اپنا مرکز بنانا چاہیئے کیونکہ ایکسٹو دانش منزل میں ہر وقت موجود رہتا ہے" ——— کیپٹن شکیل نے ایک اور تجویز پیش کی۔

"لیکن دانش منزل میں بلاضرورت گھسنا تقریباً ناممکن ہے ——— اور اگر ہم ایسا کر بھی گزرے تو ایکسٹو کی نظروں سے نہیں بچ سکیں گے" ——— صفدر نے جواب دیا۔

"کیوں نہ ہم سر سلطان کے ساتھ ساتھ عمران کا بھی فون ٹیپ کر لیں۔ ہو سکتا ہے کامیابی ہو جائے" ——— جولیا نے ایک تجویز پیش کی۔

اور پھر کافی بحث مباحثے کے بعد سر سلطان اور عمران کے فون ٹیپ کرنے کی بابت ساری ٹیم رضامند ہو گئی۔

پھر صفدر نے عمران کے فون کو ٹیپ کرنے کی ڈیوٹی کیپٹن شکیل کے ذمے لگائی اور سر سلطان کا فون ٹیپ کرنے کا بیڑہ خود اٹھایا۔ اور پھر یہ میٹنگ برخواست ہو گئی۔ باری باری تمام ممبرز اٹھ کر چلے گئے۔



شارپ وائلی اور بلیک کلارک کل علیحدہ علیحدہ فلائٹ میں دارالحکومت پہنچے تھے۔ انہوں نے رہائش کے لیے بھی مختلف ہوٹل منتخب کیے۔ آپس میں رابطے کے لیے مخصوص واچ ٹرانسمیٹر پر مخصوص کوڈ تیار کر لیے گئے تھے۔

شارپ وائلی ایئرپورٹ پر اترا تو وہ ایک غیر ملکی سیاح کے روپ میں تھا۔ کسٹم سے فارغ ہو کر وہ ایئرپورٹ سے باہر آیا اور پھر پارکنگ شیڈ میں کھڑی ایک خالی ٹیکسی کی طرف بڑھا۔

"خالی ہے" ———؟ اس نے قریب پہنچ کر ڈرائیور سے پوچھا۔

"یس سر" ——— ڈرائیور نے بڑے مؤدبانہ لہجے میں جواب دیا۔ اور شارپ وائلی دروازہ کھول کر اندر بیٹھ گیا۔

"کہاں چلوں سر" ۔۔۔ ٹیکسی ڈرائیور نے جواب طلب نگاہوں سے دیکھتے ہوئے پوچھا
"کسی اچھے ہوٹل میں" ۔۔۔ شارپ وائلی نے بے نیازی سے جواب دیا۔ اور ٹیکسی آگے بڑھ گئی۔

مختلف سڑکوں سے گزرتے ہوئے ٹیکسی ایک عظیم الشان ہوٹل کے کمپاؤنڈ میں مڑتی چلی گئی۔

"صاحب! ۔۔۔ مون لائیٹ دارالحکومت کا بہترین ہوٹل ہے" ۔۔۔ ٹیکسی ڈرائیور نے پارکنگ شیڈ میں ٹیکسی روکتے ہوئے کہا۔

"تھینک یو" ۔۔۔ شارپ وائلی نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور پھر وہ نیچے اتر آیا۔ اس نے میٹر دیکھ کر کرایہ دیا اور بریف کیس اٹھائے مین گیٹ کی طرف چل پڑا۔

کاؤنٹر پر موجود خوبصورت لڑکی نے بڑی ادا سے مسکرا کر شارپ وائلی کا استقبال کیا۔

"ایک سنگل روم مل جائے گا" ۔۔۔ شارپ وائلی نے اخلاقاً مسکراتے ہوئے کہا۔

"ضرور ۔۔۔ ہمیں آپ جیسے معزز گاہکوں کی خدمت کر کے بڑی خوشی ہوتی ہے" ۔۔۔ کاؤنٹر گرل کے الفاظ کاروباری تھے۔ اور پھر اس نے کی بورڈ پر نظر جماتے ہوئے کہا۔

"دوسری منزل روم نمبر سولہ خالی ہے ۔۔۔ بہترین سچویشن کا روم ہے جناب" ۔۔۔ کاؤنٹر گرل نے کہا۔

"ٹھیک ہے ۔۔۔ بک کر دو" ۔۔۔ شارپ وائلی نے کہا۔

پھر رجسٹر پر ضروری اندراجات کرنے کے بعد ایک پورٹر کی رہنمائی میں وہ دوسری منزل کے کمرہ نمبر سولہ میں پہنچ گیا۔

ہوٹل میں اس نے اپنا نام شارپ وائلی ہی لکھوایا تھا۔ کیونکہ اس کا پاسپورٹ بھی اس کے اصلی نام پر تھا۔

پورٹر کے باہر جاتے ہی اس نے دروازہ بند کر کے سب سے پہلے بڑی محتاط نظروں سے کمرے کا جائزہ لیا۔ پھر اس نے بریف کیس کھولا اور اس کی ایک خفیہ تہہ سے اس نے گائیگر نکالا اور پھر اس نے گائیگر کی مدد سے کمرے اور باتھ روم کی ایک ایک چیز کو چیک کیا اس کی اب تک کامیابی کا راز بھی یہی رہا ہے کہ وہ ہر قدم پر محتاط رہتا ہے۔ اسے خطرہ تھا کہ کہیں کمرے میں کوئی ڈکٹا فون نہ چھپا دیا گیا ہو۔ مگر چیکنگ کے بعد اسے اطمینان ہو گیا کہ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ اس نے گائیگر دوبارہ بریف کیس میں رکھا اور خود ایک آرام کرسی پر بیٹھ گیا۔ اس نے رسیور اٹھا کر کاؤنٹر گرل کو کافی بھیجنے کی ہدایت کی اور پھر آئندہ کے لائحہ عمل پر غور کرنے لگا۔

جلد ہی ایک خوبصورت ویٹرس کافی کی ٹرے لیے اندر داخل ہوئی۔ اس نے کافی بنا کر شارپ وائلی کو دی اور پھر مسکراتی ہوئی واپس چلی گئی۔

شارپ وائلی گہری سنجیدگی سے موجودہ کیس کے ہر پہلو پر سوچ بچار کر رہا تھا۔ ایکسٹو کی جو فائل اسے دی گئی تھی وہ انتہائی نامکمل اور ناقص تھی۔ اس میں صرف سنی سنائی باتوں کا ذکر کیا گیا تھا اور کوئی ایسی اطلاع نہیں ملی تھی جسے وہ ٹھوس سمجھ کر اس لائن پر کام شروع کرتا۔ اس لیے آخر کار اس نے یہی فیصلہ کیا کہ اسے اپنے طور پر ہر کام نئے سرے سے شروع کرنا پڑے گا۔

فائل میں صرف ایک اطلاع اسے کام کی معلوم ہو رہی تھی۔ وہ تھی دانش منزل کے متعلق۔ کہ دانش منزل نامی عمارت سے ایکسٹو کا گہرا تعلق ہے۔ چنانچہ اس نے سب سے پہلے دانش منزل کا کھوج لگانے کا پروگرام بنایا۔

یہ فیصلہ کرتے ہی وہ اٹھا اور پھر چند لمحوں بعد وہ کیمرہ کندھے پر لٹکائے ہوٹل سے باہر آ گیا۔ سب سے پہلے اس نے محکمہ سیاحت کے دفتر کا پتہ کیا اور پھر جلد ہی وہ محکمہ سیاحت کے دفتر پہنچ گیا۔ وہاں سے اسے شہر کا تفصیلی نقشہ بآسانی مل گیا۔

اس نے ایک کیفے میں بیٹھ کر نقشہ کا بغور مشاہدہ کیا مگر اس نقشے میں ایسی کسی عمارت کی بھی نشاندہی نہیں کی گئی تھی۔

چند لمحے تک وہ سوچتا رہا اور پھر ایک خیال آنے پر وہ مسکرا پڑا۔ اسے اپنے دماغ پر ہنسی آرہی تھی کہ اس نے کتنی بیوقوفانہ بات سوچی ہے۔ بھلا اتنی خفیہ عمارت کی نشاندہی ایک عام نقشے میں کیسے کی جاسکتی تھی اسے اپنے آپ پر بار بار ہنسی آرہی تھی۔

اب وہ سنجیدگی سے سوچنے لگا کہ دانش منزل کا کیسے پتہ چلایا جائے۔ کافی دیر غور و خوض کے بعد بھی کوئی صورت اس کی سمجھ میں نہ آئی۔ آخر کار اس نے ویسے ہی شہر کا ایک راؤنڈ لگانے کا فیصلہ کر لیا۔ کیونکہ وہ پہلی بار اس شہر میں آیا تھا اور وہ چاہتا تھا کہ شہر کے محل وقوع اور خاص طور پر اس کی تمام سڑکوں کا اچھی طرح اندازہ ہو جائے تاکہ کل کو کام کرتے وقت اسے کسی الجھن کا شکار نہ ہونا پڑے۔ یہ فیصلہ کرتے ہی اس نے ویٹر کو بلا کر بل ادا کیا اور کیمرہ سنبھالے ہوٹل سے باہر آگیا۔ باہر نکلتے ہی ایک خالی ٹیکسی پر اس کی نظر پڑی۔ اس نے دروازہ کھولا اور ٹیکسی میں بیٹھ گیا۔

"کہاں چلوں صاحب!۔۔۔۔؟" ٹیکسی ڈرائیور نے ٹوٹی پھوٹی انگریزی میں پوچھا۔

"تمام شہر کی سیر کراؤ۔۔۔۔ مگر اطمینان سے۔۔۔۔ کرائے کے علاوہ ٹپ بھی دونگا"۔ شارپ وائی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

اور اتنی تگڑی سواری پا کر ٹیکسی ڈرائیور کی باچھیں کھل گئیں۔ اس نے بڑے مؤدبانہ انداز میں سر ہلایا اور پھر ٹیکسی آگے بڑھا دی۔

"ساتھ ساتھ سڑکوں کے نام اور مشہور عمارتوں کے نام بھی بتلاتے چلو دوست"۔۔۔۔ شارپ وائی نے نرم لہجے میں کہا اور ٹیکسی ڈرائیور نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

عمران کار چلاتے ہوئے بڑی سنجیدگی سے سوچ رہا تھا۔ دارالحکومت میں بلیک کلارک کی موجودگی نے اسے سنجیدگی سے سوچنے پر مجبور کر دیا تھا۔ بلیک کلارک وہ فتنہ تھا کہ جہاں بھی وہ نظر آتا یہ بات تسلیم کر لی جاتی کہ اس جگہ تباہی و بربادی نے ڈیرے ڈال دیئے ہیں۔

عمران بھی سوچ رہا تھا کہ بلیک کلارک کی دارالحکومت میں موجودگی کو کیا معنی پہنائے۔ اچانک اس نے محسوس کیا کہ آگے جانے والی ٹیکسی خواہ مخواہ مختلف سڑکوں پر گھومنی شروع ہو گئی۔ عمران سمجھ گیا کہ بلیک کلارک کو تعاقب کا علم ہو گیا ہے۔ اب وہ مزید محتاط ہو گیا اور اس نے واچ ٹرانسمیٹر کا ونڈ بٹن کھینچا۔ جلد ہی رابطہ مل گیا۔

"ہیلو عمران سپیکنگ اوور"۔۔۔۔ عمران نے کہا۔

"یس۔۔۔۔ طاہر بول رہا ہوں جناب اوور"۔۔۔۔ دوسری طرف سے بلیک زیرو کی آواز سنائی دی۔

"طاہر!۔۔۔۔ صفدر کو کال کرو اور اسے کہو کہ وہ کار لے کر باہر نکل آئے اور مجھ سے ٹرانسمیٹر پر رابطہ قائم کرے۔۔۔۔ میں ایک خطرناک شخصیت کا تعاقب کر رہا ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ اسے ابھی سے ٹریپ کر لیا جائے۔ اوور"۔۔۔۔ عمران نے تفصیل بتلائی۔

"بہتر سر!۔۔۔۔ میں ابھی اسے حکم دے دیتا ہوں۔ اوور"۔۔۔۔ بلیک زیرو نے جواب دیا۔

"اوور اینڈ آل"۔۔۔۔ عمران نے کہا۔ اور پھر ونڈ بٹن دبا کر رابطہ ختم کر دیا۔

اب بلیک کلارک کی ٹیکسی بندرگاہ کی طرف جانے والی سنسان سڑک پر دوڑ رہی تھی۔ عمران خاموشی سے تعاقب کر رہا تھا۔ کافی دور جانے کے بعد اچانک سامنے والی ٹیکسی سڑک کے درمیان آڑی ہو کر رک گئی۔

شائد بلیک کلارک عمران سے الجھنا چاہتا تھا۔

عمران نے پہلے تو ہارن دیئے۔ پھر اس ٹیکسی کے قریب جا کر کار روک دی۔ جیب سے کلپ نکال کر وہ پہلے ہی ناک میں چڑھا چکا تھا۔ اس کے اس ریڈی میڈ میک اپ سے اس کی شکل کافی حد تک تبدیل ہو چکی تھی۔

عمران کی کار رکتے ہی ٹیکسی سے بلیک کلارک باہر نکلا اور پھر وہ تیزی سے عمران کی طرف بڑھا۔

"کیا بات ہے بھائی۔۔۔ کیوں سڑک روک دی۔۔۔ کیا پیٹ میں گڑبڑ محسوس ہو رہی ہے۔۔۔ میرے پاس مولی کا نمک موجود ہے۔۔۔ دوں"۔۔۔ عمران کار کا دروازہ کھول کر باہر نکل چکا تھا۔ اس کے چہرے پر معصومیت کے شدید تاثرات موجود تھے۔

بلیک کلارک اس کے قریب آ کر رک گیا۔

"تم میرا تعاقب کیوں کر رہے تھے"۔۔۔ اس کے لہجے میں ہلکی سی تلخی کی آمیزش موجود تھی۔

"تمہارا تعاقب۔۔۔ توبہ توبہ۔۔۔ میں تو لڑکیوں کا تعاقب کرنے کی ہمت نہیں رکھتا تمہارا تعاقب کر کے میں نے ڈیڈی سے مار کھانی ہے"۔۔۔ عمران نے بڑی معصومیت سے جواب دیا۔

اسی لمحے بلیک کلارک کا ہاتھ گھوم گیا۔ گو ہاتھ جچا تلا تھا مگر مقابل میں عمران تھا۔

عمران پھرتی سے جھک گیا اور بلیک کلارک کا ہاتھ فضا میں گھوم گیا۔

"ارے ارے۔۔۔ تم تو غنڈہ گردی پر اتر آئے۔۔۔ میں تو انتہائی شریف اور معصوم آدمی ہوں بھائی"۔۔۔ عمران کی زبان چل پڑی۔

بلیک کلارک اپنا پہلا وار خالی جاتا دیکھ کر اور زیادہ جھنجھلا گیا۔ اس نے عمران کے سیدھے ہوتے ہی اس کی ناک پر ٹکر مارنی چاہی۔ اس کا یہ خطرناک ترین واؤ تھا۔ جو بڑے بڑے جفادری انسان کو چت کر دیتا تھا۔

مگر عمران نے نہ صرف اس کی یہ ٹکر بچائی بلکہ پوری قوت سے ایک مکہ اس کے پیٹ پر دے مارا۔ مکہ کافی زوردار پڑا تھا اور بلیک کلارک کے منہ سے بے اختیار اوہ کی آواز نکل گئی اور وہ دوہرا ہوتا چلا گیا۔

"ارے ارے۔۔۔ میں بھلا کس قابل ہوں۔۔۔ مجھے کیوں سجدے کرنے لگے ہو"۔۔۔ عمران نے اسے اور زیادہ بھڑکایا۔

ٹیکسی ڈرائیور خاموشی سے ٹیکسی سے نکل کر یہ اچھل کود دیکھ رہا تھا۔

بلیک کلارک ایک جھٹکے سے سیدھا ہو گیا۔ اس کا چہرہ شدید غصے سے سرخ ہو رہا تھا اور آنکھیں انگاروں کی طرح دہک رہی تھیں۔ اسے شائد عمران جیسے معصوم اور بے ضرر آدمی سے اس طرح کے جوابی حملے کا خیال بھی نہیں ہو سکتا تھا۔

"تم کون ہو۔۔۔ سچ سچ بتلاؤ"۔۔۔ اس نے پھرتی سے جیب سے ریوالور نکال لیا۔

عمران اسی طرح مسمسی صورت بنائے کھڑا تھا۔

ادھر ٹیکسی ڈرائیور نے جب اپنے گاہک کو ریوالور نکالتے دیکھا تو وہ خوف زدہ ہو کر ٹیکسی میں بیٹھا اور دوسرے لمحے اس نے ٹیکسی آگے بڑھا دی۔ وہ شائد پولیس تھانے کے چکروں سے بچنا چاہتا تھا۔

"ارے ارے اس سے کرایہ تو لیتے جاؤ" ——— عمران نے یوں چیخ کر ٹیکسی ڈرائیور کو پکارا جیسے کرایہ ٹیکسی ڈرائیور کی بجائے اس نے خود لینا ہو۔

بلیک کلارک ٹیکسی کے سٹارٹ ہونے کی آواز پر بے اختیار مڑا۔ اور اسی لمحے عمران کی لات اس کے ہاتھ پر پڑی اور ریوالور اس کے ہاتھ سے نکل کر دور جا گرا۔

"ہاں — اب شرافت سے بات کرو — مجھے ریوالور سے بہت خوف آتا ہے اب ہو تو میں بھی جانتا ہوں کہ تمہارا اس کو چلانے کا ہرگز ارادہ نہیں ہوگا۔ مگر پھر بھی" ——— عمران نے بڑی معصومیت سے کہا۔

اور بلیک کلارک حیرت سے عمران کو دیکھنے لگا۔ اسے شائد عمران کی ٹائپ سمجھ میں نہیں آرہی تھی۔

عمران نے اسے یوں حیرت سے دیکھتے پایا تو بوکھلا کر سر پر ہاتھ پھیرنے لگا جیسے اسے خود بھی شک پڑ گیا ہو کہ کہیں اس کے سر پر سینگ تو نہیں اگ آئے۔

"تم اپنی اصلیت بتلاؤ" ——— بلیک کلارک کا لہجہ اس بار بے حد نرم تھا شائد اب وہ نرمی سے کام لینا چاہتا ہو۔

"چلو کار میں بیٹھو —— کہیں کیفے میں چل کر بیٹھتے ہیں — چائے بھی پیئیں گے اور انسان کی اصلیت پر بھی بحث کریں گے" ——— عمران نے اسے بڑی سوشل قسم کی آفر کرتے ہوئے کہا۔

"ہونہہ — چلو" ——— بلیک کلارک نے ایک لمحے سوچتے ہوئے کہا۔

عمران نے خوشی سے تالی بجائی جیسے اپنی آفر کی قبولیت پر اسے شدید قسم کی مسرت ہوئی ہو۔

بلیک کلارک ریوالور اٹھانے کے لیے مڑا۔

"ٹھہرو یار! —— تم تکلیف نہ کرو۔ میں خود ہی اٹھا لیتا ہوں" ——— عمران تیزی سے ریوالور کی طرف بڑھا۔

بلیک کلارک نے کوئی بات نہیں کی اور خاموشی سے کھڑا رہا۔

عمران ریوالور اٹھا کر واپس آیا۔ اس نے کار کا دروازہ کھولا اور پھر ساتھ والی سیٹ پر بلیک کلارک کو بیٹھنے کے لیے کہا۔ بلیک کلارک کار میں بیٹھ گیا۔ عمران نے کار واپس موڑی اور شہر کی طرف چل پڑا۔

"کیا تم اپنا تعارف نہیں کراؤ گے دوست" ——— ؟ عمران نے ہی خاموشی کو توڑتے ہوئے کہا۔

"مجھے کلارک کہتے ہیں" ——— بلیک کلارک نے اپنا مکمل نام بتانے سے گریز کرتے ہوئے کہا۔

"کلاک —— کیا مطلب —— ؟ کیا تم ٹائم بھی بتلاتے ہو —— ؟ ویسے کہاں کے ساختہ ہو، جرمنی کے یا سوئٹزرلینڈ کے" ——— ؟ عمران نے بڑی حیرت سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"کلاک نہیں — کلارک" ——— بلیک کلارک نے غصہ بھرے لہجہ میں کہا۔

"اوہ —— اچھا اچھا کلارک —— یعنی جسے ہم اپنی زبان میں کلرک کہتے ہیں —— کون سے آفس میں کام کرتے ہو" ——— ؟ عمران کے لہجے میں معصومیت کا تاثر مزید گہرا ہو گیا

"کیا تم پاگل ہو —— ؟ میں کلرک نہیں ہوں —— میرا نام کلارک ہے" ——— بلیک کلارک چڑ گیا۔

"اچھا اچھا تمہارا نام ہے —— مگر معاف کرنا دوست! تم نے یہ تھرڈ کلاس نام کیوں پسند کیا —— ؟ کوئی افسر وفسر نام رکھنا تھا —— یہ کلرک وغیرہ اچھا نہیں لگتا" ——— عمران نے بڑی ہمدردی سے اسے مشورہ دیتے ہوئے کہا۔

کلارک بھلا اسے کیا جواب دیتا۔ وہ خاموش رہا۔ اس نے نرمی صرف اس لیے برتی تھی تاکہ شہر تک پہنچ سکے۔

ٹیکسی والا بھاگ گیا تھا۔ اب اگر عمران بھی نکل جاتا تو اسے پیدل چل کر شہر آنا پڑتا۔ مگر اب اسے احساس ہوا تھا کہ اس کا پالا کسی پاگل سے پڑ چکا ہے۔

کار شہر میں داخل ہو چکی تھی۔

"مجھے یہیں اتار دو"۔۔۔۔ بلیک کلارک نے بڑے نرم لہجے میں عمران سے کہا

"کیوں۔۔۔؟ چلو کیفے میں چلتے ہیں"۔۔۔۔ عمران نے قدرے حیرت زدہ ہو کر کہا۔

"نہیں۔۔۔ بس تمہارا ساتھ یہیں تک کافی ہے"۔۔۔۔ بلیک کلارک واقعی پریشان ہو گیا تھا۔

"نہیں۔۔۔ ابھی تو میں نے اپنا تعارف کرانا ہے"۔۔۔۔ عمران نے اس دفعہ بڑی سنجیدگی سے کہا۔

"میں کہتا ہوں شرافت سے کار روک لو ورنہ"۔۔۔۔ بلیک کلارک کا لہجہ سخت ہو گیا۔

"یار کلرکوں والے لہجہ میں بات کرو۔۔۔۔ اب تم افسرانہ گفتگو پر اتر آئے ہو"۔۔۔ عمران نے چوٹ کی۔ ویسے اس نے کار کی سپیڈ بڑھا دی تھی۔

"شٹ اپ"۔۔۔۔ بلیک کلارک نے کہا اور دوسرے لمحے اس کے ہاتھ میں خنجر چمک رہا تھا۔ نجانے اس نے کس وقت خنجر نکال لیا تھا۔

"اچھا اچھا۔۔۔ ماشاءاللہ۔۔۔ یعنی آپ خنجر بھی رکھتے ہیں۔۔۔ واہ واہ۔۔۔ دکھانا کہاں کا بنا ہوا ہے۔۔۔ بڑا چمکدار ہے"۔۔۔۔ عمران نے یوں کہا جیسے بچے کسی چمکدار چیز پر رال بہانے لگ جاتے ہیں۔

"میں کہتا ہوں کار روکو"۔۔۔۔ بلیک کلارک نے خنجر کی نوک عمران کے پہلو سے لگا دی۔

اس کا لہجہ سنگدلی لئے ہوئے تھا۔ جیسے اب اگر عمران نے کار نہ روکی تو واقعی خنجر گھونپ دے گا۔

"یار تم واقعی برا مان گئے۔۔۔۔ وہ دیکھو سامنے والی بلڈنگ ایک مشہور کلب ہے اس میں دو منٹ بیٹھ کر چائے پیتے ہیں۔ پھر تم اپنے گھر۔۔۔ چلے جانا میں اپنے گھر۔۔۔ کیا فرق پڑتا ہے"۔۔۔۔ عمران نے بڑے دوستانہ لہجے میں کہا۔ کار کی سپیڈ اس نے کم نہیں کی تھی۔

بلیک کلارک چند لمحوں تک کچھ سوچتا رہا۔ پھر اس نے خنجر واپس اپنی جیب میں ڈال لیا اور اطمینان سے سیٹ سے پشت لگا کر بیٹھ گیا۔ شاید وہ دل ہی دل میں کوئی فیصلہ کر چکا تھا۔

جلد ہی کار اس عمارت کے گیٹ پر پہنچ گئی جس کی طرف عمران نے اشارہ کیا تھا۔

عمران کار سے نیچے اترا۔ ویسے اس نے انجن بند کر کے چابیاں ہاتھ میں لے لی تھیں شاید اسے خطرہ رہا ہو کہ وہ نیچے اترے تو کلارک کار لے کر فرار نہ ہو جائے۔ لیکن بلیک کلارک بڑے اطمینان سے بیٹھا رہا۔

عمران نے آگے بڑھ کر گیٹ پر لگی ہوئی کال بیل کا بٹن دبایا اور پھر دوبارہ کار میں آ کر بیٹھ گیا۔

"یہ کونسا کلب ہے"۔۔۔۔؟ بلیک کلارک نے پوچھا۔

"کلب الشیاطین"۔۔۔۔ عمران نے بڑی سنجیدگی سے جواب دیا اور بلیک کلارک شاید اس بھاری بھرکم نام سے مرعوب ہو گیا تھا۔

عمارت کا گیٹ کھلا اور پھر اس میں سے جوزف کی شکل نظر آئی۔ اس کی دونوں سائیڈوں پر ہولسٹروں میں ریوالور لٹکے ہوتے تھے۔ اور وہ اس وقت پوری وردی

میں تھا۔

عمران کو دیکھ کر جوزف نے خاموشی سے پورا گیٹ کھول دیا۔ اور عمران کار سٹارٹ کر کے اندر لیتا چلا گیا۔ اور پھر اس نے کار روکی اور پھر دروازہ کھول کر نیچے اتر آیا۔ بلیک کلارک بھی کار سے نیچے اتر آیا۔

جوزف گیٹ بند کر کے واپس آرہا تھا۔

"یہ کیسا کلب ہے جہاں نہ کوئی کار اور نہ کوئی آدمی نظر آرہا ہے"۔۔۔؟ بلیک کلارک نے قدرے مشکوک لہجے میں کہا۔

"کار بھی موجود ہے اور آدمی بھی ۔۔۔ بلکہ یہ دیکھو۔ یہ ڈبل آدمی ہے"۔۔۔ عمران نے جوزف کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا اور بلیک کلارک مسکرا دیا۔

عمران بلیک کلارک کو لے کر مخصوص کمرے کی طرف چل دیا۔ اس نے ہینڈل گھما کر دروازہ کھولا اور پھر وہ اور بلیک کلارک اندر داخل ہو گئے۔

"تم بیٹھو ۔۔۔ میں منیجر کو کھانے پینے کا کہہ آؤں"۔۔۔ عمران نے صوفے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"ٹھہرو ۔۔۔ تم میرے سامنے بیٹھو ۔۔۔ میں خطرے کی بو سونگھ رہا ہوں"۔۔۔ بلیک کلارک اب کافی حد تک مشکوک ہو چکا تھا۔

"خطرے کی بو ۔۔۔ کیا یہ کوئی نیا سینٹ ایجاد ہوا ہے"۔۔۔؟ عمران نے مضحکہ خیز انداز میں ناک سکوڑتے ہوئے کہا۔ جیسے وہ بھی بو سونگھنے کی کوشش کر رہا ہو۔

"میں کہتا ہوں تم کمرے سے باہر نہیں جا سکتے ۔۔۔ یا میں بھی ساتھ چلوں گا"۔ بلیک کلارک کا لہجہ سخت ہو گیا۔

"ارے تم تو بچوں کی طرح ڈر رہے ہو ۔۔۔ بے فکر رہو۔ یہ کمرہ آسیب زدہ نہیں

چلو اگر تمہیں ڈر لگ رہا ہے تو میں چوکیدار کو تمہارے ساتھ بٹھا دیتا ہوں ۔۔۔ ویسے اس سے آسیب وغیرہ کی بات نہ کرنا۔ وہ تم سے زیادہ ڈرپوک ہے"۔۔۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور پھر ایک جھٹکے سے وہ دروازے سے باہر نکل گیا۔

بلیک کلارک نے اس کے پیچھے جھپٹنا چاہا۔ مگر عمران باہر سے دروازہ بند کر چکا تھا۔

بلیک کلارک نے اپنی پوری قوت صرف کر دی مگر اس سے دروازہ نہ کھل سکا۔

عمران نے دروازہ بند کیا اور پھر جوزف سے مخاطب ہوا جو قریب کھڑا تھا۔

"تم ہوشیاری سے پہرہ دینا۔ میں ابھی آرہا ہوں"۔۔۔ عمران نے جوزف کو کہا۔

"او کے باس ۔۔۔ آپ قطعی بے فکر رہیں ۔۔۔ میں آپ کے ریڈی میڈ میک اپ سے ہی سمجھ گیا تھا کہ معاملہ سنجیدہ ہے"۔۔۔ جوزف نے جواب دیا۔

"اوہ ویری گڈ ۔۔۔ اب تمہاری عقل داڑھ نکلنا شروع ہو گئی ہے"۔۔۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور بلیک زیرو سے ملنے کے لیے آپریشن روم کی طرف بڑھتا چلا گیا۔



شارپ وائلی کی ٹیکسی مختلف سڑکوں سے گھومتی ہوئی جب ایک چوک سے بائیں ہاتھ کی طرف مڑی تو ایک اور کار نے اسے کراس کیا۔ شارپ وائلی کار کے اندر بیٹھے

ہوئے آدمیوں کو دیکھتے ہی ایک جھٹکے سے سیدھا ہو گیا۔

کار میں ڈرائیور کے ساتھ اسے بلیک کلارک بیٹھا ہوا نظر آ گیا تھا۔ بلیک کلارک کا چہرہ صرف ایک لمحے کے لیے اس کی نظروں میں آیا تھا، مگر ایک ہی لمحے میں اس نے وہ سب کچھ دیکھ لیا تھا جو شائد کوئی اور آدمی نہ دیکھ سکتا تھا۔

بلیک کلارک کے چہرے پر اسے الجھن، مجبوری اور قدرے بے بسی کی آمیزش صاف نظر آئی تھی۔ وہ کار کافی آگے جا چکی تھی۔

"اس کار کے پیچھے چلو ڈرائیور"۔۔۔ شارپ وائلی نے ڈرائیور کو حکم دیا۔

"جی۔۔۔ یعنی کہ تعاقب"۔۔۔ ڈرائیور اس نئی ہدایت پر گھبرا گیا۔

"ہاں۔۔۔ میرا ایک دوست اس میں جا رہا ہے۔۔۔ میں اس کی رہائش معلوم کرنا چاہتا ہوں"۔۔۔ شارپ وائلی نے بہانہ بنایا۔

ڈرائیور نجانے مطمئن ہوا تھا یا نہیں۔۔ بہرحال اس نے سپیڈ بڑھا دی تھی۔

مختلف سڑکوں پر سے ہوتے ہوتے انہیں سامنے والی کار ایک عظیم الشان عمارت کے گیٹ کے سامنے رکتی نظر آئی۔

"ٹیکسی سائیڈ میں روک لو"۔۔۔ شارپ وائلی نے ڈرائیور سے کہا۔

ڈرائیور نے ٹیکسی ایک سائیڈ پر روک دی۔

اس سڑک پر ٹریفک کافی سے زیادہ تھی، اس لیے شارپ کو اطمینان تھا کہ اسے چیک نہیں کیا جا سکا ہو گا۔

چند لمحوں بعد اس نے گیٹ کھلتے دیکھا۔ عمارت کا گیٹ کھولنے والا ایک دیو ہیکل حبشی تھا۔ پھر کار اندر چلی گئی اور گیٹ دوبارہ بند ہو گیا۔

"یہ کونسی عمارت ہے"۔۔۔؟ شارپ نے ڈرائیور سے پوچھا۔

"معلوم نہیں جناب۔۔۔ ویسے اس کا گیٹ ہمیشہ بند ہی رہتا ہے۔۔۔ شائد کسی

نواب کا محل ہو گا"۔۔۔ ڈرائیور نے معلومات کا رعب جھاڑتے ہوئے کہا۔

"اچھا ٹھیک ہے۔۔۔ آگے چلو اور مجھے کسی نزدیکی کیفے میں اتار دینا"۔۔۔ شارپ وائلی نے کہا۔

ڈرائیور نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے ٹیکسی آگے بڑھا دی۔

ٹیکسی جب اس عمارت کے سامنے سے گزری تو شارپ نے عمارت کو کافی غور سے دیکھا۔ عمارت قلعہ نما تھی۔ بے حد اونچی اونچی دیواریں اور بلند و بالا آہنی گیٹ نے اسے کچھ سوچنے پر مجبور کر دیا۔ وہ حیران تھا کہ کلارک اس عمارت میں کیوں گیا ہے۔ ویسے اب اسے یقین تھا کہ کلارک اپنی مرضی سے اندر گیا ہے۔ کیونکہ وہ بڑے اطمینان سے کار میں بیٹھا تھا۔

جلد ہی ٹیکسی ایک کیفے کے گیٹ پر رک گئی۔ شارپ وائلی نیچے اترا۔ اس نے میٹر دیکھ کر کرایہ ادا کیا اور ساتھ ہی پانچ روپے کا ایک نوٹ بطور ٹپ۔

ڈرائیور نے اتنی موٹی ٹپ کے پیش نظر شارپ کو بے حد مؤدبانہ انداز میں سلام کیا مگر شارپ لاپرواہی سے کیفے کے اندر داخل ہو گیا۔

کیفے کا چھوٹا سا ہال تقریباً خالی ہی تھا۔ اکا دکا آدمی مختلف میزوں پر نظر آ رہے تھے۔

شارپ نے ایک ایسا کونہ ڈھونڈا جو کافی حد تک تاریکی میں تھا اور جہاں کافی فاصلے پر کوئی آدمی موجود نہیں تھا۔ وہ کرسی پر جا کر بیٹھ گیا۔ اس کے وہاں بیٹھتے ہی ایک بیرہ اس پر نازل ہو گیا۔

"کافی لاؤ"۔۔۔ شارپ نے اسے آرڈر دیا۔

تھوڑی دیر بعد بیرے نے کافی اس کی میز پر رکھ دی۔

شارپ نے ادھر ادھر دیکھا اور ہاتھ میں بندھی ہوئی گھڑی کے ڈائل پر ایک سرخ رنگ کے بٹن کو تین مرتبہ دبایا۔ گھڑی کا ڈائل روشن ہو گیا۔ اور بارہ کا ہندسہ جلنے بجھنے لگا۔

اس نے کافی کی پیالی اٹھائی اور پھر اسے منہ کے قریب لے آیا۔ کافی کی پیالی اس نے دائیں ہاتھ میں پکڑ رکھی تھی۔ اب گھڑی اس کے منہ کے قریب تھی۔ پھر اس میں سے ایک ہلکی سی سیٹی کی آواز ابھری جسے اس نے بخوبی سن لیا۔

" ہیلو زیرو ون سپیکنگ اوور"

" زیرو ٹو اوور" ۔۔۔ شارپ نے پیالی منہ سے علیحدہ کر کے آہستہ سے کہا۔ ویسے وہ ادھر ادھر دیکھ رہا تھا مگر اس کی طرف کوئی آدمی متوجہ نہیں تھا۔ اس لیئے وہ مطمئن ہو گیا۔

زیرو ٹو تم کہاں سے بول رہے ہو۔ اوور" ۔۔۔ دوسری طرف سے زیرو ون نے سوال کیا۔ اس کے لہجے میں شدید الجھن نمایاں تھی۔

" جس عمارت میں تم گئے ہو۔ میں اس کے ایک قریبی کیفے میں موجود ہوں۔ اوور" ۔۔۔ شارپ نے جواب دیا۔

" زیرو ٹو ۔۔۔ میں عجیب الجھن میں ہوں ۔۔۔ مجھے بتایا گیا ہے کہ یہ ایک کلب ہے مگر اب میں ایک کمرے میں قید ہوں اوور" ۔۔۔ دوسری طرف سے بلیک کلارک کی آواز سنائی دی۔

" اوہ! ۔۔۔ زیرو ون تمہارے ساتھ شاید دھوکہ ہوا ہے مگر میں حیران ہوں کہ تم اتنے اطمینان سے اس عمارت میں کیوں گئے ہو۔ اوور" ۔۔۔ شارپ کے لہجے میں ہلکی سی طنز تھی۔

" زیرو ٹو ۔۔۔ دراصل میں اس پاگل کی معصومیت کے فریب میں آگیا ہوں ۔۔۔ وہ عجیب و غریب شخص ہے ۔۔۔ بیک وقت سمجھدار بھی ہے ۔۔۔ پاگل بھی ۔۔۔ معصوم بھی۔ اور بہترین فائٹر بھی ہے۔ اوور" ۔۔۔ بلیک کلارک نے عمران کی صفتیں گنواتے ہوئے جواب دیا۔

" اوہ! ۔۔۔ یہ کہیں وہی بیوقوف عمران نہ ہو جس کے متعلق ہماری فائل میں نوٹنگ درج ہے۔ اوور" ۔۔۔ شارپ نے کچھ چونک کر کہا۔

" ارے ۔۔۔ اوہ اب میں سمجھ گیا ۔۔۔ یہ واقعی عمران ہے۔ مجھے اس کی شکل کچھ کچھ اس کی شکل سے مشابہ معلوم ہو رہی تھی مگر یاد نہیں آ رہا تھا ۔۔۔ اب میں سمجھ گیا ۔۔۔ وہ یقیناً سے میک اپ میں ہے۔ اوور" ۔۔۔ بلیک کلارک کے طویل سانس لینے کی آواز شارپ کے کانوں میں واضح طور پر پہنچی۔ جیسے اسے کسی گہری الجھن سے نجات مل گئی ہو۔

" زیرو ون! ۔۔۔ اگر یہ واقعی عمران ہے تو اس کا مطلب ہے کہ تم صحیح جگہ پہنچ گئے ہو ۔۔۔ یہ عمارت ضرور دانش منزل ہو گی ۔۔۔ ایکسٹو کا پُراسرار مسکن۔ اوور" ۔۔۔ شارپ کے لہجے میں مسرت کی آمیزش تھی۔

" ویری گڈ زیرو ٹو ۔۔۔ فی الحال تم مجھ سے زیادہ ہوشیار جا رہے ہو ۔۔۔ نجانے اس ملک کی آب و ہوا کیسی ہے کہ میری تمام صلاحیتوں کو زنگ لگتی جا رہی ہے۔ اوور" ۔۔۔ بلیک کلارک نے جواب دیا۔ اور شارپ وائلی دھیرے سے مسکرا دیا۔

جس مسئلے پر کل سے سوچ بچار کرتے دماغ پچی ہو رہا تھا۔ وہ آج بلیک کلارک کی بدولت خود بخود حل ہو گیا تھا۔

" اچھا ۔۔۔ اب کیا پروگرام ہے اوور" ۔۔۔ ؟ اس نے جواب دیا۔

" ٹھہرو کوئی آ رہا ہے ۔۔۔ باقی باتیں بعد میں ۔۔۔ ہوشیار۔ اوور اینڈ آل" ۔۔۔ بلیک کلارک کی آواز آنی بند ہو گئی۔

شارپ وائلی نے ایک طویل سانس لے کر بٹن بند کر دیا۔ اور پھر بقیہ کافی کو ایک ہی جھٹکے سے حلق میں انڈیل لیا۔

اب وہ سوچ رہا تھا کہ کیا کیا جائے۔ یہ تو اسے اچھی طرح علم تھا کہ بلیک کلارک اب پوری طرح ہوشیار ہو چکا ہے چنانچہ اب اس کے لیے کوئی خطرہ نہیں۔ وہ اکیلا ہی ایک پوری فوج کے لیے کافی ہے۔ مگر اب وہ خود کیا کرے۔ یہی الجھن تھی جس کا حل اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا

آخر سوچ سوچ کر اس نے یہی حل نکالا کہ اس عمارت کی نگرانی کرے اور اندر جانے اور باہر آنے والے ہر فرد کو نگاہ میں رکھے۔ یہ فیصلہ کر کے وہ کرسی سے اٹھا۔ اس نے ایک نوٹ ایش ٹرے کے نیچے دبایا اور پھر تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا کیفے سے باہر نکل آیا۔



صفدر نے ڈرائیور کو رکنے کا اشارہ کیا اور ڈرائیور نے ٹیکسی روک دی۔ صفدر نے نیچے اتر کر کرایہ ادا کیا اور پھر سڑک کراس کرنے کے لیے موقع کا انتظار کرنے لگا۔ ٹیکسی آگے بڑھ گئی۔

چند لمحوں بعد صفدر سڑک کراس کر چکا تھا۔ پھر وہ تیز تیز چلتا ہوا سامنے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ جلد ہی ایک چوک مڑ کر وہ ایک بلند و بالا عمارت کے سامنے پہنچ گیا۔ یہ وزارت خارجہ کا دفتر تھا۔ اس وقت شام کافی ڈھل چکی تھی۔ اس لیے دفتر بند ہو چکا تھا۔ مگر دفتر کے بڑے سے بند گیٹ کے سامنے ملٹری پولیس پہرہ دے رہی تھی۔

صفدر اچھی طرح جانتا تھا کہ اندر بھی ملٹری پولیس بکھری ہوئی ہو گی۔ لیکن اسے ہر قیمت پر اندر جانا تھا۔ وہ اس عمارت کے قریب سے گزرتا چلا گیا۔ اور پھر مختلف سڑکوں سے گزرتا ہوا جلد ہی وہ ایک ایسی سڑک پر آن پہنچا جہاں اس عمارت کی پشت تھی۔ کوئی ایسا راستہ نظر نہیں آ رہا تھا جہاں سے وہ عمارت کے اندر داخل ہو سکتا۔ اس نے بے چینی سے ادھر اُدھر دیکھا۔ اس کی نظر ایک کھڑکی پر پڑی۔ یہ عمارت کے سامنے تین منزلہ ہوٹل کی کھڑکی

تھی جس میں سے ایک آدمی باہر سڑک پر جھانک رہا تھا۔
ہوٹل خاصا شاندار تھا اور یہ ہوٹل کی پشت تھی۔ اس جیسی بے شمار کھڑکیاں موجود تھیں۔ سڑک بڑی تنگ سی تھی اس لیے دونوں عمارتوں کا فاصلہ ضرورت سے زیادہ کم تھا۔

صفدر چند لمحے سوچتا رہا۔ پھر وہ ہوٹل کے مین گیٹ تک پہنچ گیا۔
"ایک کمرہ بک کر دیجئے" ——— صفدر نے ہوٹل کے ریسپشنسٹ سے کہا۔
ریسپشنسٹ نے مسکرا کر اثبات میں سر ہلا دیا اور بورڈ سے ایک چابی نکال کر پاس کھڑے پورٹر کو دی۔

رجسٹر میں ضروری اندراجات کرانے کے بعد صفدر پورٹر کی رہنمائی میں لفٹ میں سوار ہو گیا۔ اسے تیسری منزل کا کمرہ نمبر ۲۰۵ الاٹ کیا گیا تھا۔ پورٹر نے دروازہ کھولا اور پھر صفدر نے اسے ٹپ دے کر واپس کر دیا گیا۔ اس نے دروازہ بند کیا اور پھر محتاط نظروں سے اس کمرے کا جائزہ لیا۔ پھر وہ سامنے موجود کھڑکی کی طرف بڑھ گیا۔

صفدر نے کھڑکی کھولی تو باہر جھانک کر اسے بے حد خوشی ہوئی کہ اتفاق سے اسے اسی سائیڈ کا کمرہ ملا تھا جس کی دوسری سمت وزارت خارجہ کی عمارت تھی۔ اس نے نیچے سڑک پر جھانکا۔ سڑک تقریباً سنسان ہی تھی۔ کبھی کبھار اکا دکا کار یا آدمی گزرتا ہوا نظر آتا تھا۔ وہ کھڑکی میں کھڑا سچویشن کا اندازہ کرنے لگا۔

اس کے ذہن میں عجیب سے خیالات گردش کر رہے تھے۔ وہ خود اپنے ہی ملک میں ملک کا ذمہ دار فرد ہونے کے باوجود بظاہر ایک بھیانک جرم کا مرتکب ہونے والا تھا۔ وزارت خارجہ کی عمارت میں چوروں کی طرح گھستا اسے عجیب سا تجربہ محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ زندگی میں پہلی بار کسی عمارت میں گھس رہا ہو۔ اس کے جسم میں سردی کی لہر دوڑ گئی اور اس نے بے اختیار ادھر اُدھر دیکھنا شروع کر دیا جیسے کسی کھڑکی میں

سے عمران کی شوخ آنکھیں اس کا مسلسل جائزہ لے رہی ہوں پھر اسے اپنے اس خیال پر خود ہی ہنسی آگئی۔

سامنے عمارت کی ایک کھڑکی کھلی ہوئی تھی اور وہ کھڑکی صفدر والی کھڑکی کے عین مقابل تھی مگر یہ درمیانی فاصلہ اس کے لیے پل صراط بن گیا۔ اور اب وہ اسی مسئلے پر غور کر رہا تھا کہ اس درمیانی فاصلے کو کس طرح طے کیا جائے۔

ظاہر ہے اب وہ جاسوسی ناولوں کے کرداروں کی طرح ایک ہی چھلانگ میں ایک عمارت سے دوسری عمارت میں جانے سے تو رہا۔ اس کے لیے تو اسے کوئی نہ کوئی ٹھوس لائحہ عمل اختیار کرنا پڑے گا۔

چند منٹ تک سوچنے کے بعد آخرکار وہ واپس کمرے میں آکر آرام کرسی پر بیٹھ گیا۔ اسے کوئی ایسی صورت نظر نہیں آرہی تھی جس کے ذریعے وہ دوسری عمارت تک پہنچ سکتا۔ اور اس نے جانا بھی ضروری تھا۔

کافی دیر تک سوچ بچار کرنے کے بعد آخر اس نے ایک راہ نکال ہی لی۔ اس نے دروازہ اندر سے لاک کیا اور پھر بستر کی چادر اٹھا کر اسے پٹیوں کی صورت میں پھاڑنا شروع کر دیا۔ جلد ہی کمرے میں پٹیوں کا ڈھیر موجود تھا۔ اس نے پٹیوں کو ایک دوسری سے اچھی طرح باندھا اور پھر انہیں بل دینا شروع کر دیا۔ جلد ہی ایک لمبی اور مضبوط رسی تیار ہو گئی اس نے زور لگا کر رسی کی مضبوطی کا اندازہ لگایا۔ بل کھانے کی وجہ سے رسی کافی حد تک مضبوط ہو چکی تھی۔

صفدر نے باتھ روم میں جا کر دیوار سے ٹاول راڈ اکھاڑا اور پھر رسی کے ایک سرے پر اس راڈ کو باندھ دیا۔ اب ایک ریڈی میڈ کمند تیار ہو گیا تھا۔ وہ دوبارہ کھڑکی کے قریب آیا اس نے ادھر ادھر دیکھا اور جب کسی آدمی کو اپنی طرف متوجہ نہ دیکھا تو اس نے رسی کا دوسرا سرا بائیں ہاتھ میں پکڑا اور پھر دائیں ہاتھ سے راڈ پکڑ کر بازو کھڑکی سے باہر نکال کر پوری قوت مگر محتاط طریقے سے اس نے وہ راڈ کھلی کھڑکی کے اندر پھینک دیا۔ ایک ہلکا سا دھماکہ ہوا اور راڈ سیدھا وزارت خارجہ کی عمارت کی کھڑکی کے اندر چلا گیا۔ صفدر تھوڑا سا پیچھے ہٹ گیا۔ پھر اس نے رسی کو کھینچا اور اسے یہ محسوس کر کے انتہائی خوشی ہوئی کہ اس کی توقع کے مطابق راڈ کسی چیز میں پھنس چکا تھا۔ اس نے رسی کو اور زیادہ طاقت سے کھینچا۔ رسی تن گئی۔ کچھ دیر کی طاقت آزمائی کے بعد وہ مطمئن ہو گیا۔ اس نے رسی کا دوسرا سرا اچھی طرح کھینچ کر فرش میں گڑے ہوئے پلنگ کے پائے سے مضبوطی سے باندھ دیا۔

اب صفدر کو دوسری عمارت میں جانے کے لیے ایک سہارا مل گیا تھا۔ اس نے ایک بار پھر رسی کی مضبوطی کا اندازہ کیا۔ اب اس کی زندگی اور موت کا دارومدار اسی رسی پر تھا۔ اگر یہ رسی ٹوٹ جائے تو وہ دوسری منزل سے نیچے گر پڑتا اور پھر جو حشر اس کا ہوتا وہ اظہر من الشمس تھا۔

صفدر نے ایک بار پھر اردگرد کے ماحول کا جائزہ لیا۔ اب رات کافی گہری ہو چکی تھی سڑک قطعی سنسان تھی۔ چنانچہ خدا کا نام لے کر وہ کھڑکی سے باہر نکل آیا۔ اس نے ایک ہاتھ سے کھڑکی کی چوکھٹ کو پکڑا اور دوسرا ہاتھ رسی کو ڈال دیا۔

چند لمحے تک وہ اسی پوزیشن میں رہا۔ دوسرے لمحے اس نے کھڑکی کی چوکھٹ چھوڑ دی اور دوسرے ہاتھ سے بھی رسی پکڑ لی۔ ایک زوردار جھٹکا لگا اور رسی سے چرچراہٹ کی آواز آئی۔ صفدر کا دل ڈوب گیا۔ رسی کافی حد تک جھک آئی تھی۔ مگر پھر اس کی چرچراہٹ کم ہو گئی۔ صفدر نے نیچے نظر ڈالی تو اسے خوف محسوس ہونے لگا۔ پھر وہ احتیاط سے آگے بڑھنے لگا۔

ہر چند انچوں کے بعد رسی کی چرچراہٹ کی آواز آتی اور صفدر کے اعصاب میں سردی کی تیز لہر دوڑ جاتی۔ وہ احتیاط سے آگے بڑھتا رہا۔ اسے رسی ٹوٹنے کے علاوہ

ایک اور خطرہ یہ بھی تھا کہ اس کے جمناسٹک کے اس کھیل کو کہیں پیچھے سے یا ہوٹل کی کسی اور کھڑکی سے چیک نہ کر لیا جائے۔ اب وہ دوسری طرف کی کھڑکی کے قریب ہوتا چلا جا رہا تھا۔

آخر خدا خدا کر کے اس نے دوسری کھڑکی پر ہاتھ ڈال دیا اور پھر ایک جھٹکے سے وہ کھڑکی کے اندر موجود تھا۔ اس کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔ اس نے ایک لمحے تک ہاتھوں کو زور سے ملا اور پھر اس نے کمرے میں نگاہ ڈالی۔ یہ چھوٹا سا کمرہ تھا جو لیٹرین کے طور پر استعمال ہوتا تھا۔ اور اسی لیے اس کی کھڑکی کے متعلق بھی لاپرواہی برتی گئی تھی ورنہ کسی آفس کی کھڑکی کھلی چھوڑ دینا قواعد کی رو سے سخت ترین جرم تھا۔

صفدر نے لیٹرین کا دروازہ کھولا اور پھر وہ دوسری طرف چلا گیا مگر باہر سے شاید تالا لگا دیا گیا تھا۔ اس نے سائیڈ کی کھڑکی سے زور آزمائی کی۔ اسے خطرہ تھا کہ کہیں باہر سے سلاخیں نہ فٹ ہوں۔ مگر جب اس نے کھڑکی کھولی تو سلاخیں موجود نہیں تھیں وہ خاموشی سے باہر نکل آیا۔

یہ ایک طویل کاریڈور تھا۔ پھر وہ محتاط قدموں سے چلتا ہوا کاریڈور میں آگے بڑھنے لگا۔ زیرو پاور کے کئی بلب کاریڈور کو روشن کیے ہوئے تھا۔ وہ آفیسز کے باہر لگی ہوئی نیم پلیٹوں سے اندازہ کرتا چلا گیا کہ یہ دفاتر کن کن آفیسران کے ہیں۔

جلد ہی کاریڈور کے کونے میں ایک کمرے کے دروازے کے باہر اسے "سیکرٹری وزارت خارجہ" کی نیم پلیٹ نظر آ گئی۔ یہی اس کا مطلوبہ کمرہ تھا۔ اس نے ادھر ادھر دیکھا اور پھر جیب سے ایک تار نکال کر دروازے کے آٹومیٹک لاک میں داخل کر دی۔ ایک دو دفعہ تار کو ادھر ادھر گھمانے سے ہلکی سی کھٹک ہوئی اور تالا کھل گیا۔ اس نے دروازہ کھولا اور اندر داخل ہو گیا۔ بہترین طور پر سجا ہوا یہ کمرہ پنسل ٹارچ کی روشنی میں اس کے سامنے تھا۔

یہ سلطان کا دفتر تھا۔ سامنے میز پر دو تین ٹیلیفون سیٹ موجود تھے۔ اس نے بغور ٹیلیفون کو چیک کیا اور پھر ایک سبز رنگ کے ٹیلیفون پر اس کی نظریں جم گئیں۔ اس کی تار دیوار میں ایک کافی بڑے جوائنٹ پلگ سے منسلک تھی۔

صفدر نے وہیں بیٹھ کر جوائنٹ پلگ کا ڈھکن اتارا اور پھر جیب سے ایک چھوٹا سا آلہ نکال کر اسے جوائنٹ پلگ کے اندر دو جوائنٹس سے جوڑ دیا۔ یہ وائرلیس ٹیپ ریکارڈر تھا۔ اسے اچھی طرح فٹ کر کے اس نے ڈھکن دوبارہ لگا دیا۔ اب اس کا کام ختم ہو چکا تھا اس نے محتاط نظروں سے ایک بار پھر کمرے کا جائزہ لیا۔ اور پھر جیب سے رومال نکال کر جوائنٹ پلگ کو اچھی طرح صاف کر دیا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ اس کی انگلیوں کے نشان جوائنٹ پلگ پر رہ جائیں۔ ہر طرف سے مطمئن ہو کر وہ کمرے سے باہر نکل آیا اور پھر اس نے دروازہ بند کیا اور لاک بند ہو گیا۔

اب وہ دوبارہ کاریڈور میں چلنے لگا۔ جلد ہی وہ اس کھڑکی تک پہنچ گیا جہاں سے وہ کاریڈور میں داخل ہوا تھا۔

کمرے کے اندر داخل ہو کر اس نے کھڑکی بند کی۔ اس کی سطح کو رومال سے صاف کیا اور پھر دوبارہ لیٹرین میں آ گیا۔ اس نے دیکھا کہ رسی سے بندھا ہوا راڈ واش بیسن کے راڈ میں پھنسا ہوا تھا۔ اس نے وہاں سے اسے نکال کر اس طرح سیٹ کیا کہ اگر وہ ایک مخصوص زاویے سے کھینچتا تو راڈ باہر نکل آتا۔ اب اس نے کھڑکی سے باہر جھانکا اور پھر وہاں کسی کو نہ پا کر وہ دوبارہ رسی سے لٹک گیا۔ اب اس کی حرکات میں پہلے سے زیادہ تیزی تھی۔

لیکن ابھی اس نے آدھا راستہ ہی طے کیا تھا کہ اچانک رسی کی چڑچڑاہٹ میں تیزی پیدا ہو گئی۔ رسی ٹوٹ رہی تھی یا شاید راڈ کی طرف سے رسی کی گانٹھ کھل رہی تھی۔ بہرحال کچھ بھی ہو۔ رسی میں تیزی سے جھٹکا آتا جا رہا تھا۔ صفدر اس وقت عین

درمیان میں تھا۔ اس نے نیچے نظر ڈالی تو اس کا دل ڈوب گیا۔

اب نیچے گرنے میں چند ہی لمحے رہ گئے تھے۔ دو منزل نیچے سڑک پر گرنے کا حشر وہ اچھی طرح جانتا تھا اور رسی تیزی سے نیچے جھکتی چلی جا رہی تھی۔ پھر ایک زوردار چڑچڑاہٹ ہوئی اور



عمران جیسے ہی آپریشن روم میں داخل ہوا۔ بلیک زیرو اس کے استقبال کے لیے اٹھ کھڑا ہوا۔

" یہ آپ کیسے لے آتے ہیں" ——— ؟ اس نے بے چین لہجے میں سوال کیا۔

" اپنے ہونے والے سسر کو" ——— عمران نے ایک کرسی پر بیٹھتے ہوئے جواب دیا۔ اور بلیک زیرو کے ہونٹوں پر بے اختیار مسکراہٹ تیرتی چلی گئی۔

" تو کیا آپ کو سسرال بھی یورپ میں ملے ہیں" ——— ؟ بلیک زیرو نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

" یہ تو اپنا اپنا مقدر ہے بلیک زیرو ——— ہو سکتا ہے کہ تمہاری سسرال کہیں افریقہ کے وحشی قبیلے میں موجود ہو ——— وہ علاقہ بھی بلیک لینڈ کہلاتا ہے اور تم بھی بلیک زیرو ہو" ——— عمران نے جوابی طنز کیا۔ اور بلیک زیرو کٹ کر رہ گیا۔

" اچھا ——— پہلے یہ بتلاؤ کہ میں نے تمہیں ٹرانسمیٹر پر کال کیا تھا۔ تم نے میرے حکم کی تعمیل کیوں نہیں کی" ——— ؟ عمران کا لہجہ بے پناہ سنجیدگی لیے ہوئے تھا۔

" سر ——— دراصل بات یہ ہے کہ آپ کی کال ملتے ہی میں نے صفدر کو کال کیا، مگر کسی نے فون نہیں اٹھایا ——— پھر میں نے باری باری تمام ممبروں کو کنکٹ کیا مگر کوئی بھی ممبر اپنے فلیٹ پر نہیں ملا ——— حتیٰ کہ جولیا بھی غائب تھی ——— سب جگہوں سے مایوس ہو کر میں آپ کو کال کرنے والا تھا کہ آپ گیٹ پر پہنچ گئے" ——— بلیک زیرو نے بڑے مودبانہ لہجے میں جواب دیا۔

" تو یہ سب گدھے اکھٹے کہاں غائب ہو گئے ہیں" ——— عمران نے الجھن زدہ لہجے میں کہا۔

" میں بھی حیران ہوں کہ ان سب پر کیا آفت آن پڑی کہ کوئی بھی نہیں ملا" ——— بلیک زیرو کے لہجے میں تشویش کی جھلکیاں تھیں۔

" کہیں یہ پکنک وغیرہ منانے نہ چلے گئے ہوں ——— آجکل مفت کی روٹیاں توڑ رہے ہیں" ——— عمران نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

" نہیں سر ——— وہ پوچھے بغیر نہیں جا سکتے ——— آج تک تو ایسا کوئی واقعہ پیش نہیں آیا" ——— بلیک زیرو نے جواب دیا۔

" ہونہہ" ——— عمران چند لمحے کچھ سوچتا رہا۔ پھر اس نے ٹیلیفون اپنی طرف کھینچا اس نے نمبر ڈائل کئے اور رسیور کان سے لگا لیا۔ جلد ہی رابطہ مل گیا۔

" کون بول رہا ہے" ——— ؟ دوسری طرف سے ایک سپاٹ سی آواز آئی۔

" عمران بول رہا ہوں" ——— عمران نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔

" یس سر" ——— دوسری طرف سے بولنے والا شاید عمران کا نام سن کر بوکھلا گیا تھا۔

" ٹائیگر ——— تمام ہوٹلوں کو چیک کرو اور پتہ کرو کہ سیکرٹ سروس کے ممبرز آج کہاں

اکٹھے ہوتے ہیں ـــــ اور مجھے زیرو دن وائرلیس ٹرانسمیٹر پر رپورٹ دو۔ فوراً" ـــــ عمران نے کرخت لہجے میں اسے حکم دیا۔

"بہتر سر ـــــ میں ابھی پتہ کرتا ہوں" ـــــ ٹائیگر نے انتہائی مؤدبانہ انداز میں جواب دیا۔

عمران نے رسیور رکھ دیا اور خاموش بیٹھ گیا۔

بلیک زیرو کے لیے ٹائیگر کی شخصیت نئی تھی۔ اسے نہیں معلوم تھا کہ ٹائیگر کون ہے اور اس کا عمران سے کیا تعلق ہے۔ آج پہلی بار یہ نام اس کے سامنے آیا تھا۔ پھر وہ عمران سے مرعوب بھی تھا۔ دوسرا اسے سیکرٹ سروس کے ممبران کا بھی علم تھا۔ ایک عجیب مسئلہ تھا۔ مگر عمران کا موڈ ایسا تھا کہ وہ اپنے اندر ٹائیگر کے متعلق سوال کرنے کی جرأت نہ پا رہا تھا۔ مگر چند لمحوں کی شدید کشمکش کے بعد آخر اس سے نہ رہا گیا اور اس نے ڈرتے ڈرتے سوال کیا۔

"عمران صاحب! ـــــ یہ ٹائیگر کون ہے؟"

عمران چونک پڑا۔ وہ بغور چند لمحوں تک بلیک زیرو کی آنکھوں میں دیکھتا رہا جیسے فیصلہ نہ کر پا رہا ہو کہ ٹائیگر کے متعلق بلیک زیرو کو آگاہ کرے یا نہیں۔ پھر اس نے ایک طویل سانس لی۔

"یہ میں نے ایک نیا ایجنٹ مقرر کیا ہے ـــــ انوکھی خصوصیات کا مالک ہے اور براہِ راست میری ماتحتی میں کام کرے گا ـــــ ایکسٹو سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ سیکرٹ سروس کے تمام ممبران کو اسے دکھا دیا گیا ہے تاکہ یہ درپردہ ان کی نگرانی بھی کرے اور آزاد رہ کر دوسرے کام بھی لیے جا سکیں" ـــــ عمران نے ٹائیگر کا تفصیلی تعارف کرا دیا۔

"ٹھیک ہے" ـــــ بلیک زیرو نے جواب دیا۔ اب مزید تفصیل پوچھنے کی اس

میں ہمت ہی نہیں تھی اور پھر وہ جانتا تھا کہ عمران نے جتنا مناسب سمجھا اتنا بتا دیا ہے اس لیے مزید تفصیل پوچھنا فضول ہی ہوتا اور نہ ہی عمران سے یہ توقع رکھی جا سکتی تھی کہ وہ نہ چاہتے ہوئے مزید بتلا دیتا۔ اس لیے بلیک زیرو نے خاموشی ہی میں عافیت سمجھی۔

"اچھا ـــــ میں ذرا اپنے سُسر سے ملاقات کر لوں ـــــ واپس آ کر تم سے بات کرتا ہوں" ـــــ عمران نے کرسی سے اٹھتے ہوئے کہا۔

"مگر ذرا خیال رکھیے ـــــ آپ اپنی حرکتوں سے رشتہ نہ تڑوا بیٹھیں" ـــــ بلیک زیرو نے مسکراتے ہوئے کہا۔

عمران تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا مخصوص کمرے کی طرف بڑھا۔ مخصوص کمرے کے سامنے جوزف اٹینشن کھڑا تھا۔ اس کے دونوں ہاتھ پہلوؤں پر لٹکے ہوئے ریوالوروں کے دستوں پر تھے اور آنکھیں کسی کار کی بیک لائٹ کی طرح خطرے کا احساس دلا رہی تھیں

عمران نے دروازے کے اوپر مخصوص بٹن دبایا اور پھر ہینڈل گھماتے ہی دروازہ کھل گیا۔ اور وہ اندر داخل ہو گیا۔

عمران نے دروازہ بند کر دیا۔ بلیک کلارک سامنے صوفے پر بڑے اطمینان سے بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے اندر داخل ہونے پر وہ اٹھا نہیں بلکہ اسی طرح اطمینان سے صوفے پر بیٹھا رہا۔

"کیا حال ہے کلرک صاحب" ـــــ عمران نے اس کے سامنے صوفے پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"تم کون ہو ـــــ؟ اور مجھے یہاں کیوں لائے ہو" ـــــ؟ بلیک کلارک نے بڑے مطمئن لہجے میں سوال کیا۔

"مجھے پرنس آف ڈھمپ کہتے ہیں" ـــــ عمران نے اپنا تعارف کراتے ہوئے کہا

"بکواس ہے ـــــ تم عمران ہو۔ میں اچھی طرح جانتا ہوں ـــــ اور یہ جگہ دانش منزل

کہلاتی ہے ـــ سیکرٹ سروس کے چیف ایکسٹو کی ٹھنڈرس قیام گاہ" ـــ بلیک کلارک انکشاف کرتا چلا گیا۔

ایک لمحے کے لیے عمران کی آنکھوں میں حیرت کے تاثرات اُبھرے مگر پھر وہ پُرسکون ہو گیا۔

"تم نے جملہ بھی لفظ بکواس سے شروع کیا ہے تو ظاہر ہے تم نے جو کچھ کہا ہے بکواس ہے" ـــ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"جیسا تم سمجھ لو ـــ لیکن میں نے جو کچھ کہا ہے قطعی ٹھیک ہے" ـــ بلیک کلارک اپنے انکشاف پر بے حد مسرور نظر آ رہا تھا۔

"چلو اب تم اپنے متعلق مجھ سے سُن لو ـــ تمہارا پورا نام بلیک کلارک ہے اور تم شیطانِ یورپ، یعنی یورپ کے شیطان کے نام سے یاد کیے جاتے ہو ـــ لیکن تمہیں علم ہونا چاہیے کہ اس ملک میں شیطان کو کان سے پکڑ کر آدم کے سامنے سجدہ کرایا جاتا ہے" ـــ عمران نے طنز کیا۔

"دیکھیں گے کون سجدہ کرتا ہے" ـــ بلیک کلارک کے لہجے میں اطمینان ہی اطمینان تھا۔

"اچھا بلیک کلارک ـــ فضول باتیں تو بہت ہو گئیں ـــ اب ذرا کام کی باتیں بھی ہو جائیں تاکہ اخباری رپورٹروں کو بھی کل کے اخبار کے لیے اہم سرخی میسر آ جائے" ـــ عمران اس بار بے حد سنجیدگی سے بولا۔

"تم کیا پوچھنا چاہتے ہو" ـــ ؟ بلیک کلارک نے یوں سوال کیا جیسے اُستاد بچوں سے کلاس روم میں پوچھتا ہے۔

"صرف ایک بات کہ تمہارا اس ملک میں مشن کیا ہے اور تمہارے یہاں کتنے اور ساتھی ہیں" ـــ ؟ عمران نے بڑی نرمی سے سوال کیا۔

"مشن صرف سیر و تفریح ہے اور ساتھی وغیرہ کوئی نہیں" ـــ بلیک کلارک نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"ملکِ عدم دیکھا ہوا ہے" ـــ ؟ عمران نے اچانک سوال کیا۔

"کیا مطلب ـــ کونسا ملک" ـــ ؟ بلیک کلارک نے چونکتے ہوئے پوچھا۔

"یعنی نہیں دیکھا ـــ چلو ٹھیک ہے تمہیں ملکِ عدم کی سیر و تفریح کرا دیتے ہیں اپنے خرچ پر ـــ تم بھی کیا یاد کرو گے کہ کسی حاتم طائی کی بارہویں پشت سے پالا پڑا تھا" عمران نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔ اور صوفے کے ہتھے پر لگا ہوا ایک مخصوص بٹن دبا دیا۔

"تم کیا بکواس کر رہے ہو" ـــ ؟ بلیک کلارک نے قدرے غصیلے لہجے میں کہا۔

اس سے پہلے کہ عمران کوئی جواب دیتا۔ دروازہ کھلا اور جوزف اندر داخل ہوا۔

"یس باس" ـــ اس نے خونخوار نظروں سے بلیک کلارک کی طرف دیکھتے ہوئے عمران سے پوچھا۔

"یہ صاحب یورپ کے شیطان کہلاتے ہیں ـــ انہیں ذرا ملکِ عدم کی سیر کرا لاؤ" ـــ عمران نے یوں کہا جیسے مالک کار ڈرائیور کو بچوں کو سیر پر لے جانے کی ہدایت کرتا ہے۔

بلیک کلارک بے چینی سے اٹھ کھڑا ہوا۔

"خبردار ! اگر کسی نے مجھے ہاتھ لگایا" ـــ وہ عمران کے لہجے سے مشکوک ہو گیا تھا۔

دوسرے لمحے بلیک کلارک کے ہاتھ میں خنجر چمک رہا تھا۔

جوزف ابھی تک خونخوار نظروں سے بلیک کلارک کی طرف دیکھ رہا تھا۔

"خنجر نیچے پھینک دو ورنہ" ـــ جوزف نے کڑکدار لہجے میں کہا۔

"شٹ اپ ـــ خبردار اگر تم دونوں میں سے کسی نے معمولی سی بھی حرکت کی تو خنجر سینے میں ترازو ہو جائے گا" ـــ بلیک کلارک کے خنجر پکڑنے کا انداز بتلا رہا تھا کہ

وہ خنجر بازی میں ایکسپرٹ ہے۔

"ایک کے سینے میں ہوگا ۔۔۔ دوسرے کا کیا کرو گے" ۔۔۔؟ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

بلیک کلارک نے ایک لمحے کے لیے غصیلی نظروں سے عمران کی طرف دیکھا اور یہی لمحہ اس کے لیے بھاری پڑا۔ اس ایک لمحے سے جوزف فائدہ اٹھا گیا۔ اس نے ایک زبردست فلائنگ کک لگائی اور اس کی دونوں ٹانگیں بلیک کلارک کے سینے پر پڑیں اور بلیک کلارک چیخ کھا کر صوفے پر گر پڑا۔ اور پھر صوفے سمیت پیچھے جا پڑا۔ اس کے ہاتھ سے خنجر نکل کر دور کونے میں جا گرا تھا۔

"گڈ شو جوزف ۔۔۔" عمران نے مسرت سے تالی پیٹتے ہوئے کہا۔ تالی پیٹنے کا انداز ایسا تھا جیسے بچہ سرکس میں مسخروں کی حرکتوں پر خوش ہو رہا ہو۔

"تھینک یو باس" ۔۔۔ جوزف نے فرش سے اٹھتے ہوئے کہا۔

عمران کا ایک تعریفی فقرہ جوزف کے لیے ہفت اقلیم کی دولت سے زیادہ قیمتی تھا۔

ادھر بلیک کلارک بھی اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ اس کے جبڑے غصے کی شدت سے بھینچے ہوئے تھے اور آنکھوں سے شرارے نکل رہے تھے اور وہ جوزف کو یوں دیکھ رہا تھا جیسے اسے کچا چبا جائے گا۔

"کیا مار کھاتے کتے کی طرح دیکھ رہے ہو ۔۔۔ آگے بڑھ کر پنجہ لڑاؤ" ۔۔۔ عمران نے اُسے اکسایا۔

اور پھر دوسرے لمحے وہ پھرتی سے ایک طرف ہٹ گیا۔ کیونکہ بلیک کلارک نے اچانک عمران پر چھلانگ لگا دی تھی۔ مگر عمران تو ہزار آنکھیں رکھتا تھا۔ وہ بھلا بلیک کلارک کے داؤ میں کب آتا تھا۔ بلیک کلارک اپنی جھونک میں آگے بڑھتا ہوا دیوار سے جا ٹکرایا اور پھر اس سے پہلے کہ وہ اٹھتا جوزف نے ایک ہاتھ سے اس کی گردن پکڑ

کر جھٹکا دیا اور دوسرے ہاتھ کا زوردار مکہ اس کے پہلو پر جڑ دیا۔

بلیک کلارک کے منہ سے بے اختیار ایک چیخ نکل گئی۔ مکہ نازک جگہ پر لگا تھا۔ مگر بلیک کلارک بھی بے حد سخت جان تھا۔ چیخ تو بے اختیار نکل گئی تھی وہ واپس نہیں آسکتی تھی مگر یہ مکہ جوزف کو بھی مہنگا پڑا۔ کیونکہ فرش پر گرتے ہی بلیک کلارک اچھلا اور پھر اس نے ٹانگوں سے جوزف کی گردن کو قینچی کی طرح جکڑ لیا۔ اور ساتھ ہی وہ مڑتا چلا گیا اور اس کے ساتھ ہی جوزف بھی نیچے فرش پر آگرا۔

پھر اس سے پہلے کہ جوزف اٹھتا۔ اس نے دو چار بھرپور ٹھوکریں جوزف کی کنپٹی پر جڑ دیں۔ ٹھوکریں خاصی بھرپور پڑی تھیں۔ جوزف کی آنکھوں کے آگے ستارے ناچنے لگے۔ مگر وہ برداشت کر گیا۔ کچھ تو فطری قوت ارادی کی بنا پر اور کچھ اس بنا پر بھی کہ عمران وہاں موجود تھا۔ عمران کے سامنے وہ کسی قیمت پر بھی بزدلی یا شکست کا اظہار نہیں کر سکتا تھا۔ چنانچہ ابھی اس پر دو چار ٹھوکریں ہی پڑی تھیں کہ بلیک کلارک کی ٹانگ اس کے ہاتھوں میں آگئی۔

جوزف نے پوری قوت سے ٹانگ مروڑ دی اور بلیک کلارک الٹ کر نیچے آگرا۔ پھر وہ دونوں اکٹھے ہی اٹھے۔ اب وہ ایک بار پھر آمنے سامنے کھڑے تھے۔

عمران بڑے اطمینان سے صوفے پر بیٹھا ان دونوں کی جنگ دیکھ رہا تھا۔

ایک بار پھر وہ دونوں گتھم گتھا ہوگئے۔ دونوں لڑائی میں ماہر تھے۔ اس لیے ایک دوسرے پر داؤ پیچ آزما رہے تھے۔ کسی کے بھی شکست کھانے کے آثار نظر نہیں آرہے تھے۔

"جوزف مجھے دیر ہو رہی ہے" ۔۔۔ عمران نے جوزف کو اکسایا۔

عمران کا یہ فقرہ کہنے کی دیر تھی کہ اچانک جوزف نے بلیک کلارک کی کمر میں دونوں ہاتھ ڈالے اور پھر اس نے اسے سر سے اوپر اٹھا کر پھینک دیا۔

جوزف نے بلیک کلارک کو سر سے گھما کر پھینکا اور وہ سیدھا اس طرف گیا جدھر دروازہ تھا۔

اسی لمحے اچانک دروازہ کھلا اور اس میں بلیک زیرو ___ داخل ہونے کو تھا، بلیک کلارک سیدھا بلیک زیرو سے پوری قوت سے ٹکرایا اور دونوں ایک دوسرے کے اوپر برآمدے میں جا گرے۔

بلیک زیرو جس پر اچانک یہ افتاد پڑی تھی چند لمحوں تک تو سوچ بھی نہ سکا۔ اس کے ساتھ کیا ہوا ہے۔

ادھر عمران اور جوزف کے تو تصور میں بھی نہیں تھا کہ یوں اچانک دروازہ بھی کھل سکتا ہے۔ چنانچہ حیرت اور بوکھلاہٹ سے وہ چند لمحے بے حس و حرکت اپنی جگہ پر کھڑے رہے۔

پھر سب سے پہلے عمران دروازے کی طرف جھپٹا۔ اس لمحے بلیک زیرو اٹھ رہا تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ دونوں ایک دوسرے سے ٹکرا کر پھر نیچے آ رہے۔ مگر اس بار دونوں بجلی کی سی تیزی سے اٹھے تھے۔ ادھر جوزف ان سے کتراتا ہوا باہر نکل آیا۔

بلیک کلارک کے ہوش قائم رہے تھے اس لیے اس نے اس نایاب موقع سے فائدہ اٹھایا تھا۔

جس وقت جوزف باہر آیا۔ بلیک کلارک بھاگتا ہوا پھاٹک کی طرف جا رہا تھا۔ وہ حیرت انگیز طور پر انتہائی تیزی سے دوڑ رہا تھا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ ہوا میں تیر رہا ہو۔

جوزف نے فائر کیا مگر گولی پھاٹک میں لگی اور دوسرے لمحے بلیک کلارک پھاٹک کی ذیلی کھڑکی کھول کر باہر سڑک پر پہنچ چکا تھا۔ جوزف کے دوسرے فائر کی نوبت ہی نہ آئی۔ بلیک کلارک ذہنی ہوشیاری کی بنا پر موقع سے فائدہ اٹھا چکا تھا اور دانش منزل

کی تاریخ میں شاید یہ پہلا موقع تھا کہ کوئی آدمی عمران، جوزف اور بلیک زیرو کی موجودگی میں مخصوص کمرے بلکہ دانش منزل سے ان کی مرضی کے بغیر نکل جانے میں کامیاب ہو گیا ہو۔

"میرے ساتھ آؤ" ___ عمران نے ہاتھ جھاڑتے ہوئے بلیک زیرو سے کہا جو مجرموں کی طرح سر جھکائے کھڑا تھا۔

عمران کا لہجہ نرم تھا۔ اسے اپنے اعصاب پر بے پناہ کنٹرول تھا۔ اس نے جوزف کے سامنے بلیک زیرو کو کچھ کہنا مناسب نہیں سمجھا۔ پھر جوزف کو وہیں چھوڑ کر وہ دونوں آپریشن روم کی طرف بڑھتے چلے گئے۔



کیپٹن شکیل کیفے بل پارک سے سیدھا اپنے فلیٹ گیا۔ وہاں سے اس نے وائرلیس ٹیپ جوائنٹ ریکارڈر اٹھا کر جیب میں ڈالا اور پھر وہ سیدھا عمران کے فلیٹ میں آیا۔ عمران کا فون ٹیپ کرنے کی ذمہ داری اس پر ڈالی گئی تھی۔ اس لیے وہ پہلی فرصت میں اس کام سے فراغت حاصل کرنا چاہتا تھا۔

کیپٹن شکیل جس وقت عمران کے فلیٹ پر پہنچا تو دروازہ بند تھا۔ اس نے کال بیل بجائی مگر لگاتار دو تین دفعہ بٹن دبانے کے باوجود بھی کسی نے دروازہ نہیں کھولا۔ اور کیپٹن شکیل کو فکر پڑ گیا کہ اندر کوئی گڑبڑ نہ ہو گئی ہو۔ اس نے جھنجھلا کر پوری قوت سے بٹن دبا دیا اور پھر اس وقت تک اس نے بٹن پر سے انگلی نہ ہٹائی جب تک کہ

جھٹکے سے نہ کھل گیا۔

سامنے سلیمان کھڑا تھا۔ چہرہ غصے اور جھنجھلاہٹ کی شدت سے سیاہ پڑ چکا تھا آنکھوں سے شعلے برس رہے تھے۔

"کیا مصیبت ہے ــــ؟ اس طرح گھنٹی بجائی جاتی ہے" ــــ سلیمان نے پھاڑ کھانے والے لہجے میں کیپٹن شکیل سے کہا۔

"کیا تم کانوں میں تیل ڈال کر بیٹھتے ہو ــــ دس دفعہ گھنٹی بجا چکا ہوں۔ تمہارے کان پر جوں تک نہیں رینگتی" ــــ کیپٹن شکیل کو بھی غصہ آگیا۔

"آپ کیا چاہتے ہیں" ــــ سلیمان نے کیپٹن شکیل کو غصے میں دیکھا تو ٹھنڈا پڑ گیا۔

"کیا مطلب ــــ؟ کیا تم اتنے بدتمیز ہو گئے ہو کہ مجھے اندر بھی نہیں آنے دو گے؟" کیپٹن شکیل کا پارہ کچھ ڈگری اور چڑھ گیا۔

سلیمان بوکھلا کر ایک طرف ہٹ گیا۔ واقعی غصے اور جھنجھلاہٹ میں اس سے شدید بدتمیزی سرزد ہو گئی تھی۔

کیپٹن شکیل اندر داخل ہو گیا۔

سلیمان نے دروازہ بند کیا اور پھر مردہ قدموں سے ڈرائنگ روم میں داخل ہوا۔ جہاں سامنے صوفے پر کیپٹن شکیل بیٹھا تھا۔

"عمران صاحب کہاں ہیں" ــــ؟ کیپٹن شکیل نے نرمی سے پوچھا۔ شاید وہ وقتی غصہ تھا جس کی بنا پر اس وقت کیپٹن شکیل نے اسے ڈانٹتے ہوئے مخاطب کیا تھا۔

کیپٹن شکیل کے نرم لہجے سے سلیمان شیر ہو گیا۔

"عمران صاحب اپنی بیگم کے بنگلے پر گئے ہیں" ــــ سلیمان نے بڑے مودبانہ لہجے میں جواب دیا۔ اور کیپٹن شکیل نہ چاہتے ہوئے بھی چونک پڑا۔ وہ ایک لمحے تک بغور سلیمان کی آنکھوں میں دیکھتا رہا۔

سلیمان نے بوکھلا کر نظریں پھیر لیں کیونکہ کیپٹن شکیل کی تیز نظروں کا سامنا کرنا سلیمان کے بس سے باہر تھا۔

"ٹھیک ہے ــــ تم چائے بناؤ۔ میں عمران کا انتظار کرتا ہوں" ــــ کیپٹن شکیل نے سلیمان کو بڑے نرم لہجہ میں ہدایت دیتے ہوئے کہا۔

"مگر صاحب چینی نہیں ہے" ــــ سلیمان نے بڑی معصومیت سے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"اچھا ــــ چلو بغیر چینی کے بنا لاؤ" ــــ کیپٹن شکیل کے پاس اس کے سوا اور کوئی جواب ہی نہیں تھا۔ ویسے اتنا وہ بھی اچھی طرح جانتا تھا کہ یہ صرف سلیمان کا بہانہ ہے۔ چائے نہ بنانے کا۔

"مگر صاحب دودھ بھی تو نہیں ہے" ــــ سلیمان نے اس بار قدرے ڈرتے ڈرتے کہا۔

"چلو بغیر دودھ کے لے آؤ" ــــ کیپٹن شکیل اب جھنجھلانے کی بجائے سچویشن سے لطف اندوز ہونے لگا۔

"اچھا صاحب لے آتا ہوں ــــ مگر ایک درخواست ہے اگر آپ ناراض نہ ہوں تو" ــــ سلیمان نے چہرے پر خوشیاں بکھیرتے ہوئے کہا۔

"ہاں ہاں کہو" ــــ کیپٹن شکیل نے یوں جواب دیا جیسے بادشاہ کسی فریادی کو دلاسہ دیتا ہے۔

"صاحب! ــــ اچھا چھوڑیئے ــــ آپ ناراض ہو جائیں گے" ــــ سلیمان بات کہتے کہتے رک گیا۔

"نہیں نہیں کہو ــــ ڈرتے کیوں ہو" ــــ کیپٹن شکیل نے جواب دیا۔

"دراصل بات یہ ہے کہ پتی بھی نہیں ہے ۔۔۔ اب آپ حکم فرمائیں تو چائے لے آؤں" ۔۔۔ سلیمان نے ڈرتے ڈرتے بات مکمل کر دی۔

اب کیپٹن شکیل کی حالت قابل دید تھی۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ اس بات پر قہقہہ مارے یا سلیمان پر غصہ کھائے۔ سلیمان نے اسے اچھا بیوقوف بنایا تھا۔

"ٹھیک ہے تم آرام کرو ۔۔۔ میں نے تمہیں خوامخواہ تکلیف دی ہے ۔۔۔ میں بغیر چائے کے ٹھیک ہوں ۔۔۔ عمران آ جائے گا تو پھر اس کے ساتھ باہر کسی کیفے میں چائے پی لیں گے" ۔۔۔ کیپٹن شکیل نے نفسیاتی پھندہ ڈالتے ہوئے کہا۔ اس کا لہجہ بے حد سنجیدہ تھا۔

سلیمان خاموشی سے باہر نکل گیا۔ کیپٹن شکیل نے ایک طویل سانس لی۔ سلیمان سے نپٹنا بھی عمران ہی کا کام تھا۔ باقی کو تو یہ انگلیوں پر نچاتا ہے۔

چند لمحوں تک کیپٹن شکیل خاموشی سے بیٹھا رہا۔ پھر اس نے ادھر ادھر نظریں دوڑائیں۔ ٹیلیفون صوفے کے قریب ہی تپائی پر پڑا تھا لیکن وہ کوئی ایسی جگہ دیکھ رہا تھا جہاں وہ وائرلیس ٹیپ ریکارڈر فٹ کر سکتا۔

آخر اس کی نظریں جوائنٹ پلگ پر جا کر رک گئیں۔ یہ ایک ایسی جگہ تھی جہاں کسی کی توجہ نہیں جا سکتی تھی۔ چند لمحے سوچنے کے بعد آخر اس نے ٹیپ یہیں فٹ کرنے کا فیصلہ کیا۔ اس نے جیب میں ہاتھ ڈالا اور پھر اس سے پہلے کہ وہ صوفے سے اٹھتا۔ اچانک سلیمان اندر داخل ہوا۔ اس کے ہاتھ میں ایک ٹرے تھی۔ اس نے خاموشی سے چائے کے برتن سامنے میز پر رکھے۔

کیپٹن شکیل کا نفسیاتی داؤ کام کر گیا تھا۔

"ٹھیک ہے تم جاؤ" ۔۔۔ کیپٹن شکیل نے سلیمان سے کہا۔ اور سلیمان خاموشی سے کمرے سے واپس چلا گیا۔

سلیمان کے جاتے ہی کیپٹن شکیل اٹھا اور پھر اس نے وہ دروازہ بند کر کے چٹخنی چڑھا دی جہاں سے سلیمان اندر آ سکتا تھا۔

پھر وہ تیزی سے جوائنٹ پلگ کی طرف بڑھا۔ اس نے انتہائی پھرتی سے اس کا پیچ دار ڈھکن اتارا اور جیب سے وہ چھوٹا سا ٹیپ نکال کر اس کے دونوں سرے جوائنٹ کے ساتھ کس دیئے۔ اور پھر دوبارہ ڈھکن چڑھا کر وہ سیدھا دروازے کی طرف بڑھا۔ اس نے آہستہ آہستہ سے چٹخنی اتاری اور پھر دروازہ کھول دیا۔ دوسری طرف کوئی نہیں تھا۔ اور کیپٹن شکیل نے اطمینان کی سانس لی۔

اب وہ صوفے پر بیٹھا بڑے اطمینان سے چائے کی پیالی تیار کرنے لگا۔ پیالی بنا کر وہ آہستہ آہستہ گھونٹ بھی لیتا گیا اور سوچتا رہا۔ اس کا ذہن اسی ادھیڑ بن میں مصروف تھا کہ ایکسٹو کی اصل شخصیت کیا ہے۔

چائے پی کر وہ اٹھا اور پھر وہ دروازے سے ہوتا ہوا کچن کی طرف بڑھا۔ کچن میں سلیمان ایک کرسی پر آنکھیں بند کئے بیٹھا تھا۔

"سلیمان" ۔۔۔ کیپٹن شکیل نے اس کا کندھا جھنجھوڑتے ہوئے کہا۔

"کیا بات ہے" ۔۔۔ ؟ سلیمان بوکھلا کر کھڑا ہو گیا۔

"میں جا رہا ہوں۔ دروازہ بند کر لو" ۔۔۔ کیپٹن شکیل نے نرم لہجے میں کہا۔

"آپ نے اپنا کام مکمل کر لیا" ۔۔۔ ؟ سلیمان نے بند آنکھوں سے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

اور کیپٹن شکیل کو یوں محسوس ہوا جیسے اس کے سر پر بم پھٹ پڑا ہو۔

"تو کیا ٹیپ فٹ کرتے ہوئے سلیمان نے اسے دیکھ لیا ہے ۔۔۔ ؟ مگر کیسے ۔۔۔؟ دروازہ تو بند تھا" ۔۔۔ کیپٹن نے اپنے آپ سے دل میں سوال کیا۔

"کونسا کام تم بک رہے ہو" ۔۔۔ ؟ کیپٹن شکیل نے ذرا سخت لہجے میں کہا۔ لیکن

اندرونی طور پر اسے بے حد ندامت ہو رہی تھی کہ وہ کیس سیکرٹ سروس کا ممبر ہے جس کا ایک چھوٹا سا کام بھی سلیمان کی نظروں سے نہ بچ سکا۔

"جی وہ صاحب کے انتظار کا" ـــ سلیمان نے آنکھیں کھولتے ہوئے کہا۔ اور کیپٹن شکیل نے اطمینان کی ایک طویل سانس لی۔ جیسے اس کے سر سے ٹنوں کے حساب سے بوجھ اتر گیا ہو۔

"ہاں ـــ میں جا رہا ہوں ـــ عمران صاحب آئیں تو میرا کہہ دینا کہ مجھے ٹیلیفون کر لیں" ـــ کیپٹن شکیل نے کہا۔ اور پھر وہ تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا فلیٹ سے باہر نکل آیا۔ وہ اپنا کام کر چکا تھا۔ مگر اسے اطمینان نہیں تھا۔ اسے ہر لمحے یہی خطرہ تھا کہ عمران اس کے یوں بغیر وجہ بتائے فلیٹ پر آنے اور پھر چلے جانے کا سن کر ضرور اس پر شک کرے گا۔

اور پھر اگر عمران کی نظروں میں ٹیپ آ گیا تو یہ ایک انتہائی بری بات ہو گی۔

اسی ادھیڑ بن میں وہ پیدل ہی فٹ پاتھ پر چلتا گیا۔ اسے ٹیکسی لینے کا خیال بھی نہ رہا تھا۔ کافی دور چلنے کے بعد اسے خیال آیا تو اس نے ایک خالی ٹیکسی کو ہاتھ دے کر روکا۔ اور پھر تھوڑی دیر بعد وہ اپنے فلیٹ میں داخل ہو رہا تھا۔

ابھی وہ جا کر بیٹھا ہی تھا کہ اچانک ٹیلیفون کی گھنٹی بجنے لگی۔

"شکیل اسپیکنگ" ـــ اس نے رسیور اٹھا کر کہا۔

"ایکسٹو" ـــ دوسری طرف سے بھرائی ہوئی آواز اس کے کانوں میں پڑی۔

"کیپٹن شکیل ـــ تم عمران کے فلیٹ میں کیا کرنے گئے تھے" ـــ؟ ایکسٹو کے لہجے میں ہلکا سا طنز تھا۔

اور کیپٹن شکیل کا تمام جسم سُن کر رہ گیا۔ اس کے ذہن میں برقی رو کی طرح یہ خیال کوند گیا کہ کیا ایکسٹو کو ان کے پروگرام اور حرکتوں کا علم ہو گیا ہے ـــ؟ کیا ایکسٹو کو مافوق الفطرت ہستی ہے؟

"جی عمران سے ملنے گیا تھا" ـــ کیپٹن شکیل نے تھوک نگلتے ہوئے کہا۔ اس کا حلق خشک ہو گیا تھا۔

"کیوں" ـــ؟ ایکسٹو کا لہجہ سخت تھا۔

"بس ویسے ہی جناب ـــ کوئی خاص مقصد نہیں تھا" ـــ کیپٹن شکیل اب اچانک اعصابی جھٹکے سے سنبھل گیا تھا۔

"کیفے ہل پارک میں تمام ممبر کیوں اکٹھے ہوئے تھے" ـــ؟ ایکسٹو کا لہجہ اس بار بے حد سخت تھا اور کیپٹن شکیل کے ہاتھ سے رسیور گرتے گرتے بچا۔ اب اس کو اچھی طرح یقین ہو گیا تھا کہ ایکسٹو کو ان کے پروگرام کا اچھی طرح علم ہے

"ویسے ہی جناب ـــ گپ شپ لگانے کے لیے" ـــ کیپٹن شکیل نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے کہا۔

"ہونہہ" ـــ ایکسٹو چند لمحے خاموش رہا اور اس خاموشی کے دوران کیپٹن شکیل کے جسم میں مسلسل سردی کی لہریں دوڑتی رہیں۔ چہرے پر پسینہ بہہ رہا تھا۔ ایکسٹو کا خوف اس قدر ان کے اعصاب پر طاری تھا جیسے وہ کوئی سپر نیچرل قوت ہو۔ جو انہیں فنا کر دے گی۔

"کیپٹن شکیل تم تا اطلاع ثانی فلیٹ میں رہو گے" ـــ ایکسٹو نے کہا اور پھر سلسلہ ختم ہو گیا۔

کیپٹن شکیل نے سرد ہاتھوں سے رسیور واپس کریڈل پر رکھا اور پھر آرام کرسی پر ڈھیر ہو گیا اور جیب سے رومال نکال کر منہ پر بہتا ہوا پسینہ پونچھنے لگا۔

شارپ وائلی کیفے سے باہر نکلا تو اس کے خیال میں تھا کہ وہ خود ہی دانش منزل میں داخل ہو جائے۔ مگر باہر سڑک پر آکر اس کا ارادہ بدل گیا۔ اس نے سوچا کہ اگر دونوں اندر پھنس گئے تو بُرا ہوگا۔ بلیک کلارک پر اسے اچھی طرح اعتماد تھا کہ وہ اپنی حفاظت کرسکتا ہے چنانچہ اس نے اپنا ارادہ بدل دیا۔ پھر اس نے ٹیکسی پکڑی اور اپنے ہوٹل کی طرف بڑھ گیا۔

وہ ایک بار پھر فائل کا مطالعہ کرنا چاہتا تھا۔ ٹیکسی سے اتر کر وہ کاؤنٹر کی طرف بڑھا اس نے کمرے کی چابی لی اور پھر اپنے کمرے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ اس کا کمرہ نچلی منزل پر تھا اس لیے جلد ہی وہ اپنے کمرے میں پہنچ گیا۔

خاصی رات ہو چکی تھی۔ کمرے میں حبس تھا۔ اس نے کھڑکی کھولی اور نیچے سڑک پر دیکھنے لگا۔ سڑک سنسان تھی۔

اچانک اس کے کانوں میں ایک ہلکی سی چرچراہٹ کی آواز آئی۔ جیسے کوئی رسّی ٹوٹ رہی ہو۔ اس نے چونک کر اوپر دیکھا اور پھر اس کی آنکھیں حیرت سے جیسے پھٹ سی گئیں۔ اوپری منزل کے قریب ایک آدمی رسی کے سہارے لٹک رہا تھا۔ رسی سامنے کی عمارت اور ہوٹل کی عمارت کے درمیان تنی ہوئی تھی۔ چند لمحوں کے لیے شارپ وائلی کے سوچنے سمجھنے کی صلاحیتیں مفقود ہو گئیں۔ پھر اچانک اسے خیال آیا کہ یہ معاملہ گڑبڑ ہے۔ یہ آدمی یا تو سامنے والی عمارت میں جانا چاہتا ہے یا اس عمارت سے اس ہوٹل میں آنا چاہتا ہے۔

بہرحال کچھ بھی ہو۔ معاملہ میں پُراسراریت اپنی جگہ موجود تھی۔ اس نے اندازہ لگایا کہ کھڑکی کہاں ہوگی جہاں سے رسی نکل رہی ہے۔ وہ اس کمرے میں جانا چاہتا تھا چنانچہ وہ بھاگتا ہوا اپنے کمرے سے باہر نکلا اور پھر وہ تیزی سے لفٹ کے ذریعے تیسری منزل پر پہنچ گیا۔ اور پھر اس نے کمرے کے کی ہول سے جھانک کر دیکھا۔ واقعی یہ وہی کمرہ تھا اسے پلنگ کے پائے سے بندھی ہوئی رسی صاف نظر آرہی تھی۔ اس نے دروازہ کھولنے کے لیے زور لگایا مگر دروازہ اندر سے لاک تھا۔

اس نے پھرتی سے جیبیں ٹٹولیں اور پھر جیب سے ایک باریک تار نکال کر لاک میں داخل کر دی۔ ایک لمحے سے بھی کم عرصے میں لاک کھل چکا تھا۔

دروازہ کھول کر وہ تیزی سے کھڑکی کی طرف بڑھا۔ اسی لمحے ایک زوردار کڑاکا ہوا اور وہ آدمی جو رسی سے لٹکا ہوا اسے نظر آرہا تھا۔ تیزی سے نیچے گرتا چلا گیا۔ رسی دوسری طرف کی عمارت سے ٹوٹی تھی۔ اس نے کھڑکی سے سر باہر نکال کر دیکھا اس کا خیال تھا کہ اس آدمی کا ٹوٹا پھوٹا جسم سڑک پر پڑا ہوگا۔ مگر وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ سڑک ویسے کی ویسی خالی تھی اور وہ آدمی غائب تھا۔ وہ ایک لمحے کے لیے ادھر اُدھر دیکھتا رہا۔ مگر وہ تو گدھے کے سر سے سینگ کی طرح غائب ہو چکا تھا۔

شارپ وائلی سٹپٹا گیا۔ لٹکتی ہوئی رسی صاف بتلا رہی تھی کہ اس نے جو کچھ دیکھا ہے وہ خواب نہیں حقیقت ہے۔ مگر وہ آدمی کہاں غائب ہو گیا۔ اس کا جواب اس کا ذہن دینے سے قاصر تھا۔

وہ گومگو کی حالت میں پلٹا اور پھر لفٹ سے ہوتا ہوا دوبارہ اپنے کمرے آیا۔ اور کمرے میں داخل ہوتے ہی اس کے ذہن میں چھناکا ہوا اور ٹھٹھک کر رک گیا۔ جس آدمی

کے غائب ہونے پر وہ اتنا حیران تھا وہ اس کے کمرے کے فرش پر دیوار کے قریب گٹھڑی بنا پڑا تھا۔

اب تمام بات اس کی سمجھ میں آگئی تھی۔ رسی کے ساتھ ہی یہ آدمی بھی نیچے آیا اور پھر چونکہ اس کا کمرہ عین نیچے تھا اس لیے جیسے ہی وہ دیوار کے قریب آیا کھلی کھڑکی سے ہوتا ہوا اندر فرش پر آگرا۔

شارپ وائکی نے اسے سیدھا کیا۔ خاصے تنومند جسم کا مالک نوجوان تھا۔ شارپ وائکی نے اسے اٹھا کر بستر پر ڈالا اور پھر باتھ روم سے گلاس پانی کا بھر کر اس کے چہرے پر چھینٹے مارنے لگا۔

چند ہی لمحوں بعد وہ نوجوان ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا۔ اس نے ایک لمحے کے لیے بڑی حیرت سے کمرے اور شارپ وائکی کی طرف دیکھا۔

"میں کہاں ہوں؟" —— اس نے لڑکھڑاتی زبان سے پوچھا۔

"تم بڑے خوش قسمت ہو دوست —— ورنہ اس وقت تمہارے جسم کی ایک ہڈی بھی اپنی جگہ پر سلامت نہ ہوتی" —— شارپ وائکی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

اور پھر جیسے ہی اس نوجوان کے ذہن میں سابقہ تمام منظر گھوم گیا۔ اس نے بے اختیار بوکھلا کر اپنے جسم کو ٹٹولنا شروع کر دیا۔

"کچھ نہیں ہوا —— گھبراؤ نہیں" —— شارپ وائکی نے اسے تسلی دی۔

اور ایک اطمینان بھری مسکراہٹ نوجوان کے لبوں پر پھیل گئی۔

"کیا تم اپنا تعارف کراؤ گے دوست" —— شارپ وائکی نے سامنے کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"ضرور کراؤں گا —— مگر وہ رسی شائد ابھی تک باہر لٹک رہی ہے" —— نوجوان نے جو صفدر تھا تشویش بھرے لہجے میں پوچھا۔

"ہاں" —— شارپ وائکی نے جواب دیا۔

"مجھے اسے ہٹانے دیجئے —— ورنہ کسی کی نظر پڑ گئی تو معاملہ مشکوک ہو جائے" —— صفدر نے اٹھنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

"تم بیٹھو —— میں اسے اتار کر لاتا ہوں" —— شارپ وائکی اٹھ کھڑا ہوا۔ اور وہ صفدر کا جواب سنے بغیر تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا کمرے سے باہر نکل گیا۔ اور باہر سے دروازہ بند کرتا گیا۔

صفدر کے لبوں پر ایک ہلکی سی مسکراہٹ دوڑ گئی۔ واقعی اس بار اس کی کوئی کی اس کے آڑے آگئی تھی۔ ورنہ جس طرح رسی نے دھوکا دیا تھا اس کی لاش بھی پہچانی جاتی۔

وہ بستر سے اٹھا اور کھڑکی سے باہر جھانکا۔ ایک لمحے کے لیے اس کے ذہن میں آیا کہ کھڑکی سے کود کر ہوٹل سے باہر نکل جائے لیکن پھر اس نے ارادہ بدل دیا۔ یہ آدمی خاصا دلچسپ محسوس ہو رہا تھا۔ اور پھر وہ کسی بھی وقت یہاں سے نکل سکتا تھا۔ اس لیے اس نے اپنے خیال کو عملی جامہ نہ پہنایا۔ جو کام وہ کرنا چاہتا تھا وہ اس نے سرانجام دے دیا تھا اس لیے اب وہ مطمئن تھا۔

ابھی صفدر یہی سوچ رہا تھا کہ دروازہ کھلا اور پھر شارپ وائکی اندر داخل ہوا۔ اس نے چادر کی پٹیوں سے بنی ہوئی رسی کا گچھا ہاتھ میں لے رکھا تھا۔

صفدر کو کھڑکی کے قریب دیکھ کر وہ ایک لمحے کے لیے ٹھٹھکا لیکن پھر مسکراتا ہوا اندر آگیا۔

صفدر بھی واپس بستر پر آ کر بیٹھ گیا۔ شارپ وائکی سامنے والی کرسی پر بیٹھ چکا تھا۔

"کیا پیو گے" —— شارپ نے مسکراتے ہوئے صفدر سے پوچھا۔ اسے شائد

فطری طور پر صفدر سے ہمدردی ہو رہی تھی۔ وہ خود سینکڑوں بار اس قسم کے مرحلو(ں) سے گزر چکا تھا۔ اس لیے صفدر سے اسے دلچسپی ہو گئی تھی۔

"چائے" ـــ صفدر نے بھی جواباً مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

شارپ نے رسیور اٹھا کر کاؤنٹر کلرک کو چائے بھیجنے کا آرڈر دیا۔

"ہاں دوست! ـــ اب ذرا تفصیل سے اپنے متعلق سب کچھ بتلا دو" ـــ شا(رپ) نے رسیور کریڈل پر رکھتے ہوئے کہا۔

"تم کیا کرو گے پوچھ کر ـــ جو کچھ تم نے دیکھا ہے یہی کافی ہے ـــ تم غیر ہو ـــ تمہیں ان معاملات سے کیا دلچسپی ہو سکتی ہے" ـــ صفدر نے بڑے لہجے میں کہا۔

"نہیں، یہ غلط ہے ـــ اگر میں چاہتا تو میں تمہیں پولیس کے حوالے کر دیتا ـــ اتنا مجھے یقین ہے کہ سامنے والی بلڈنگ کسی اہم حیثیت کی حامل ہے ـــ اب بھی اگر پولیس کو فون کر دوں تو تم کئی خرابیوں میں پھنس سکتے ہو" ـــ شارپ وائلی کا لہجہ ہلکا سا تحکمانہ تھا۔

"او کے ـــ اگر تم بضد ہو تو میں تمہیں سب کچھ تفصیل سے بتلا دیتا ہوں ـــ اس سے پہلے تمہیں اپنا بھی مکمل تعارف کرانا ہو گا" ـــ صفدر نے بھی جواباً ایک شرط لگا دی۔

اس سے پہلے کہ شارپ وائلی کوئی جواب دیتا۔ دروازے پر دستک ہوئی۔

"کم ان" ـــ شارپ نے کہا۔

دروازہ کھلا اور ایک ویٹر چائے کی ٹرالی لیے اندر داخل ہوا۔ اس نے چا(ئے) کے برتن تپائی پر رکھے اور پھر ٹرالی لیے واپس چلا گیا۔

شارپ وائلی نے اٹھ کر دروازہ بند کر دیا اور پھر دو پیالی چائے بنا کر ایک پیالی صفدر کے سامنے رکھ دی اور دوسری اپنے آگے۔

"ہاں تو دوست شروع ہو جاؤ ـــ میرے تجسس کو ہوا نہ دو" ـــ شارپ نے چائے کی چسکی لیتے ہوئے کہا۔

"میرا نام سعید ہے اور انڈر گراؤنڈ سرگرمیوں میں مشغول رہنا میرا پیشہ ہے ـــ اسی سلسلے میں میں اس بلڈنگ میں جا رہا تھا کہ رسی ٹوٹ گئی اور خوش قسمتی سے میں اس کمرے میں آ گرا" ـــ صفدر نے تین فقروں میں بات مکمل کر دی۔

شارپ وائلی کا منہ کھلے کا کھلا رہ گیا۔ اسے شاید کسی دلچسپ اور طویل کہانی کا خیال تھا، مگر یہاں صفدر نے تین فقروں میں اس کے سارے سسپنس کا حشر کر دیا۔

"یہ تو کوئی بات نہ ہوئی مسٹر سعید" ـــ شارپ نے کہا۔

"دیکھیں مسٹر" ـــ صفدر نے جان بوجھ کر فقرہ نامکمل چھوڑ دیا۔

"وائلی" ـــ شارپ وائلی نے بھی صفدر کی طرح اپنے نام کا ایک لفظ بتانے سے گریز کیا۔

"مسٹر وائلی! ـــ کوئی بھی آدمی جو کسی غلط کام میں ملوث ہو۔ اجنبیوں کو اپنے متعلق تفصیل نہیں بتلایا کرتا ـــ آپ نے چونکہ میرے ساتھ ہمدردی کا سلوک کیا ہے اسی لیے میں نے اتنا کچھ بھی آپ کو بتلا دیا ہے۔ ورنہ اور کوئی ہوتا تو شاید میں ایک لفظ بھی نہ بتاتا" ـــ صفدر نے اب براہ راست اسے سمجھاتے ہوئے کہا۔

"ہونہہ" ـــ شارپ وائلی نے ایک طویل سانس لی۔ اور چند لمحوں تک وہ سوچتا رہا، پھر اس نے ایک لمحے کے لیے بغور صفدر کی طرف دیکھا اور بولا۔

"سعید صاحب! ـــ آپ مہینے میں کتنا کما لیتے ہیں" ـــ؟

سوال چونکہ غیر متوقع تھا اس لیے صفدر ایک لمحے کے لیے سٹپٹا گیا، مگر پھر اس نے سنبھل کر جواب دیا۔

"بس داؤ چل جانے کی بات ہے ـــــ کوئی مقرر اندازہ ہمارے پیشے میں نہیں ہوسکتا" ـــــ صفدر نے جواب دیا۔

"اگر آپ کو ایک لمبی رقم کی آفر کی جائے تو کیا خیال ہے" ـــــ شارپ وائی اپنے اصل مقصد پر آگیا۔

"لمبی رقم سے آپ کا کیا مطلب ہے ـــــ ؟ اوہ! ـــــ میں سمجھ گیا" ـــــ خوشی مسٹر وائی کہ آپ بھی میرے ہم پیشہ ہیں۔ اسی لیے شاید آپ نے میرے ساتھ یہ سلوک کیا ہے" ـــــ صفدر کی آنکھوں سے خوشی کی لہریں نکلنے لگیں۔

"بس یوں ہی سمجھ لو ـــــ مجھے تم معقول آدمی نظر آرہے ہو ـــــ جس طریقے تم نے ایک کمزور سی رسی کے سہارے اتنا بڑا رسک لے لیا ہے اس سے ظاہر ہے کہ تم میں جرأت اور دلیری بھی ہے" ـــــ شارپ وائی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"یہ تو آپ کا حسنِ ظن ہے ـــــ بہرحال اتنا میں جانتا ہوں کہ کام کو میں اپنی جان سے زیادہ عزیز رکھتا ہوں" ـــــ صفدر نے انکساری سے جواب دیا۔

"تو ٹھیک ہے ـــــ ہمارے تمہارے درمیان معاملے کی بات ہو جانی چاہیے۔ یہ یاد رکھنا۔ میں غلطی کرنے والوں کے معاملے میں انتہائی بے رحم واقع ہوا ہوں" ـــــ وائی کا لہجہ بھیانک ہو گیا۔

صفدر مسکرا دیا۔

"آپ بے فکر رہیں مسٹر وائی! ـــــ اگر میں نے آپ کا کام لے لیا تو غلطی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا" ـــــ صفدر نے کہا۔

"او کے ـــــ ٹھیک ہے تم میرے لیے کام کرو گے اور میں تمہیں ایک لاکھ روپے تک دے سکتا ہوں" ـــــ شارپ نے آفر بھی بتا دی۔

صفدر سوچنے لگا کہ یہ غیر ملکی کسی خاص مشن پر یہاں آیا ہے اور جب ہی

ایک لاکھ روپے تک کی آفر دے رہا ہے۔

اب صفدر کو اس غیر ملکی سے گہری دلچسپی ہو گئی تھی۔ کیونکہ یہ اس کی اپنی لائن کا کام تھا۔

"پہلے آپ کام بتائیں ـــــ پھر ہی میں کوئی جواب دے سکتا ہوں" ـــــ صفدر نے بڑے اطمینان سے جواب دیا۔ جیسے ایک لاکھ روپے کی اس کی نظر میں کوئی وقعت نہ ہو۔

"کام صرف اتنا ہے کہ مجھے یہاں ایک آدمی کا پتہ چلانا ہے اور پھر اسے ختم کرنا ہے بس" ـــــ شارپ وائی نے گہری نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

"یہ تو کوئی کام نہ ہوا ـــــ یہ تو تم خود بھی کر سکتے ہو" ـــــ صفدر نے بُرا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔ جیسے اس کی امیدوں پر اوس پڑ گئی ہو۔

"ابھی میں نے تمہیں اس آدمی کا نام نہیں بتلایا ـــــ ورنہ تم ایسی بات نہ کرتے" ـــــ شارپ وائی نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

"کون آدمی ہے وہ" ـــــ ؟ صفدر نے کہا۔

"ایکسٹو کو جانتے ہو" ـــــ ؟ شارپ وائی نے سرگوشی کے انداز میں کہا۔

اور صفدر کو یوں محسوس ہوا جیسے کمرے میں بھونچال آ گیا ہو۔ وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ یہ غیر ملکی ایکسٹو کا نام لے گا۔

"کیوں کیا ہوا ـــــ تم حیران کیوں رہ گئے" ـــــ ؟ شارپ وائی جو صفدر کو بغور دیکھ رہا تھا۔ چونک کر بولا۔

"تم کس ایکسٹو کی بات کر رہے ہو" ـــــ ؟ صفدر نے سنبھل کر جواب دیا۔

"تم کون سے ایکسٹو کو جانتے ہو" ـــــ ؟ شارپ نے چونک کر پوچھا۔

"ایک تو بلیک میلر ہے ـــــ اور دوسرے کے متعلق سنا ہے کہ یہاں کی سیکرٹ سروس کا چیف ہے" ـــــ صفدر نے خوامخواہ ایک بلیک میلر کی پخ ساتھ لگاتے

ہوئے جواب دیا۔

" اوہ! ۔۔۔ اس کا مطلب ہے کہ تمہیں کافی سے زیادہ معلومات ہیں" ۔۔۔ شارپ کے چہرے پر خوشیاں رقص کرنے لگیں۔

" آپ کس ایجنٹو کی بات کر رہے ہیں" ۔۔۔؟ صفدر نے ایک بار پھر تصدیق چاہی۔

" میرا ٹارگٹ سیکرٹ سروس کا چیف ایجنٹو ہے ۔۔۔ میں بلیک میل ٹائپ کے تھرڈ کلاس آدمیوں پر ہاتھ نہیں ڈالا کرتا" ۔۔۔ شارپ نے بڑے فخریہ لہجے میں جواب دیا۔

" ویری گڈ ۔۔۔ اس کا مطلب ہے کام کافی دلچسپ ہے" ۔۔۔ صفدر نے مصنوعی خوشی طاری کرتے ہوئے جواب دیا۔

" پھر کیا خیال ہے" ۔۔۔؟ شارپ نے کہا۔

" میں آپ کے ساتھ ہوں ۔۔۔ آپ کو مجھ سے کوئی شکایت نہیں ہوگی" ۔۔۔ صفدر نے بڑے اعتماد سے جواب دیا۔

" بے فکر رہو دوست! ۔۔۔ کام ہونے پر میں تمہیں اتنا دوں گا کہ تم دس بار بھی پیدا ہو جاؤ۔ تب بھی نہیں کما سکو گے" ۔۔۔ شارپ وائی نے ڈینگ ماری۔

" اب اس سلسلے میں میرے لائق کیا خدمت ہے" ۔۔۔؟ صفدر نے ٹالتے ہوئے پوچھا۔

" دانش منزل کے متعلق تم جانتے ہو" ۔۔۔؟ شارپ نے سوال کیا۔

" دانش منزل" ۔۔۔ صفدر نے ایک لمحے کے لیے سوچتے ہوئے کہا اور پھر چونک کر بولا۔

" ہاں ۔۔۔ نام تو سنا ہے مگر یہ عمارت کبھی نظر سے نہیں گذری ۔۔۔ سچی بات تو یہ ہے کہ کبھی اس طرف دھیان ہی نہیں دیا"۔

" ٹھیک ہے ۔۔۔ تم ایسا کرو کہ رابرٹ روڈ کی تیسری عمارت کی نگرانی کرو۔ اسے دانش منزل کہتے ہیں اور مجھے روزانہ رپورٹ دو" ۔۔۔ شارپ وائی نے دانش منزل کا صحیح محل وقوع بتلاتے ہوئے کہا۔

صفدر دل ہی دل میں سوچنے لگا کہ معاملہ بے حد سیریس ہے۔ اور یہ غیر ملکی جو یقیناً جاسوس ہے کافی سے زیادہ معلومات اکٹھی کر چکا ہے۔

" بہتر ۔۔۔ میں آج سے اس عمارت کی نگرانی شروع کر دیتا ہوں" ۔۔۔ صفدر نے جواب دیا۔

" اور ہاں ۔۔۔ ایک بیوقوف سا آدمی عمران اگر اس عمارت میں کبھی آتا جاتا نظر آجائے تو مجھے فوراً رپورٹ دینا" ۔۔۔ شارپ وائی نے اسے مزید ہدایت دیتے ہوئے کہا۔

" بہتر ۔۔۔ مگر اس کا حلیہ کیا ہے" ۔۔۔؟ صفدر نے پوچھا۔

" سمارٹ سا نوجوان ہے ۔۔۔ شکل دیکھتے ہی محسوس ہوتا ہے کہ جیسے پیدائشی احمق ہو ۔۔۔ یہ اس کی سب سے بڑی نشانی ہے" ۔۔۔ شارپ وائی نے تفصیلی حلیہ بتانے سے گریز کیا۔ شاید اسے خود بھی عمران کے تفصیلی حلیے کا علم نہیں تھا۔

" ٹھیک ہے ۔۔۔ رپورٹ کہاں دوں" ۔۔۔؟ صفدر نے پوچھا۔

" ہوٹل کے ٹیلیفون پر بزنس کوڈ میں بتلا دینا ۔۔۔ اگر میں موجود نہ ہوں تو تم کاؤنٹر کلرک کو پیغام نوٹ کرا دینا" ۔۔۔ شارپ وائی نے جواب دیا اور پھر جیب سے ایک نوٹوں کی گڈی نکال کر صفدر کے سامنے رکھ دی۔

" اس کی کیا ضرورت ہے" ۔۔۔ صفدر نے رسمی لہجے میں کہا اور پھر گڈی اٹھا کر جیب میں ڈال لی۔ وہ انکار کر کے اسے مشکوک نہیں کرنا چاہتا تھا۔

" اچھا مجھے اجازت" ــــــ صفدر نے کھڑے ہو کر کہا۔

" بہتر" ــــــ شارپ بھی کھڑا ہو گیا۔

مگر تمہاری رہائش کہاں ہے" ــــــ ؟ شارپ نے سوال کیا۔

صفدر نے اسے اپنے فلیٹ کا پتہ بتلا دیا۔ پھر وہ شارپ مائل سے ہاتھ ملا کر کمرے سے باہر نکلا اور جلد ہی وہ ہوٹل سے باہر ایک ٹیکسی میں بیٹھا اپنے فلیٹ کی طرف جا رہا تھا۔ ایکسٹو کے لیے اس کے پاس کافی معلومات جمع ہو چکی تھیں۔



کیفے ہل پارک کے منیجر نے مسکرا کر اندر داخل ہونے والے کا استقبال کیا۔ نووارد سمارٹ سے جسم کا نوجوان تھا۔ مگر چہرے پر جیسے خشونت ثبت ہو کر رہ گئی تھی۔ لیکن اس کی آنکھوں سے شدید معصومیت اجاگر تھی۔

ایک ہی چہرے پر معصومیت اور خشونت کا امتزاج کچھ عجیب سا لگتا تھا۔ یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے چیتے کے چہرے پر کبوتر کی آنکھیں لگا دی گئی ہوں۔

" فرمایئے جناب" ــــــ منیجر کے چہرے پر بیحد نرمی تھی۔ اس نوجوان کے چہرے پر نجانے کیا بات تھی کہ منیجر بوکھلا سا گیا۔

نوجوان نے بڑے اعتماد سے کرسی گھسیٹی اور اس پر بیٹھ گیا۔

" آج یہاں کوئی گروپ جس میں ایک لڑکی بھی تھی۔ آپ کے کیفے میں بیٹھا رہا ہے"

نوجوان نے سوال کیا۔ لہجہ بے حد نوکیلا تھا۔

" گروپ" ــــــ منیجر نے حیرت سے کہا ــــــ " یہاں تو محترم دن میں نجانے کتنے گروپ آکر بیٹھتے ہیں ــــــ آپ کس گروپ کی بات کر رہے ہیں" ؟

" آپ کسی ویٹر کو بلوایئے ــــــ وہ آپ سے بہتر جانتا ہوگا" ــــــ نوجوان نے اس بار نرم لہجے میں کہا جیسے اسے اپنے سوال کے بودے پن کا احساس ہو گیا ہو۔

" کیا آپ اپنا تعارف کرا سکتے ہیں" ــــــ ؟ منیجر نے ویٹر کو بلانے کے لیے کال بیل کے بٹن پر انگلی رکھتے ہوئے کہا۔

" میں ایک شریف آدمی ہوں ــــــ بس آپ کے جاننے کے لیے اتنا ہی کافی ہے" ــــــ نوجوان نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

" جی ہاں ــــــ وہ تو شکل ہی سے ظاہر ہے" ــــــ نجانے منیجر نے کس خیال کے تحت ہمت کر کے کہہ دیا اور دوسرے لمحے وہ بوکھلا کر کھڑا ہو گیا۔

ایک غراہٹ سی ابھری اور دوسرے لمحے میز پر پڑی ہوئی ایش ٹرے ایک زناٹے کی آواز نکالتی ہوئی منیجر کے چہرے پر پڑی۔ نوجوان کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا تھا مگر آنکھیں اسی طرح معصومیت سے بھرپور تھیں جیسے ان کا اس کے چہرے سے کوئی تعلق نہیں۔

" م ــــ مگر یہ کیا حرکت ہے" ــــــ ؟ منیجر بوکھلاہٹ سے ناچ سا گیا۔

اب منیجر رومال سے چہرے پر بکھری ہوئی راکھ صاف کر رہا تھا۔ اس کی ناک پر خاصی چوٹ آئی تھی۔ ہلکا ہلکا خون رسنے لگا تھا۔

" اگر مزید بکواس کی تو اس مرتبہ تمہیں ایش ٹرے کی بجائے گولی کا سامنا کرنا پڑے گا" ــــــ نوجوان نے مطمئن لہجے میں کہا۔

منیجر جھلا سا گیا۔

"میں ابھی پولیس اسٹیشن فون کرتا ہوں" ـــــ مینجر نے رومال سے ناک صاف کرتے ہوئے کہا۔ ویسے لہجے سے عیاں ہونے والی لرزش نمایاں تھی ۔

"بڑی خوشی سے کرو ـــــ تمہارے انڈرگراؤنڈ سٹاک میں موجود غیر ملکی شراب وہ خود ہی ڈھونڈ لے گی" ـــــ نوجوان نے یوں انکشاف کیا جیسے وہ خود سٹورکیپر رہا ہو اور نوجوان بڑے اطمینان سے میز پر انگلیوں سے طبلہ بجانے میں مصروف ہوگیا۔

مینجر کی آنکھیں حیرت سے پھٹی کی پھٹی رہ گئیں ۔ اتنے میں دروازہ کھلا اور ایک ویٹر اندر داخل ہوا۔

"فرمائیے سر" ـــــ اس نے قریب آکر بڑے مؤدبانہ لہجے میں سوال کیا۔ ویسے مینجر کی حالت اور اس کے کپڑوں پر بکھری ہوئی راکھ اسے بھی حیرت زدہ کر رہی تھی۔ مگر شاید پاس ادب کی وجہ سے خاموش تھا ۔

"یہ ہمارے خاص آدمی ہیں ـــــ انہیں کچھ معلومات درکار ہیں ـــــ صحیح جواب دو"۔ مینجر نے لفظ خاص آدمی پر زور دیتے ہوئے کہا۔

نوجوان مسکرا دیا۔

"تم آج کب سے ڈیوٹی پر ہو" ـــــ؟ نوجوان نے ویٹر سے سوال کیا۔

"صبح دس بجے سے جناب" ـــــ ویٹر نے مؤدبانہ انداز میں جواب دیا۔

"سنو! ـــــ آج ایک گروپ تقریباً چھ سات آدمیوں کا جس میں ایک غیر ملکی لڑکی بھی تھی یہاں بیٹھا رہا ہے" ـــــ؟ نوجوان نے پوچھا۔

"جی ہاں ـــــ آج شام کو ایک گروپ دور کے کونے میں بیٹھا رہا ہے ـــــ وہ کافی دیر گفتگو کرتے رہے ہیں۔ پھر اٹھ کر چلے گئے" ـــــ ویٹر نے جواب دیا۔

"اس کے علاوہ اور کوئی گروپ نہیں آیا" ـــــ؟ نوجوان نے دوسرا سوال کیا۔

"نہیں جناب ـــــ آج اس گروپ کے علاوہ اور کوئی گروپ نہیں آیا" ـــــ ویٹر نے جواب دیا ۔

"اس لڑکی کا حلیہ بتاؤ" ـــــ؟ نوجوان نے پھر سوال کیا۔

ویٹر نے جولیا کا حلیہ بتلا دیا ۔

نوجوان نے بڑا نفسیاتی سوال کیا تھا ۔ جولیا چونکہ غیر ملکی تھی اس لیے ظاہر ہے ویٹر کے ذہن میں اس کا حلیہ رہ گیا ہوگا۔ غیر ملکی لڑکیوں کو یہ ویٹر قسم کی مخلوق بڑے غور اور حیرت سے دیکھا کرتی ہے۔ خاص طور پر غیر معروف ہوٹل کے ویٹر

"ٹھیک ہے ـــــ وہ کس وقت آئے تھے" ـــــ؟ نوجوان نے اطمینان کا سانس لیتے ہوئے کہا۔

"شام چھ بجے آئے تھے ـــــ ایک کونے میں بیٹھے بات چیت کرتے رہے۔ تقریباً دو گھنٹے بعد واپس چلے گئے" ـــــ ویٹر نے تفصیلی جواب دیا۔

"تم نے ان کی گفتگو سنی تھی" ـــــ؟ نوجوان نے پوچھا ۔

"نہیں جناب! ـــــ جب میں چائے سرو کرنے گیا تو سب لوگ خاموش ہوگئے تھے" ـــــ ویٹر نے جواب دیا ۔

"او کے ـــــ ٹھیک ہے تم جاؤ" ـــــ نوجوان نے کہا اور ویٹر سلام کر کے واپس چلا گیا۔

ویٹر کے جانے کے بعد نوجوان اٹھا اور پھر خاموشی سے بیٹھے مینجر سے سخت لہجے میں کہنے لگا۔

"میرا نام ٹائیگر ہے ـــــ دارالحکومت میں ہر غیر قانونی کام کرنے والا آدمی میری نظروں کے سامنے رہتا ہے ـــــ لہٰذا بہتر یہی ہے کہ تم اس کمرے میں ہونے والی گفتگو کا ایک لفظ بھی ـــــ خواب میں بھی نہ بڑبڑانا ورنہ" ـــــ ٹائیگر نے فقرہ جان بوجھ کر نامکمل چھوڑ دیا اور پھر تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا کمرے سے باہر نکل آیا۔ اور

مینجر آنکھیں پھاڑے اسے جاتا دیکھ رہا تھا۔

جلد ہی ٹائیگر کیفے ہل پارک سے باہر آیا۔ اس نے اِدھر اُدھر نظر دوڑائی اور پھر اسے دوسری سڑک کا ایک کونہ ایسا نظر آگیا جہاں گہرا اندھیرا تھا۔ دور دور تک کوئی آدمی نظر نہیں آرہا تھا۔ وہ تیزی سے چلتا ہوا اس کونے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ وہاں پہنچ کر اس نے ایک بار پھر محتاط نظروں سے اِدھر اُدھر دیکھا اور پھر جیب سے ایک چھوٹا سا لائٹر نکال لیا۔ اس نے لائٹر کا بٹن دبایا۔ اس میں سے ایک باریک سی راڈ باہر نکل آئی اور دوسرے لمحے اس کے کانوں میں زوں زوں کی آوازیں آنے لگیں۔ جلد ہی رابطہ مل گیا۔

"عمران سپیکنگ۔ اوور"۔۔۔ دوسری طرف سے عمران کی سنجیدہ آواز آئی۔

"ٹائیگر بول رہا ہوں جناب اوور"۔۔۔ ٹائیگر نے مودبانہ انداز میں جواب دیا۔

"رپورٹ دو"۔۔۔ عمران کا لہجہ سخت ہو گیا۔

"سر! ۔۔۔ سیکرٹ سروس کی پوری ٹیم یہ جولیا کے کیفے ہل پارک میں دو گھنٹے تک موجود رہی ہے اور انہوں نے کسی خاص سلسلے میں یہ میٹنگ کی ہے۔ اوور"۔ ٹائیگر نے رپورٹ دی۔

"خاص سلسلے کا کیسے پتہ چلا۔ اوور"۔۔۔ عمران کی سپاٹ آواز سنائی دی۔

"جناب ویٹر سے پتہ چلا ہے کہ جب وہ چائے سرو کرنے گیا تو تمام افراد باتیں کرتے کرتے یکدم خاموش ہو گئے تھے۔ اوور"۔۔۔ ٹائیگر نے جواب دیا۔

"ہونہہ"۔۔۔ دوسری طرف سے عمران کی سوچ میں ڈوبی ہوئی آواز آئی۔ چند لمحوں تک خاموشی طاری رہی اور پھر عمران کی آواز سنائی دی۔

"سنو ٹائیگر! ۔۔۔ تم فوراً صفدر اور کیپٹن شکیل کے فلیٹس پر جاؤ اور چیک کرو کہ وہ وہاں موجود ہیں یا نہیں۔۔۔ اگر موجود نہیں تو تم وہیں رکو اور جب وہ آئیں تو مجھے کال کرنا ۔۔۔ صفدر اور کیپٹن شکیل کے فلیٹس چونکہ ایک دوسرے کے نزدیک ہیں اس لیے تم باآسانی دونوں کی نگرانی کر سکتے ہو۔ اوور"۔۔۔ عمران نے اسے ہدایات دیتے ہوئے کہا۔

"بہتر سر"۔۔۔ ٹائیگر نے جواب دیا۔

"اوور اینڈ آل"۔۔۔ عمران کی آواز سنائی دی اور رابطہ ختم ہو گیا۔

ٹائیگر نے بھی بٹن دبا کر لائٹر بند کیا اور پھر اسے جیب میں ڈال کر وہ تیزی سے دوبارہ کیفے ہل پارک کی طرف بڑھا۔ پارک شیڈ سے اپنا وائر کول موٹر سائیکل نکالا اور دوسرے لمحے موٹر سائیکل انتہائی تیزی سے سڑک پر دوڑ رہا تھا۔

صفدر اور کیپٹن شکیل کے فلیٹس پر جانے کے لیے ٹائیگر کو عمران کے فلیٹ کے سامنے سے گزر کر جانا تھا۔ جب وہ عمران کے فلیٹ کے سامنے سے گزرا تو اچانک اس کی نظر کیپٹن شکیل پر پڑی جو عمران کے فلیٹ کی سیڑھیاں اتر رہا تھا۔ سٹریٹ لیمپ کی روشنی میں وہ ٹائیگر کو صاف نظر آیا۔ اس نے موٹر سائیکل کو آہستہ کرتے ہوئے فٹ پاتھ کی سائیڈ میں لگا دیا اور پھر اس کی مشینری کو یوں چھیڑنے لگا جیسے چلتے چلتے اس میں خرابی پیدا ہو گئی ہو۔ ویسے اس کی تیز نظریں کیپٹن شکیل پر جمی ہوئی تھیں جو اب ایک خالی ٹیکسی میں بیٹھ رہا تھا۔ ٹیکسی کے آگے بڑھتے ہی اس نے بھی موٹر سائیکل اس کے پیچھے لگا دیا۔ وہ بڑی احتیاط سے تعاقب کر رہا تھا کیونکہ اسے علم تھا کہ کیپٹن شکیل بھی سیکرٹ سروس کا ممبر ہے اس لیے اسے خطرہ تھا کہ وہ تعاقب سے باخبر نہ ہو جائے۔

جلد ہی ٹیکسی کیپٹن شکیل کے فلیٹ کے سامنے رک گئی اور پھر کیپٹن شکیل اتر کر اپنے فلیٹ کی سیڑھیاں چڑھتا چلا گیا اور ٹائیگر ایک بار پھر عمران سے رابطہ قائم کر کے اسے رپورٹ دینے میں مصروف ہو گیا۔

بلیک کلارک دانش منزل کے پھاٹک سے نکلا اور تیزی سے فٹ پاتھ پر چلنے والے
عوام کے ہجوم میں گھس گیا۔ اس کی رفتار کافی تیز تھی اور وہ لوگوں کو زبردستی ادھر اُدھر ہٹاتا
راستہ بناتا چلا جا رہا تھا۔

کافی دور جا کر اس کو ایک خالی ٹیکسی مل گئی اس نے دروازہ کھولا اور پھر اندر بیٹھ کر
اطمینان کا سانس لیا۔ وہ واقعی اپنی دلیری اور موقعہ شناسی کی بدولت وہاں سے نکل آنے
میں کامیاب ہو گیا تھا۔

"کہاں چلوں صاحب" ___؟ ڈرائیور نے بلیک کلارک کے بیٹھتے ہی اس سے پوچھا۔

"ہوٹل مون لائٹ" ___ بلیک کلارک نے کہا۔

اور ٹیکسی ڈرائیور نے میٹر ڈاؤن کر کے گاڑی سٹارٹ کر دی۔ چند لمحوں بعد ٹیکسی
تیزی سے سڑک پر دوڑ رہی تھی۔

بلیک کلارک کے ذہن میں ایک عجیب سی الجھن نے ڈیرہ جمایا ہوا تھا۔ عمران اور
دیو ہیکل حبشی ___ وہ ان دونوں کے متعلق بڑی سنجیدگی سے سوچ رہا تھا۔ اس کا ذہن
ایکسٹو کے متعلق بھی سوچ رہا تھا۔

کبھی کبھی اسے شک پڑتا کہ عمران ہی ایکسٹو ہے مگر اس کا احمق پن درمیان
میں آ جاتا اور وہ سر جھٹک کر اس خیال کو ذہن سے نکال دیتا۔ کسی بھی ملک کی سیکرٹ سروس کا

چیف احمق نہیں ہو سکتا۔ اور پھر ایسا سربراہ جس کی ذہانت اور پُراسراریت کے
لیے تمام ممالک کی سیکرٹ سروسز میں زبان زد عام ہوں اور جسے بے نقاب کرنے کے
لیے خاص طور پر اسے اور شارپ وائل کو بھیجا جائے۔ ایسا آدمی احمق نہیں ہو سکتا۔ اور
عمران کے متعلق اسے پورا یقین ہو گیا تھا کہ وہ اگر مکمل احمق نہیں تو کم از کم کریک ضرور
ہے۔ ابھی وہ اسی ادھیڑ بُن میں تھا کہ ٹیکسی ہوٹل کے کمپاؤنڈ میں مڑ گئی۔

ٹیکسی کے رکنے پر وہ خیالات کی دنیا سے باہر آیا اور پھر اس نے نیچے اتر
کر کرایہ دیا اور تیز تیز قدم بڑھاتا ہوا مین گیٹ میں داخل ہو گیا۔

جلد ہی وہ اپنے کمرے میں موجود تھا۔ اس نے دروازہ بند کر کے سب سے پہلے
اپنے بیگ کے خفیہ خانے سے میک اَپ بکس نکالا اور باتھ روم میں گھس گیا۔

تقریباً آدھے گھنٹے کے بعد جب وہ باتھ روم سے باہر نکلا تو اس کی شکل مکمل طور
تبدیل ہو چکی تھی۔ اب وہ کوئی مقامی آدمی معلوم ہو رہا تھا۔ اس نے بیگ بند کیا۔ ایک
نظر کمرے پر ڈالی اور پھر وہ بیگ اٹھائے کمرے سے باہر آ گیا۔ کاؤنٹر کے سامنے سے گزرنے
کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا کیونکہ وہ اس وقت ان کے گاہک کے روپ میں نہیں
تھا اس لیے اس نے بیک ڈور استعمال کیا جو کچن کے قریب سے ہو کر گزرتا تھا۔ یہ
راستہ وہ پہلے ہی دیکھ چکا تھا تاکہ کبھی افراتفری میں بھاگنا پڑے تو وہ اسے استعمال کر سکے
اور اس وقت کی دیکھ بھال اب اس کے کام آ گئی تھی۔

ہوٹل کی عقبی گلی سے گزرتا ہوا وہ سڑک پر آ گیا۔ اس نے اطمینان کی ایک طویل
سانس لی۔ اور پھر جلد ہی اسے ایک خالی ٹیکسی مل گئی۔

"ہوٹل ڈریم لینڈ چلو" ___ اس نے ٹیکسی میں بیٹھتے ہی ڈرائیور کو حکم دیا۔ اور
ڈرائیور نے مؤدبانہ طور پر سر جھکاتے ہوئے کلچ سے پیر ہٹا لیا۔ ٹیکسی تیزی سے آگے
بڑھنے لگی۔

مختلف سڑکوں سے گزرنے کے بعد ٹیکسی ہوٹل ڈریم لینڈ کے وسیع کمپاؤنڈ
داخل ہو کر رک گئی۔ بلیک کلارک نے ڈرائیور کو کرایہ ادا کیا اور ہوٹل کے اندر آیا
پھر اس نے کاؤنٹر گرل سے کمرہ طلب کیا۔

تیسری منزل پر موجود کمرہ اسے دے دیا گیا اور پھر پورٹر کی رہنمائی میں وہ کمرے
پہنچ گیا۔

پورٹر کو ٹپ دے کر اس نے رخصت کیا اور پھر دروازہ بند کر کے سب سے
اس نے ٹیلیفون کا رسیور اٹھایا اور نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔ جلد ہی را
مل گیا۔

"ہیلو"۔۔۔ دوسری طرف سے شارپ وائلی کی آواز سنائی دی۔

"میں نمبر ون بول رہا ہوں"۔۔۔ بلیک کلارک نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

"اوہ۔۔۔ نمبر ون کہاں سے بول رہے ہو"۔۔۔؟ شارپ وائلی کی آواز
کی چہکار تھی۔

"میں آ رہا ہوں"۔۔۔ بلیک کلارک نے فون پر مزید گفتگو مناسب نہ سمجھی اور
رکھ دیا۔

بلیک کلارک نے محتاط نظروں سے کمرے کا جائزہ لیا اور پھر اٹھ کر کمرے سے
آ گیا۔ دروازہ لاک کرنے کے بعد وہ آگے بڑھا اور پھر کمروں کے نمبر دیکھتا ہوا
کمرے کے سامنے رک گیا۔ اس نے مخصوص انداز میں دروازے پر دستک دی۔

چند لمحوں بعد دروازہ کھل گیا۔ دروازے میں شارپ وائلی کھڑا اسے عجیب نظ
سے دیکھ رہا تھا۔ مکمل میک اپ کی وجہ سے شاید اسے پہچان نہیں سکا تھا۔

"کیا مجھے اندر نہیں آنے دو گے"۔۔۔ بلیک کلارک نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اوہ تم۔۔۔ آؤ، آؤ"۔۔۔ شارپ وائلی اس کی آواز پہچان گیا۔ ویسے اس

نظروں میں حیرت تھی۔

بلیک کلارک نے اتنے ماہرانہ انداز میں میک اپ کیا تھا کہ شارپ وائلی کی تجربہ کار نظریں بھی دھوکہ کھا گئی تھیں۔

"بڑا مکمل میک اپ کیا ہے"۔۔۔ شارپ وائلی نے صوفے پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"مجھے خوشی ہے کہ اس میک اپ میں تم بھی مجھے نہیں پہچان سکے"۔۔۔ بلیک کلارک کے لہجہ میں فخر کا عنصر موجود تھا۔

"اس عمارت سے کیسے نکلے"۔۔۔؟ شارپ وائلی نے تجسس والے لہجہ میں پوچھا۔

"زیادہ الجھن کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔۔۔ ایک چھوٹی سی جھڑپ ہوئی اور میں باہر آ گیا"۔۔۔ بلیک کلارک نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اس کا تو مجھے یقین تھا کہ تمہیں دنیا کی کوئی طاقت تمہاری مرضی کے بغیر نہیں روک سکتی۔۔۔ اس لیے مجھے اطمینان بھی تھا"۔۔۔ شارپ وائلی نے کہا۔ اور بلیک کلارک مسکرا کر خاموش ہو گیا۔

"کوئی خاص پوائنٹ"۔۔۔؟ شارپ وائلی نے دوسرا سوال کیا۔

"اب تک میں کوئی خاص اندازہ نہیں لگا سکا کہ ایکسٹو کون ہے"۔۔۔ بلیک کلارک نے بڑی سنجیدگی سے جواب دیا۔

"عمارت میں کون کون تھا"۔۔۔؟ شارپ وائلی نے پوچھا۔

"عمارت میں صرف تین آدمی نظر آئے ہیں۔۔۔ ایک تو گرانڈیل حبشی تھا۔ وہ تو یقیناً اس عمارت کا چوکیدار ہو گا۔۔۔ دوسرا وہ احمق عمران تھا۔۔۔ اور تیسرے آدمی کو میں اچھی طرح سے نہیں دیکھ سکا تھا۔ کیونکہ اسی کے اچانک آ جانے کی وجہ سے میں وہاں سے بھاگ نکلنے میں کامیاب ہوا تھا۔ ویسے طائرانہ نظر میں مجھے وہ ایک عام ملازم لگتا تھا۔ اس کے کپڑے تو سادہ سے تھے"۔۔۔ بلیک کلارک نے بتلایا۔

"اس احمق عمران کے متعلق کیا خیال ہے" ——— ؟ شارپ وائٹی نے ٹھوس لہجہ میں پوچھا۔

"ارے نہیں ——— جس انداز میں تم سوچ رہے ہو وہ غلط ہے ——— وہ کریک کبھی ایکسٹو نہیں ہوسکتا۔ اور دوسرا ہمیں بتایا گیا ہے کہ ایکسٹو بغیر نقاب کے کبھی سامنے نہیں آتا اور جبکہ وہ سارا دن آوارہ گردی کرتا رہتا ہے" ——— بلیک کلارک نے ہنستے ہوئے جواب دیا۔

"ہونہہ" ——— شارپ وائٹی گہری سوچ میں ڈوب گیا۔

"تمہاری کیا پراگریس ہے" ——— ؟ بلیک کلارک نے سوال کیا۔

"کوئی خاص نہیں ——— سوائے اس عمارت کے اور کوئی خاص کلیو سامنے نہیں آیا" ——— شارپ وائٹی نے جواب دیا۔

"میرے خیال میں اندھیرے میں ٹامک ٹوئیاں مارنے کی بجائے ہمیں ایک خاص پلان ترتیب دینا پڑے گا ——— تب ہی ایکسٹو بے نقاب ہوسکے گا" ——— بلیک کلارک نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

"ہاں ——— میں بھی یہی سوچ رہا ہوں" ——— شارپ وائٹی نے گہری نظروں سے بلیک کلارک کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"میرے ذہن میں ایک پلان آیا ہے ——— میرا خیال ہے کہ اگر ہم اس پلان پر عمل کر لیں تو ہمیں سو فیصد کامیابی ہوسکتی ہے" ——— بلیک کلارک نے کہا۔

"کیسا پلان" ——— ؟ شارپ وائٹی نے بڑی دلچسپی سے پوچھا۔

"کوئی ایسا جرم کیا جائے کہ حکومت کے اعلیٰ آفیسران کی میٹنگ بلانی ضروری ہو جائے ظاہر ہے وہاں ایکسٹو بھی ہوگا ——— پھر وہیں یا تو اسے گولی ماری جا سکتی ہے یا پھر اسے بے نقاب کیا جاسکتا ہے۔ اگر یہ دونوں صورتیں نہ ہوسکیں تو بہرحال اتنا تو ہو جائیگا کہ وہ ہماری نظروں میں آجائے گا۔ اس کے بعد ہم اس سے بآسانی نپٹ سکتے ہیں" ——— بلیک کلارک نے پلان کا خاکہ بتلایا۔

"پلان تو اچھا ہے مگر وہ جرم ایسا ہو کہ ایکسٹو کی میٹنگ میں شمولیت ضروری ہو جائے" ——— شارپ وائٹی نے پلان کی تائید کرتے ہوئے کہا۔

"ہاں ——— یہی تو ہمارا اصل مقصد ہوگا۔ ورنہ تو سب کچھ رائیگاں چلا جائے گا" ——— بلیک کلارک نے جواب دیا۔

اور پھر وہ دونوں گہری سوچوں میں ڈوب گئے۔ شائد وہ دونوں کسی بہت بڑے جرم کے متعلق سوچ رہے تھے۔



صفدر نے اپنے فلیٹ میں جاتے ہی سب سے پہلے ٹیلیفون کا رسیور اٹھایا اور پھر دانش منزل کے نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔ جلد ہی رابطہ مل گیا۔

"ایکسٹو" ——— دوسری طرف سے ایکسٹو کی مخصوص آواز سنائی دی۔

"صفدر سپیکنگ سر" ——— صفدر نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"کیا بات ہے صفدر" ——— ؟ ایکسٹو کا لہجہ بے حد خشک تھا۔

"سر! ——— ایک رپورٹ دینی تھی" ——— صفدر ایکسٹو کے لہجے کی خشکی سے قدرے گھبرا گیا تھا۔

"کیسی رپورٹ" ___ ؟ ایکسٹو نے انتہائی سخت لہجے میں پوچھا

"سر! ___ ڈریم لینڈ ہوٹل میں کمرہ نمبر ۱۲ تیسری منزل میں ایک غیر ملکی رہائش پذیر ہے ___ وہ سیکرٹ سروس اور آپ میں بے حد دلچسپی لے رہا ہے" ___ صفدر نے گول مول الفاظ میں مفہوم ادا کرنا چاہا۔

"سیکرٹ سروس اور مجھ میں دلچسپی ___ وضاحت سے بات کرو۔ تمہیں یہ پہیلیاں ڈالنے کی عادت کب سے پڑ گئی" ___ ایکسٹو نے سخت لہجے میں کہا۔

"سر! ___ میں اس سے ایک بلیک میلر کے روپ میں ملا تھا ___ اس نے مجھ سے معاہدہ کیا ہے کہ میں ایکسٹو کے متعلق اسے معلومات اکٹھی کر کے دوں" ___ صفدر نے جواب دیا۔

"تمہیں اس آدمی پر کیسے شک ہوا" ___ ؟ ایکسٹو نے سوال کیا۔

اس بار صفدر گھبرا گیا۔ کیونکہ رپورٹ دینے سے پہلے اس نے اپنی پوزیشن کے متعلق تو سوچا بھی نہیں تھا کہ وہ ایکسٹو کو اپنی وہاں موجودگی کے متعلق کیا بتلائے گا۔ اب ظاہر ہے وہ یہ تو نہیں بتا سکتا تھا کہ وہ سر سلطان کے آفس میں ٹیلیفون ٹیپ کرنے گیا تھا۔

"تم خاموش کیوں ہو گئے صفدر" ___ ؟ ایکسٹو کے لہجے میں برہمی نمایاں تھی۔

"سر! ___ دراصل بات یہ ہے کہ میں آپ کی اجازت کے بغیر اس آدمی کے تعاقب میں لگ گیا تھا۔ مجھے وہ دانش منزل کے گرد مشکوک انداز میں گھومتا ہوا نظر آیا تھا۔ میں نے اس کا ڈریم لینڈ ہوٹل تک تعاقب کیا جہاں وہ رہائش پذیر ہے ___ پھر میں اس سے ایک بلیک میلر کے روپ میں ٹکرایا اور میں اس پر جال ڈالنے میں کامیاب ہو گیا ___ اس نے میری خدمات حاصل کرنے کی خواہش کی۔ تب مجھے پتہ چلا کہ وہ دراصل آپ کے چکر میں ہے" ___ صفدر نے بڑی مشکل سے بات بنائی۔

"ہونہہ" ___ ایکسٹو نے ہنکارا بھرتے ہوئے کہا۔

اور صفدر نے ماتھے سے پسینہ پونچھا۔ بات بنانے میں اسے اپنی پوری ذہانت سے کام لینا پڑا تھا۔ ایکسٹو کے خلاف کام تو وہ شروع کر بیٹھے تھے مگر اب اسے احساس ہوا کہ یہ کام جسے وہ آسان سمجھ رہے تھے دراصل سب سے مشکل ہے۔

"صفدر! ___ تم میک اپ میں اس کی نگرانی کرو ___ اس کی تمام نقل و حرکت کی مجھے باقاعدہ رپورٹ دو" ___ ایکسٹو نے چند لمحے کی خاموشی کے بعد اسے حکم دیا۔

"بہتر سر" ___ صفدر نے جواب دیا۔

اور پھر دوسری طرف سے رسیور رکھنے کی آواز سن کر صفدر نے بھی رسیور رکھ دیا اور صوفے پر بیٹھ کر لمبے لمبے سانس لینے لگا جیسے اس نے ایک طویل مسافت دوڑ کر طے کی ہو۔

ابھی اسے بیٹھے ہوئے چند ہی لمحے ہوئے تھے کہ ٹیلیفون کی گھنٹی بجنے لگی۔ صفدر نے چونک کر رسیور اٹھایا۔

"صفدر سپیکنگ" ___ صفدر نے کہا۔

"جولیا" ___ دوسری طرف سے جولیا کی آواز سنائی دی۔

"کیا بات ہے مس جولیا ___ کیسے یاد فرمایا" ___ ؟ صفدر نے بڑے اخلاق سے پوچھا۔

"صفدر ___ کیا تم نے وہ کام کر دیا ہے جو تمہارے ذمے لگایا گیا تھا" ___ ؟ جولیا نے سوال کیا۔

"ہاں ___ کام تو ہو گیا ہے مگر مجھے نظر آرہا ہے کہ ہم لوگ کسی بڑی مشکل میں پھنسنے والے ہیں" ___ صفدر کے لہجے میں پراسراریت شامل تھی۔

"کیا مطلب ___ کیسی مشکل" ___ ؟ جولیا گھبرا گئی

"بات یہ ہے مس جولیا کہ ایک غیر ملکی پارٹی بھی ایکسٹو کی نقاب کشائی میں دلچسپی لے رہی ہے" ۔۔۔ صفدر نے کہا۔

"یہ کیا کہہ رہے ہو تم" ۔۔۔ جولیا کی آواز سے صفدر کو یوں محسوس ہوا جیسے اس خبر نے اس پر بجلی کے کرنٹ جیسا اثر کیا ہو۔

"میں ٹھیک کہہ رہا ہوں مس جولیا" ۔۔۔ صفدر نے اپنی بات پر زور دیتے ہوئے کہا۔

"تو پھر ہمیں اپنی کارروائیاں روک دینی چاہئیں ۔۔۔ کہیں دشمن ہماری کارروائی سے ہی فائدہ نہ اٹھا لے" ۔۔۔ جولیا کے لہجے میں بے حد تشویش تھی۔

"میرا خیال اس کے برعکس ہے ۔۔۔ ہماری اور دشمن کی کارروائی میں بڑا فرق ہے ۔۔۔ ہم اپنی کارروائی میں کسی سنگین جرم کا ارتکاب نہیں کریں گے جب کہ دشمن کو اگر ضرورت پڑی تو وہ اس سے بھی گریز نہیں کرے گا" ۔۔۔ صفدر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"یہ تو ٹھیک ہے ۔۔۔ مگر ہم اپنی کارروائی اس کیس کے ختم ہونے کے بعد بھی جاری رکھ سکتے ہیں۔ ہمیں آخر جلدی کس بات کی ہے ۔۔۔ یہ کیس ہم نے اس لئے شروع کیا تھا کہ ہم ان دنوں قطعی فارغ تھے اب جبکہ تم کہہ رہے ہو کہ ایک نیا کیس شروع ہو چکا ہے تو ظاہر ہے کہ ہمیں اپنی کارروائی کے لیے فرصت کہاں ملے گی۔" جولیا کارروائی بند کرنے پر تلی ہوئی تھی۔

"آخر تم کارروائی بند کرنے پر اتنا اصرار کیوں کر رہی ہو ۔۔۔ جبکہ میں نے اپنا کام زندگی اور موت کی سرحد پر لٹک کر پیدا کیا ہے" ۔۔۔ صفدر کے لہجے میں تیکھا پن تھا۔ شائد اسے اپنی پوزیشن جس کے تحت اس نے سر سلطان کے آفس میں فون ٹیپ کیا تھا یاد آ گئی تھی۔

"بات یہ ہے صفدر کہ میں ابھی چند منٹ پہلے ویسے ہی کیفے بل پارک گئی تھی مقصد صرف چائے پینے کا تھا ۔۔۔ مجھے ایک ویٹر نے آ کر سرگوشی کے انداز میں بتایا کہ ایک نوجوان اس دن کی ہماری میٹنگ کے متعلق معلومات لیتا پھر رہا تھا" ۔۔۔ جولیا نے آخر دل کی بات کہہ دی۔

"اوہ ۔۔۔ یہ نئی خبر ہے ۔۔۔ وہ نوجوان کون ہے" ۔۔۔ صفدر کا لہجہ بے حد تشویشناک تھا۔

"میں نے ویٹر سے اس کا حلیہ معلوم کیا لیکن کوئی خاص بات معلوم نہیں ہوئی" ۔۔۔ جولیا نے بتلایا۔

"کہیں وہ عمران تو نہیں تھا" ۔۔۔ صفدر بے حد گھبرا گیا۔

"نہیں ۔۔۔ میں نے بھی اسی نظریے کو سامنے رکھتے ہوئے ویٹر پر جرح کی تھی۔ مگر جو حلیہ اور قد و قامت اس نے بتلائی وہ عمران پر کسی صورت سے بھی فٹ نہیں ہوتی تھی" ۔۔۔ جولیا نے جواب دیا۔

"تو پھر آخر وہ کون تھا اور اسے سیکرٹ سروس کے ممبران کی سرگرمیوں سے کیا دلچسپی ہو سکتی ہے" ۔۔۔ صفدر چہ کنم کی حالت میں بول رہا تھا۔

"اسی لیے میں کہہ رہی ہوں کہ اس سے پہلے کہ صورت حال خطرناک حد تک بگڑ جائے ہمیں اپنی مزید کارروائی روک دینی چاہیے ۔۔۔ ہاں ایک اور خاص بات ۔۔۔ ابھی ابھی کیپٹن شکیل نے مجھے بتلایا ہے کہ ایکسٹو نے اسے فون پر پوچھا تھا کہ وہ کیفے بل پارک میں کیا کرنے جمع ہوتے تھے ۔۔۔ کیپٹن شکیل نے اسے وقتی طور پر مطمئن کر دیا ہے مگر" ۔۔۔ جولیا نے فقرہ نامکمل چھوڑ دیا۔

"ہاں ۔۔۔ اگر یہ پوزیشن ہے تو پھر ہمیں کارروائی بند ہی کرنا پڑے گی ۔۔۔ لیکن سر سلطان کے آفس اور عمران کے فلیٹ میں ہم نے جو کام کیا ہے اس کا کیا ہو گا" ۔۔۔ صفدر

نے کہا۔

"میرے خیال میں اسے برقرار رہنا چاہیئے ــــ ہو سکتا ہے ہمیں کوئی ایسی اطلاع مل جائے جس سے ہمارا مقصد حل ہو جائے" ــــ جولیا نے جواب دیا۔

"او۔ کے" ــــ صفدر نے بھی اس کی تائید کی۔

اور پھر جولیا نے "خدا حافظ" کہہ کر رسیور رکھ دیا۔

صفدر رسیور کریڈل پہ رکھ کر حالات پر غور کرنے لگا۔ وہ اس نوجوان کے متعلق پوری شدت سے سوچ رہا تھا۔ جس نے ان کی میٹنگ کے متعلق معلومات حاصل کر کے ایکسٹو کو پہنچائی تھیں۔ لیکن یہ نوجوان کسی بھی خانے میں فٹ نہیں ہو رہا تھا۔ آخر تنگ آ کر اس نے اس ٹاپک پر سوچنا ہی چھوڑ دیا اور اٹھ کر باتھ روم میں چلا گیا۔ تاکہ میک اپ کر کے وہ اس غیر ملکی کی نگرانی کے لیے جا سکے۔



عمران اپنے فلیٹ میں موجود تھا۔ وہ صوفے پر بیٹھا خلاف معمول کسی گہری سوچ میں گم تھا۔ صوفے پر بیٹھے بیٹھے ہاتھ بڑھا کر ٹیلیفون سیٹ اٹھایا اور پھر اسے صوفے پر ہی اپنے قریب رکھ کر اُسے یوں دیکھنے لگا جیسے ابھی اس سیٹ سے کوئی عجیب الخلقت مخلوق باہر نکل آئے گی۔

چند لمحوں تک وہ اسی پوزیشن میں بیٹھا رہا۔ اس کے بعد چونک کر اس نے رسیور اٹھایا اور پھر نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔

دراصل وہ ٹیلیفون سیٹ سے کسی مخلوق کی آمد کے متعلق پریشان نہیں تھا بلکہ ایکسٹو کی اس رپورٹ پر غور کر رہا تھا کہ کیفے ہل پارک میں سیکرٹ سروس کے تمام ممبران نے ایک میٹنگ کی ہے ــــ یہ کیسی میٹنگ تھی اور اس میں کیا موضوع زیر بحث آیا۔ اسی کے متعلق وہ سوچ رہا تھا۔ کبھی کبھی اس کے ذہن میں آتا کہ ہو سکتا ہے کہ یکسانیت اور بوریت سے تنگ آ کر سب لوگ گپ شپ کرنے وہاں جمع ہوئے ہوں۔ مگر اس کی چھٹی حس اسے بار بار احساس دلا رہی تھی کہ معاملہ صرف گپ شپ تک ہی محدود نہیں ہے۔

چنانچہ اس نے جولیا کو ٹٹولنے کا فیصلہ کیا۔ اس نے جولیا کے فلیٹ کے نمبر ڈائل کیے اور رسیور کانوں سے لگا لیا۔ جلد ہی رابطہ مل گیا۔

"ہیلو جولیا سپیکنگ" ــــ دوسری طرف سے جولیا کی آواز سنائی دی۔

مگر عمران آواز سنتے ہی اچانک اچھل پڑا۔ کیونکہ ایک بالکل مدھم سی کلک کی آواز بھی اس کے حساس کانوں میں پہنچی تھی۔ عام حالات میں یا کم از کم عمران کے علاوہ یہ قطعی مدھم سی آواز اور کوئی نہ سن سکتا۔ مگر عمران کے حساس کانوں نے اسے محسوس کر لیا۔

اس نے تیزی سے بغیر کوئی بات کیے رسیور کریڈل پر ڈال دیا اور ایک بار پھر آنکھیں پھاڑ کر ٹیلیفون سیٹ کو دیکھنے لگا۔ اس بار واقعی اسے یہ محسوس ہو رہا تھا جیسے ایک خوفناک قہقہہ مارتے ہوئے سیٹ سے الہ دین کے چراغ کا جن باہر نکل آئے گا اور "مانگ کیا مانگتا ہے" کی رٹ لگانی شروع کر دے گا۔

فون کہیں ٹیپ ہو رہا تھا۔ کلک کی آواز سنتے ہی وہ سمجھ گیا تھا لیکن کیا جولیا کا فون ٹیپ کیا جا رہا ہے یا اس کا۔ اس کے متعلق ابھی فیصلہ کرنا تھا۔

چنانچہ اس نے ایک بار پھر رسیور اٹھا کر صفدر کے فلیٹ کے نمبر ڈائل کرنے شروع

کر دیئے۔ جلد ہی رابطہ مل گیا۔ لیکن عمران جان بوجھ کر نہیں بولا۔ پھر صفدر کی آواز اس کے کانوں میں آئی۔

"صفدر سپیکنگ"

اور اس کے ساتھ ہی وہ مخصوص مدھم سی کلک کی آواز بھی سنائی دی اور عمران نے رسیور رکھ دیا۔

اب کم از کم یہ بات طے ہو گئی تھی کہ اس کا اپنا فون ٹیپ کیا جا رہا ہے۔

"سلیمان ــــ ارے سلیمان بھائی" ــــ عمران نے صوفے پر ہی بیٹھے بیٹھے ہانک لگائی۔

دوسرے لمحے سلیمان کی شکل دروازے میں نظر آئی۔ اور عمران اسے دیکھ کر حیرت سے آنکھیں پھاڑنے لگا۔

بہترین تراش کے سوٹ میں ملبوس سلیمان کسی بہت بڑی فرم کا ڈائریکٹر معلوم ہو رہا تھا۔ چہرے پر میک اپ کی گہری تہہ جما کر حسین بننے کی بزعم خود کامیاب کوشش بھی کی گئی تھی۔

"تشریف لایئے جناب" ــــ عمران تعظیماً اٹھ کھڑا ہوا۔

"شکریہ! ــــ آپ نے مجھے کیسے یاد فرمایا ہے" ــــ؟ سلیمان نے بھی تعظیماً جھکتے ہوئے کہا۔ لہجہ بے حد مہذب تھا۔

"توبہ توبہ ــــ میری یہ مجال کہاں ہو سکتی ہے کہ میں جناب والا کی شان میں گستاخی کر سکوں ــــ حضور اگر حکم فرماتے تو یہ بندۂ ناچیز سر کے بل چل کر حضورِ اقدس کی خدمت میں پہنچ جاتا" ــــ عمران نے اس لہجے میں جواب دیا جیسے وہ کسی کے سامنے حاضر ہو۔

"آپ مذاق نہ کریں ــــ کام بتلایئے ــــ مجھے جلدی ہے۔ میرے پاس فی الحال

اتنا وقت نہیں ہے کہ میں آپ کے مذاق سے لطف اندوز ہو سکوں" ــــ سلیمان نے جھنجھلاتے ہوئے جواب دیا۔ ویسے اس کے الفاظ کے انتخاب اور لہجے کے رکھ رکھاؤ نے اُسے عمران سے بھی بڑا ایکٹر ہونے کی تصدیق کر دی تھی۔

"حضور نے کہاں تشریف لے جانا ہے" ــــ عمران نے بڑی انکساری سے پوچھا

"مجھے ہوٹل انٹرکانٹی نینٹل میں نیشنل باورچی ایسوسی ایشن کے سالانہ اجلاس کی صدارت کرنی ہے" ــــ سلیمان نے بڑے غرور سے جواب دیا۔ اور عمران کی آنکھیں پھٹتے پھٹتے بچ گئیں۔

"اچھا اچھا ــــ میں سمجھا تھا کہ حضور شاید ہوٹل انٹرکانٹی نینٹل خرید فرمانے جا رہے ہیں" ــــ عمران نے جواب دیا۔

"آپ کام بتلائیں ــــ ورنہ ہم چلتے ہیں" ــــ سلیمان نے گردن اکڑاتے ہوئے کہا۔

"ایک سکرو ڈرائیور چاہیئے تھا" ــــ عمران نے کام بتلایا۔

"سکرو ڈرائیور! ــــ تو آپ دفتر روزگار سے رجوع فرمائیں ــــ اخبار میں اشتہار دیجئے ــــ میں بھلا ڈرائیور کہاں سے لاؤں" ــــ سلیمان جھنجھلا گیا۔

"لیکن وہ سٹور روم میں موجود ہے" ــــ عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"سٹور روم میں" ــــ اس بار سلیمان نے حیرت سے آنکھیں پھاڑیں ــــ "وہ کب سے سٹور روم میں بیٹھا ہوا ہے ــــ؟ میں نے تو اسے وہاں جاتے ہوئے نہیں دیکھا اور پھر اس کا سٹور روم میں کیا کام" ــــ؟ سلیمان کہہ رہا تھا۔

"حضور انٹرکانٹی نینٹل میں خطبۂ صدارت اردو میں فرمائیں گے یا انگریزی میں" ــــ؟ عمران نے ایک اور سوال کر دیا۔

"اس سوال کا ڈرائیور سے کیا تعلق" ــــ؟ سلیمان واقعی جھنجھلا گیا تھا

"اور ہاں — یہ سکرو کیا چیز ہے — کیا کوئی نئی قسم کی کار ہے یا مریخ کی طرف جانے والے کسی خلائی جہاز کا نام ہے" ——— سلیمان کو اچانک سکرو کی اجنبیت کا احساس ہوا۔

"میں تو سمجھتا تھا کہ میرے دماغ کا ہی سکرو ڈھیلا ہے مگر اب مجھے یقین ہو گ[یا] ہے کہ حضور کے دماغ کا تو سکرو ہے ہی نہیں" ——— عمران نے سنجیدگی سے ک[ہا]۔

"اوہ — تو یہ بات ہے —— سیدھی طرح کہیں کہ پیچ کس چاہیئے۔ خوامخواہ [؟] کا رعب جھاڑ رہے ہیں —— میں بھی کہوں کہ یہ اچانک ڈرائیور کی کیا ضرورت پڑ گئی" ——

سلیمان عمران کے محاورہ بولنے سے مطلب سمجھ گیا تھا۔ وہ انہی قدموں سے پلٹا اور دو[سرے] لمحے اس نے پیچ کس لا کر عمران کے سامنے رکھ دیا۔

"اچھا سلام علیکم —— جب تک میں واپس نہ آؤں آپ باہر نہ جائیں —— ورنہ مجھے تالا توڑنے کی تکلیف اٹھانی پڑے گی" ——— سلیمان نے کہا اور مڑ کر جانے لگا۔

"سلیمان" ——— عمران نے انتہائی سنجیدگی سے کہا۔

سلیمان اس تیزی سے پلٹا جیسے عمران نے اسے پکارا نہ ہو بلکہ کوڑا مار دیا ہو۔ ا[ور] پھر عمران کے چہرے پر بے پناہ سنجیدگی دیکھ کر وہ بوکھلا گیا۔

"فف — فف فرمایئے" ——— سلیمان نے بوکھلاتے ہوئے کہا۔

"خاموشی سے سامنے صوفے پر بیٹھ جاؤ" ——— عمران نے انتہائی سرد لہجے میں کہا اور سلیمان بغیر کوئی لفظ کہے بڑی فرمانبرداری سے صوفے پر بیٹھ گیا۔ وہ عمران کے مو[ڈ] کو اچھی طرح پہچانتا تھا۔

عمران نے سکرو ڈرائیور سے ٹیلیفون سیٹ کو بڑی مہارت سے کھول دیا۔ وہ اس کے ایک ایک پرزے کو بغور دیکھ رہا تھا۔

سلیمان خاموش بیٹھا یہ تمام کارروائی دیکھ رہا تھا۔ اسے حیرت ہو رہی تھی کہ یہ ٹیلیفون سیٹ کھولنے کا جنون عمران کو کیوں ہو گیا۔

عمران سیٹ کھول کر چند لمحوں تک بغور اسے دیکھتا رہا۔ پھر اس نے کمرے میں نظریں دوڑانی شروع کر دیں پھر اس کی نظریں دیوار پر لگے ہوئے اس پلگ پر جم گئیں جہاں سے ٹیلیفون کی تار نکل رہی تھی۔

عمران اٹھا اور اس پلگ کی طرف بڑھ گیا۔ اس کا پیچ کھولتے ہی جیسے اس نے اوپر کا ڈھکن اٹھایا۔ اس کے منہ سے سیٹی کی تیز آواز نکلی۔ سامنے ہی وائرلیس ٹیپ ریکارڈر فٹ تھا۔ عمران نے اسے متعلقہ تاروں سے علیحدہ کیا اور پھر پلگ کا ڈھکن دوبارہ کس کر وہ صوفے پر آ کر بیٹھ گیا۔

عمران بغور اس وائرلیس ٹیپ ریکارڈر کو دیکھ رہا تھا۔ اس کے چہرے پر الجھن نمایاں تھی۔

"میرے بعد یہاں کون کون آیا تھا" ——— عمران نے بڑی سنجیدگی سے سلیمان سے سوال کیا۔

"آپ تو ابھی گئے بھی نہیں —— آپ کے بعد کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا" —— سلیمان نے ڈرتے ڈرتے کہا۔

"ہونہہ —— میرا مطلب ہے کہ مجھ سے پہلے" ——— عمران واقعی سنجیدہ تھا۔ اس لیے سلیمان نے بھی دوبارہ مذاق کرنے کی جرأت نہ کی۔

"صرف کیپٹن شکیل صاحب آئے تھے" ——— سلیمان نے بڑی سنجیدگی سے جواب دیا۔

"ہونہہ —— وہ کتنی دیر یہاں بیٹھے تھے" ——— عمران نے پوچھا۔

"تقریباً دس پندرہ منٹ بیٹھے ہوں گے" —— سلیمان نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے —— تم جا سکتے ہو" —— عمران نے کہا اور سلیمان اٹھ کر یوں بھاگا

جیسے اس کا پیچھا بدروحیں کر رہی ہوں۔

عمران نے وہ ٹیپ ریکارڈر جیب میں رکھا اور پھر ٹیلیفون سیٹ کو دوبارہ جوڑنے لگا۔ اس کے چہرے پر بے پناہ سنجیدگی تھی۔ وہ معاملے کو اب کچھ کچھ سمجھ چکا تھا۔ اس نے سیٹ ٹھیک کر کے نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔

جلد ہی رابطہ قائم ہو گیا۔

"میں عمران بول رہا ہوں" ۔۔۔ عمران نے کہا۔

"فرمایئے جناب" ۔۔۔ دوسری طرف سے بلیک زیرو کی آواز سنائی دی۔

"طاہر! ۔۔۔ کیپٹن شکیل کی پرسنل فائل سیف سے نکال کر رکھو ۔۔۔ میں آ رہا ہوں" عمران نے کہا اور پھر رسیور رکھ دیا۔

رسیور رکھ کر عمران اٹھا اور پھر اپنے مخصوص فون کی طرف بڑھ گیا۔ جس سے وہ ایکسٹو ممبران کو کال کیا کرتا تھا۔ اس نے اس ٹیلیفون کو اچھی طرح چیک کیا مگر وہ محفوظ تھا۔ اس لیے اسے اطمینان ہو گیا۔

عمران نے باہر نکل کر فلیٹ کا دروازہ بند کیا اور پھر سیڑھیاں اترتا ہوا گیراج میں موجود اپنی کار کی طرف بڑھ گیا۔

جلد ہی وہ دانش منزل میں اپنے مخصوص کمرے میں موجود تھا۔ کیپٹن شکیل کی پرسنل فائل اس کے سامنے میز پر کھلی ہوئی تھی۔ اس نے جیب سے بڑی احتیاط سے وہ وائرلیس ٹیپ ریکارڈر نکالا اور پھر بلیک زیرو کی طرف بڑھا دیا۔

"اس پر موجود انگلیوں کے نشانات کے پرنٹ بنا کر لے آؤ ۔۔۔ جلدی" ۔۔۔ عمران نے بڑی سنجیدگی سے بلیک زیرو سے کہا۔

بلیک زیرو نے بڑی احتیاط سے رومال سے وائرلیس ٹیپ ریکارڈر پکڑا اور لیبارٹری کی طرف بڑھ گیا ۔۔۔ عمران اس دوران کیپٹن شکیل کی پرسنل فائل کا مطالعہ کرنے میں مصروف ہو گیا۔

تھوڑی دیر بعد بلیک زیرو پرنٹ لے کر واپس آ گیا۔ اس نے پرنٹ عمران کے سامنے رکھ دیئے۔ یہ دو پرنٹ تھے۔ دو مختلف آدمیوں کی انگلیوں کے نشانات۔

عمران نے ایک پرنٹ اٹھایا اور اسے بغور دیکھ کر ایک طرف رکھ دیا۔ پھر دوسرا پرنٹ اٹھایا اور اسے غور سے دیکھنے لگا۔ پھر اس نے کیپٹن شکیل کی فائل میں لگے ہوئے اس کی انگلیوں کے نشانات بغور دیکھے اور ایک طویل سانس لیتے ہوئے پرنٹ میز پر رکھ دیئے اور فائل بند کر دی۔

بلیک زیرو یہ سب کارروائی بڑی حیرت اور تشویش سے دیکھ رہا تھا۔ اسے کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ آخر یہ سب کیا چکر ہے۔

"کیا بات ہے عمران صاحب! ۔۔۔؟ یہ وائرلیس ٹیپ ریکارڈر کیا ہے اور جہاں تک میرا اندازہ ہے اس پر آپ کی انگلیوں کے نشانات کے ساتھ ساتھ کیپٹن شکیل کی انگلیوں کے نشانات بھی موجود ہیں" ۔۔۔ بلیک زیرو نے الجھن زدہ لہجے میں کہا۔

"ہاں بلیک زیرو! ۔۔۔ تمہارا اندازہ قطعی درست ہے ۔۔۔ یہ وائرلیس ٹیپ ریکارڈر میرے فلیٹ کے ٹیلیفون سیٹ کو ٹیپ کرنے کے لیے جوائنٹ پلگ کے اندر لگایا گیا تھا اور انگلیوں کے نشانات سے ظاہر ہے کہ یہ کام کیپٹن شکیل کا ہے" ۔۔۔ عمران نے تفصیل بتلائی۔

"اوہ! ۔۔۔ تو کیا کیپٹن شکیل کسی دشمن کا آلہ کار بن گیا ہے" ۔۔۔ بلیک زیرو نے بڑی بے چینی سے کہا۔

"اتنی جلدی اندازے قائم نہ کیا کرو ۔۔۔ میں کچھ اور سوچ رہا ہوں" ۔۔۔ عمران نے سخت لہجے میں کہا۔

"ظاہراً تو یہی معلوم ہوتا ہے" ۔۔۔ بلیک زیرو نے کہا۔

"میرے خیال میں ہمارے ممبران اب ایکسٹو کو بے نقاب کرنے پر تل گئے ہیں" عمران نے کہا۔

اور بلیک زیرو اچھل پڑا۔

"آپ نے کیسے اندازہ لگایا" ——؟ اس نے بے چین لہجے میں پوچھا۔

"تمام ممبران نے کیفے بل پارک میں ایک خفیہ میٹنگ کی اور پھر یہ کارروائی نظر میں آئی ہے —— سیکرٹ سروس کے ممبران کی حب الوطنی اور فرض شناسی میری نظر میں شک و شبہ سے بالاتر ہے —— پھر میرا ٹیلیفون ٹیپ کرنے سے یہی اندازہ ہوتا ہے کہ یہ تمام کارروائی ایکسٹو کو بے نقاب کرنے کے لیے کی جا رہی ہے کیونکہ ظاہر ہے کہ مجھ پر ممبران کا کافی عرصے سے ایکسٹو ہونے کا شبہ ہے اس لیے انہوں نے سب سے پہلے میرا ٹیلیفون ٹیپ کرنے کا سوچا ہوگا" —— عمران نے کہا۔

"لیکن صفدر نے تو مجھے اطلاع دی ہے کہ ایک غیر ملکی بھی اسی چکر میں ہے" —— بلیک زیرو نے کہا۔

"ہاں —— اب مجھے صفدر کی اس رپورٹ پر بھی شبہ ہونے لگا ہے —— میرے خیال میں صفدر نے یہ رپورٹ دے کر ہمیں بڑے نفسیاتی انداز میں ابھارا ہے کہ ہم اس غیر ملکی کے چکر میں آکر ایکسٹو کی اصلیت کو زیادہ چھپائیں گے اور اس طرح ہماری کسی بھی حرکت سے اسے اندازہ قائم کرنے میں آسانی ہو جائے گی" —— عمران نے ایک نفسیاتی نکتہ بتلایا۔

"میں نہیں سمجھتا کہ صفدر غلط رپورٹ دینے کی جرأت کرے گا" —— بلیک زیرو نے کہا۔

"ہاں —— بظاہر تو سمجھنا نہیں چاہیئے —— مگر ظاہر ہے —— یہ تو ہم اچھی طرح جانتے ہیں کہ صفدر انتہائی ذہین ممبر ہے۔ شائد اس نے یہ نفسیاتی داؤ آزمایا ہو" —— عمران نے جواب دیا۔

"پھر اب کیا کیا جائے" ——؟ بلیک زیرو نے کہا۔

"تم تو بڑی جلدی گھبرا گئے —— میرا خیال ہے کہ ممبران کو ان کے اس پرائیویٹ کیس پر کام کرنے کے زیادہ مواقع دیئے جائیں تاکہ وہ آخری بار اپنی حسرت نکال لیں" —— عمران کا لہجہ ایک بار پھر زندگی سے بھرپور تھا۔ شائد وہ سچویشن سے لطف اندوز ہو رہا تھا۔

"مگر اس کا نتیجہ غلط بھی نکل سکتا ہے" —— بلیک زیرو نے کہا۔

"نہیں —— بلکہ میرے خیال میں ہمیں ممبران کی صلاحیتیں آزمانے کے لیے اس سے اچھا موقع اور نہیں مل سکتا" —— عمران نے جواب دیا۔

"جیسے آپ کہیں —— مگر میرے خیال میں اگر اس مسئلے کو یہیں ختم کر دیا جائے زیادہ بہتر ہوگا۔ بہ نسبت اس کے کہ ممبران کوئی کامیابی حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائیں" —— بلیک زیرو نے کہا۔

"تم تو خواہ مخواہ خوفزدہ ہو گئے —— بے فکر رہو —— ابھی یہ لوگ عمران کی ریڈی میڈ کھوپڑی سے مقابلہ نہیں کر سکتے" —— عمران نے چہکتے ہوئے کہا۔ اور پھر ٹیلیفون سیٹ اپنی طرف کھسکا کر اس کا رسیور اٹھایا اور نمبر ڈائل کرنے لگا۔

جلد ہی رابطہ مل گیا۔

"جولیا سپیکنگ" —— دوسری طرف سے جولیا کی آواز آئی۔

"ایکسٹو" —— عمران نے مخصوص آواز میں کہا۔

"یس سر" —— جولیا نے بڑے مؤدبانہ لہجے میں جواب دیا۔

"جولیا! —— صفدر کی طرف سے مجھے رپورٹ ملی ہے کہ ایک غیر ملکی پارٹی مجھے بے نقاب کرنے کے لیے میدان عمل میں آگئی ہے —— تم تمام ممبران کو ہدایات دے دو کہ سب لوگ چوکنے رہیں —— شائد وہ تم لوگوں کو اپنا آلہ کار بنانے کی کوشش کریں"

عمران نے اسے حکم دیتے ہوئے کہا۔

"بہتر سر! — میں ابھی سب کو ہدایت دیتی ہوں" — جولیا کے لہجے میں خفیف سی گھبراہٹ نمایاں تھی۔

"اور سنو! — مجھے عمران نے اطلاع دی ہے کہ اس کا ٹیلیفون ٹیپ کرنے کے لیے اس کے فلیٹ میں موجود جوائنٹ پلگ میں وائرلیس ٹیپ ریکارڈر فٹ کیا گیا ہے — کیپٹن شکیل کو خصوصی ہدایات دے دو کہ وہ عمران کے فلیٹ کی نگرانی کرے۔ شائد مجرم اپنے مقصد میں ناکامی کے بعد ایک مرتبہ پھر یہ کوشش کریں" — عمران نے بلیک زیرو کو آنکھ مارتے ہوئے جولیا کو ہدایت دی اور بلیک زیرو مسکرا دیا۔

"ج۔ج۔ جی۔ جی" — جولیا پر شائد اس ہدایت کا زبردست دھماکہ خیز اثر ہوا تھا کہ وہ گھبراہٹ میں بول نہ سکی۔

"تمہیں کیا ہو گیا ہے جولیا — ؟ کیا بات ہے — ؟ تمہاری طبیعت ٹھیک ہے" — ؟ عمران نے قدرے سخت لہجہ میں کہا۔

"کوئی خاص بات نہیں سر" — جولیا کے لہجے میں اب بھی گھبراہٹ تھی۔

"او۔کے" — عمران نے کہا اور پھر رسیور رکھ دیا۔ وہ تصور میں جولیا کی حالت کا بخوبی اندازہ کر رہا تھا۔

چند لمحے تک وہ خاموش بیٹھا کچھ سوچتا رہا۔ پھر وہ اٹھ کر ایک الماری کی طرف بڑھا اور اس میں سے ایک چھوٹا سا ٹرانسمیٹر اٹھا لایا۔ اس نے اس کا بٹن آن کر دیا۔ ٹرانسمیٹر کا سرخ بلب جلنے لگا اور اس میں سے ہلکی زوں زوں کی آوازیں نکلنے لگیں۔ جلد ہی سبز بلب جل اٹھا۔

"ہیلو — ٹائیگر سپیکنگ سر۔ اوور" — دوسری طرف سے ٹائیگر کی آواز سنائی دی۔

"عمران سپیکنگ۔ اوور" — عمران نے سنجیدگی سے کہا۔

"یس سر۔ اوور" — ٹائیگر نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"ٹائیگر! — ڈریم لینڈ ہوٹل کے کمرہ نمبر ۱۲۰ تیسری منزل میں ایک غیر ملکی ٹھہرا ہوا ہے — صفدر میک اپ میں اس کی نگرانی کر رہا ہے — تم نے خفیہ طور پر ان دونوں کی نگرانی کرنی ہے اور وقتاً فوقتاً مجھے رپورٹ دیتے رہنا۔ اوور" — عمران نے اسے ہدایت دی۔

"بہتر سر! — میں ابھی جاتا ہوں" — ٹائیگر نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"مجھے یہ بتلانے کی تو ضرورت نہیں کہ تم میک اپ میں یہ کام کرو گے۔ اوور" — عمران نے قدرے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"نہیں جناب! — اتنا تو میں بھی سمجھتا ہوں کہ کم از کم مجھے صفدر کی نظر میں نہیں آنا چاہیئے۔ اوور" — ٹائیگر نے جواب دیا۔

"او۔کے — اوور اینڈ آل" — عمران نے کہا اور پھر ٹرانسمیٹر کا بٹن آف کر دیا۔

"میں چلتا ہوں طاہر! — اگر صفدر کی طرف سے کوئی رپورٹ ملے تو مجھے فوراً آگاہ کرنا" — عمران نے ٹرانسمیٹر جیب میں ڈالتے ہوئے کہا۔

"بہتر جناب" — بلیک زیرو نے مؤدبانہ انداز میں جواب دیا اور عمران مڑ کر کمرے سے باہر نکل گیا۔

سر سلطان اپنے آفس میں بیٹھے ایک ضخیم فائل کے مطالعے میں غرق تھے کہ اچانک ٹیلیفون کی گھنٹی زور زور سے بجنے لگی۔ انہوں نے چونک کر سر اٹھایا اور پھر بڑی بیزاری سے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

"یس" ـــــ ان کا لہجہ بے حد باوقار تھا۔

"مسٹر سلطان! ـــ کیا آپ بتلا سکتے ہیں کہ ایکسٹو دراصل کون ہے" ـــــ؟ ایک سپاٹ سی آواز ان کے کانوں میں گونجی۔ لہجہ غیر ملکی تھا۔ اس اچانک اور غیر متوقع سوال پر سر سلطان اچھل پڑے۔

"تم کون ہو" ـــــ؟ انہوں نے اس اچانک حملے سے سنبھلتے ہوئے بڑے سخت لہجے میں پوچھا۔

"میں کوئی بھی ہوں ـــ تمہیں اس سے کوئی مطلب نہیں ہونا چاہیئے ـــ جو میں نے پوچھا ہے اس کا جواب دو" ـــــ دوسری طرف سے بھی سخت لہجے میں جواب ملا۔

"نانسنس" ـــــ سر سلطان نے غصے سے کہا اور پھر رسیور کریڈل پر پٹخ دیا۔ گو ان کے چہرے پر غصے کے تاثرات نمایاں تھے مگر آنکھوں میں ابھر آنے والی الجھن صاف بتلا رہی تھی کہ وہ اس کال کے متعلق سنجیدگی سے سوچ رہے ہیں۔

اچانک انہوں نے چونک کر دوبارہ رسیور اٹھایا اور ایکسچینج کے نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔

جلد ہی رابطہ قائم ہو گیا۔

"سلطان سیکرٹری وزارت خارجہ سپیکنگ" ـــــ انہوں نے باوقار لہجے میں کہا۔

"یس سر ـــ آپریٹر سپیکنگ" ـــــ دوسری طرف سے لیڈی آپریٹر کی گھبرائی ہوئی آواز سنائی دی۔

"ابھی ابھی میرے مخصوص ٹیلیفون پر کس نمبر سے کال آئی تھی" ـــــ؟ انہوں نے سوال کیا۔

"جی پبلک بوتھ نمبر ١٣٠ پر سے" ـــــ لیڈی آپریٹر نے سہمے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔

اور سر سلطان نے غصے سے رسیور کریڈل پر دے مارا۔ وہ عجیب سی الجھن میں مبتلا ہو گئے تھے۔ یہ پہلا موقعہ تھا کہ کسی مجرم نے یوں ان سے براہِ راست بات کی تھی۔

انہوں نے جھنجھلا کر ٹیلیفون اٹھایا اور پھر نمبر ڈائل کرنے کے لیے انگلی بڑھائی مگر ایک لمحے کے لیے کچھ سوچ کر وہ رک گئے۔ ایک نیا خیال ان کے ذہن میں آیا تھا۔ اور انہوں نے یوں انگلی پیچھے ہٹائی جیسے ٹیلیفون سیٹ سے شعلے بھڑک رہے ہوں اور وہ نادانی میں اپنی انگلی جلانے جا رہے تھے۔ انہوں نے رسیور بھی کریڈل پر رکھ دیا اور خاموش بیٹھے کچھ سوچتے رہے۔

تھوڑی دیر بعد انہوں نے سر جھٹک کر اس بات کو ذہن سے نکال دیا اور دوبارہ فائلوں میں مصروف ہونے کی کوشش کرنے لگے۔ مگر یہ ٹیلیفون کال ان کے ذہن میں بار بار بچھو کی طرح ڈنک مار رہی تھی۔ ایک عجیب سی بے چینی ان کے اعصاب پر چھا گئی تھی جنہیں وہ کوئی نام دینے سے قاصر تھے۔

آخر تنگ آ کر انہوں نے کوٹھی جانے کا فیصلہ کیا اور پھر انہوں نے سیکرٹری کو بلا کر

تمام فائلیں اس کے سپرد کیں اور خود قدم بڑھا کر آفس سے باہر آگئے۔ لفٹ کے ذریعے نیچے اتر کر وہ پارکنگ شیڈ میں آئے۔ ڈرائیور جو سامنے کینٹین میں بیٹھا تھا۔ اس نے جب اچانک سر سلطان کو کار کی طرف بڑھتے ہوئے دیکھا تو وہ بوکھلا کر اٹھا اور پھر بھاگ کر کار کی طرف آیا۔

سر سلطان اتنی دیر میں کار کا دروازہ کھول کر پچھلی سیٹ پر بیٹھ چکے تھے۔ ڈرائیور نے ہانپتے ہوئے ڈرائیونگ سیٹ کا دروازہ کھولا اور پھر سٹیرنگ سنبھال کر بیٹھ گیا۔

"کوٹھی چلو" ــــــ سر سلطان نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔

اور ڈرائیور نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے کار آگے بڑھا دی۔ جلد ہی کار سڑک پر دوڑنے لگی۔

سر سلطان کی کوٹھی اور ان کے دفتر کے درمیان ایک ویران سی سڑک پڑتی تھی۔ ایک ایسی سڑک تھی جہاں اکا دکا ہی ٹریفک گزرتی تھی۔ اس وقت سڑک قطعی سنسان تھی۔ اور دور تک کوئی چیز نظر نہیں آرہی تھی۔

سر سلطان دنیا و مافیہا سے بے خبر کسی گہری سوچ میں غرق تھے۔

اچانک ڈرائیور نے بوکھلا کر پوری قوت سے بریکیں لگا دیں اور سر سلطان جو کسی گہری سوچ میں غرق تھے۔ اس اچانک اور شدید جھٹکے کی وجہ سے ان کا سر سامنے والی سیٹ کی پشت سے اتنی قوت سے ٹکرایا کہ انکی آنکھوں کے آگے ایک دم اندھیرا سا چھا گیا چوٹ کافی شدید لگی تھی اور چونکہ اچانک لگی تھی اس لیے دوسرے لمحے سر سلطان بیہوش ہو سیٹوں کے درمیان لڑھک گئے۔

ڈرائیور نے بریکیں سائیڈ سے اچانک ایک کار کے سامنے آجانے کی وجہ سے لگائی تھیں۔ خطرناک ایکسیڈنٹ تو اس نے بچا لیا مگر جب تک اس اچانک دھچکے سے اس کے ہوش و حواس سنبھلتے، سامنے والی کار سے دو نقاب پوش اترے اور پھر ڈرائیور کی کنپٹی پر ریوالور کا دستہ اس قوت سے لگا کر وہ بے چارہ اوہ تک کی آواز نکالے بغیر ہی ہوش کی سرحدیں عبور کر کے بے ہوش ہو گیا۔

دونوں نقاب پوشوں نے تیزی سے کار کا پچھلا دروازہ ایک جھٹکے سے کھولا اور پھر سیٹوں کے درمیان بے ہوش پڑے سر سلطان کو گھسیٹ کر انہوں نے کار سے باہر نکالا اور اپنی کار کی پچھلی سیٹ پر بے دردی سے پھینک دیا۔ دوسرے لمحے وہ خود بھی کار میں سوار ہو گئے اور زوں کی آواز نکالتے ہوئے ان کی کار بجلی کی تیزی سے آگے بڑھتی چلی گئی۔

کار میں پھینکنے کی وجہ سے سر سلطان کے دماغ پر چھایا ہوا کہر قدرے ہلکا پڑنے لگا۔ اور انہوں نے کسمسانا شروع کیا تھا کہ ان کے قریب بیٹھے نقاب پوش نے پوری قوت سے ریوالور کا دستہ ان کی کھوپڑی پر جما دیا اور وہ ایک بار پھر بے حس و حرکت ہو گئے۔ وہ دونوں اب اپنے نقاب اتار چکے تھے۔

"پلان کا پہلا مرحلہ تو بخیر و خوبی انجام پا گیا" ــــــ ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھے ہوئے بلیک کلارک نے مسکراتے ہوئے پیچھے بیٹھے شارپ سے کہا۔

اور شارپ نے بھی مسکرا کر اس کی تائید کر دی۔

کار تیز رفتاری کے ریکارڈ توڑتی ہوئی قدرے سنسان سڑک پر سے ہوتی ہوئی ایک کالونی میں مڑ گئی۔ اور پھر ایک کوٹھی کے کھلے ہوئے گیٹ میں داخل ہو گئی۔

دروازہ کھلا اور پھر اس سے پہلے کہ صفدر سنبھلتا ایک ہاتھ نے بڑی پھرتی سے اسے اندر کھینچ لیا۔

صفدر لڑکھڑاتا ہوا اندر داخل ہو گیا۔ وہ اس وقت میک اپ میں تھا۔ جیسے ہی وہ سنبھلا اسے اپنے سامنے دو ریوالور اٹھے ہوئے نظر آئے۔

"کیوں مسٹر صفدر سعید! ۔۔۔ مجھ سے ہی دھوکہ کرنے چلے تھے" ۔۔۔ شارپ وائی جس نے مڑ کر دروازہ بند کر دیا تھا۔ اب بڑی زہریلی مسکراہٹ لیے سامنے کھڑا تھا۔ اس کا ساتھی ایک دبلے پتلے تاڑ جیسے قد والا مقامی آدمی تھا۔ اس کے ہونٹوں پر بڑی معنی خیز قسم کی مسکراہٹ تیر رہی تھی۔

"کون صفدر سعید ۔۔۔؟ اور آپ لوگ کون ہیں" ۔۔۔؟ صفدر جو اب اس اچانک وار سے سنبھل چکا تھا' نے بڑے اطمینان سے کہا۔

"نمبر ٹو! ۔۔۔ میرے خیال میں پہلے اس کا میک اپ صاف کرنا چاہیئے۔ تب ہی یہ انسانوں کی زبان میں بات کرے گا" ۔۔۔ شارپ وائی نے بڑے طنزیہ لہجے میں اپنے ساتھی بلیک کلارک سے کہا۔

"نہیں ۔۔۔ میک اپ صاف کیے بغیر بھی کام چل سکتا ہے" ۔۔۔ بلیک کلارک نے ریوالور کو انگلیوں میں گردش دیتے ہوئے سپاٹ لہجے میں کہا۔

"تم لوگ کون ہو ۔۔۔ اور کیا چاہتے ہیں" ۔۔۔؟ صفدر نے یوں سوال کیا جیسے وہ پاگلوں کی محفل میں آ گیا ہو۔ اس کے لہجے سے حیرت کی جھلکیاں نمایاں تھیں۔

"صوفے پر بیٹھ جاؤ" ۔۔۔ اچانک شارپ وائی نے بڑے سخت لہجے میں صفدر کو حکم دیا۔

صفدر بڑے فیصلہ کن انداز میں کندھے جھٹک کر صوفے پر بڑے اطمینان سے بیٹھ گیا جیسے وہ اسی اشارے کا منتظر تھا۔

"نمبر ٹو ۔۔۔ اس کی جیب سے ریوالور نکال لو ۔۔۔ خبردار! ۔۔۔ خاموشی سے بیٹھو اگر ذرا بھی حرکت کی تو گولی دل میں ترازو ہو جائے گی" ۔۔۔ شارپ وائی کی آواز بے حد کڑک دار تھی۔

بلیک کلارک خاموشی سے صوفے کی پشت کی طرف آیا اور پھر دوسرے لمحے سانپ کی طرح اس کا ہاتھ صفدر کی جیبوں میں رینگنے لگا۔ جلد ہی صفدر کا ریوالور بلیک کلارک کے ہاتھ میں تھا۔

"گڈ! ۔۔۔ اب سنو مسٹر صفدر سعید! ۔۔۔ تم سیکرٹ سروس کے رکن ہو۔ ایکسٹو کے ماتحت ۔۔۔ تمہارے اور ساتھی کیپٹن شکیل اور جولیا ہیں اور تم سب مل کر ایکسٹو کو بے نقاب کرنے کی کوشش میں مصروف ہو" ۔۔۔ شارپ وائی بڑے اطمینان سے بتا رہا تھا۔ اور صفدر کو یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے اس کے کانوں میں سیٹیاں بج رہی ہوں۔ وہ حیرت سے گم شارپ وائی کو یوں دیکھ رہا تھا جیسے بچہ کسی جادوگر کو آنکھیں پھاڑے دیکھ رہا ہو۔

"تم سوچ رہے ہو کہ مجھے ان باتوں کا کیسے پتہ چلا۔ تو سنو! ۔۔۔ تم نے سر سلطان کا فون ٹیپ کیا ہے اور تمہارے ساتھی نے عمران کا" ۔۔۔ شارپ وائی انکشافات کا پلندہ بنا ہوا تھا اور صفدر واقعی اپنی زندگی میں کبھی اس سے زیادہ حیران نہیں

ہوا تھا جیسا اس وقت ہو رہا تھا۔

"ہاں — اب بقیہ کو الف تم سچ سچ بتلا دو — تم اچھی طرح جان گئے ہو گے کہ ہم سے کوئی چیز چھپی ہوئی نہیں ہے" — شارپ وائلی نے بڑے معنی خیز لہجے میں کہا۔

"تم لوگوں کو بڑی سخت غلط فہمی ہوئی ہے — نہ میں صفدر سعید ہوں اور نہ ہی مجھے جولیا، عمران اور شکیل وغیرہ کا کچھ پتہ ہے" — صفدر نے اپنے آپ کو سنبھالتے ہوئے کہا۔

"ہوں — تو سیدھی انگلیوں سے گھی نہیں نکلے گا" — شارپ وائلی کا لہجہ بھیانک ہو گیا۔

کمرے میں ایک لمحے کے لیے بڑی معنی خیز خاموشی طاری ہو گئی۔

"کھڑے ہو جاؤ مسٹر صفدر سعید" — بلیک کلارک جو مقامی آدمی کے روپ میں تھا نے تیز اور گونجتی ہوئی آواز میں صفدر کو حکم دیتے ہوئے خاموشی کا طلسم توڑا۔

صفدر خاموشی سے کھڑا ہو گیا۔

صفدر سوچ رہا تھا کہ اب ان دونوں سے بھڑ ہی جانا چاہیے۔ اور یہ دونوں ایکسٹو کے لیے ایک اچھا تحفہ ثابت ہوں گے۔

"دو قدم آگے بڑھو اور دیوار کی طرف منہ کر لو" — بلیک کلارک نے شاید اب پوزیشن سنبھال لی تھی۔

شارپ وائلی خاموش کھڑا تھا۔ غصے کی وجہ سے اس کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں اور دانت بھنچے ہوئے تھے۔

"تم کیا کرنا چاہتے ہو —؟" صفدر نے دیوار کی طرف بڑھتے ہوئے بڑے اطمینان سے پوچھا۔

"شٹ اپ — جو میں کہہ رہا ہوں وہ کرو" — بلیک کلارک نے چیخ کر اسے حکم دیا۔

صفدر کندھے جھٹک کر دیوار کی طرف منہ کر کے کھڑا ہو گیا۔

بلیک کلارک نے معنی خیز نظروں سے شارپ وائلی کی طرف دیکھا اور پھر ریوالور کو نال کی طرف سے پکڑ کر آہستہ آہستہ قدم اٹھاتا ہوا صفدر کی طرف بڑھا۔

صفدر بے حد چوکنا تھا۔

کمرے میں لائٹ جل رہی تھی اور بلب داخلی دروازے کے اوپر لگا تھا۔ اس لیے بلیک کلارک کا سایہ صفدر کے سامنے دیوار پر تھا اور صفدر سائے کو دیکھ کر بلیک کلارک کی تمام حرکات کا مطلب سمجھ رہا تھا۔

اچانک صفدر نے سائے کا ہاتھ بلند ہوتے دیکھا۔ اسی لمحے وہ چیتے جیسی پھرتی سے ایک طرف ہٹ گیا اور بلیک کلارک جو پوری قوت سے ریوالور کا دستہ صفدر کے سر پر رسید کرنا چاہتا تھا سنبھل نہ سکا اور لڑکھڑاتا ہوا سامنے دیوار سے جا ٹکرایا۔

صفدر کے جسم میں جیسے برقی رو دوڑ گئی ہو۔ اس نے ایک طرف ہٹتے ہی ایک زوردار فلائنگ کک شارپ وائلی کے سینے پر ماری اور وہ دونوں فرش پر آ پڑے۔ شارپ وائلی کے ہاتھ سے ریوالور نکل کر دور کمرے کے کونے میں جا گرا۔

صفدر تیزی سے اٹھ کھڑا ہوا۔ اسی لمحے بلیک کلارک بھی سنبھل کر اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ اور ریوالور اس کے ہاتھ میں تھا۔

صفدر نے ایک لمحے کی تاخیر کیے بغیر اس پر چھلانگ لگا دی۔ بلیک کلارک نے بھی کافی پھرتی دکھائی اور وہ سانپ کی طرح بل کھاتا ہوا ایک سائیڈ میں ہو گیا۔ اور صفدر اپنی جھونک میں ہی سامنے دیوار سے جا ٹکرایا۔ مگر اس کا ایک ہاتھ پوری قوت سے بلیک کلارک کے ہاتھ میں پکڑے ہوئے ریوالور پر پڑا۔ اور اس کا ریوالور بھی اس کے ہاتھ

سے نکل کر پلنگ کے نیچے جا گرا۔

اب کمرے میں ایک خوفناک جنگ چھڑ گئی۔ دنیا کے دو بہترین سیکرٹ ایجنٹ صفدر کے مقابلے میں تھے۔ لیکن صفدر بھی کسی سے کم نہیں تھا۔ چنانچہ وہ مردانہ وار مقابلہ کرتا رہا۔

اچانک شارپ وائلی کا داؤ چل گیا اور صفدر کی پسلیوں پر اس کا لیفٹ ہک پوری قوت سے لگا اور صفدر کے منہ سے بے اختیار اوہ کی آواز نکلی اور وہ دوہرا ہوتا چلا گیا۔

شارپ وائلی نے اس کی گردن پر دوہتڑ مارنا چاہا مگر صفدر نے اچانک شارپ وائلی کی کمر پر اپنے دونوں ہاتھ ٹکا دیئے اور پھر دوسرے لمحے شارپ وائلی صفدر کے سر پر اٹھتا چلا گیا۔ صفدر نے قابلِ تعریف ہمت کا مظاہرہ کیا تھا۔ اتنی شدید ضربات کھانے کے بعد بھی اس کا شارپ وائلی کو اٹھا لینا ایک ناقابلِ یقین کارنامہ تھا۔

بلیک کلارک نے بڑی تیزی سے صفدر کی پشت پر لات مارنی چاہی مگر صفدر شارپ وائلی کو اٹھائے پھرتی سے گھوم گیا اور بلیک کلارک کا یہ وار خالی گیا۔ اور پھر دوسرے لمحے صفدر نے اپنے ہاتھوں پر اٹھائے ہوئے شارپ وائلی کو بلیک کلارک پر اچھال دیا۔ ایک دھماکہ ہوا اور وہ دونوں ایک دوسرے سے الجھ کر فرش پر جا گرے۔

صفدر نے ان دونوں کے الجھاؤ سے فائدہ اٹھانا چاہا اور وہ تیزی سے دروازے کی طرف لپکا۔

مگر بلیک کلارک جس پوزیشن میں گرا تھا۔ اس کا ہاتھ پلنگ کے نیچے پڑے ہوئے ریوالور پر پڑ گیا۔ اور اس نے انتہائی تیزی سے ریوالور اٹھا لیا۔

اس سے پہلے کہ صفدر دروازے کی چٹخنی کھول کر باہر نکلتا، بلیک کلارک کے ریوالور

سے شعلہ نکلا اور صفدر ایک ہلکی سی چیخ مارتا ہوا فرش پر آ گرا۔

بلیک کلارک اور شارپ وائلی دونوں اٹھ کھڑے ہوئے۔

"بڑا سخت جان آدمی ہے"۔۔۔ شارپ وائلی نے ماتھے سے پسینہ پونچھتے ہوئے کہا۔ اسے شاید اب اس بات کی شرمندگی تھی کہ صفدر نے اسے کھلونے کی طرح ہاتھوں پر اٹھا کر نیچے دے مارا تھا۔

"ہوں۔۔۔ مر گیا۔۔۔ چلو قصہ ختم ہوا"۔۔۔ بلیک کلارک نے بھی ہانپتے ہوئے کہا۔ اس کا بُرا حال تھا۔

"اب ہمیں کسی کوٹھی میں شفٹ ہو جانا چاہیئے اور اپنے پلان پر فوری عمل کرنا چاہیئے"۔۔۔ شارپ وائلی نے خفت مٹانے کے لیے بات کا رخ بدل دیا۔

"ہاں۔۔۔ تم جا کر کسی پبلک بوتھ سے سر سلطان کو فون کرو تاکہ پتہ چلے کہ وہ دفتر میں موجود ہیں یا نہیں۔۔۔ میں کوٹھی کا اور اس کی لاش لے جانے کا بندوبست کرتا ہوں"۔۔۔ بلیک کلارک نے جواب دیا۔

صفدر دروازے کے قریب بے حس و حرکت پڑا ہوا تھا اور اس کے جسم سے خون تیزی سے نکل کر فرش پر بہہ رہا تھا۔



عمران کی کار سڑکیں ناپتی پھر رہی تھی۔ وہ بغیر کسی مقصد کے یونہی آوارہ گردی

کے موڈ میں تھا۔ ویسے ٹرانسمیٹر اس کے پاس موجود تھا۔ وہ ٹائیگر کی رپورٹ کا منتظر تھا۔ وہ یہ جاننا چاہتا تھا کہ آیا صفدر کی اطلاع غیر ملکی کے متعلق درست تھی یا یہ ایک نفسیاتی واقعہ تھا۔

جب اس کی کار الفنسٹن سٹریٹ کے چوک پر پہنچی تو اس کے قریب سے ایک سیاہ رنگ کی کار تیزی سے کراس کرتی ہوئی گزری۔ عمران کو اس کار کی ڈرائیونگ سیٹ پر ایک غیر ملکی بیٹھا نظر آیا۔ گو عمران نے اس کی ایک ہی جھلک دیکھی تھی لیکن اس کے ذہن میں جھٹکے سے لگ گئے۔

اس نے تیزی سے سر جھٹکا لیکن ذہن میں اس آدمی کی پوری تفصیلات نہیں آ رہی تھیں۔ لیکن اس نے فوراً اپنی کار روکی اور پھر اسے تیزی سے ٹرن دیتا ہوا اس سیاہ کار کے پیچھے ڈال دیا۔

عمران تیزی سے سوچ رہا تھا کہ یہ شخص کون ہے ـــــــ؟ اس کی یادداشت اسے احساس دلا رہی تھیں کہ اس آدمی کے متعلق وہ اچھی طرح جانتا ہے۔ مگر کیا جانتا ہے ـــــ؟ یہ اسے یاد نہیں آ رہا تھا۔ بہرحال جلد ہی اس نے سیاہ کار کو جا لیا اور پھر مختلف سڑکوں سے گزرتے ہوئے سیاہ کار ایک پبلک بوتھ کے قریب جا کر رک گئی۔

عمران نے بھی کافی فاصلے پر اپنی کار ایک سائیڈ پر روک دی۔

سیاہ کار میں سے ایک لمبا تڑنگا اور خوبصورت نوجوان نکل کر پبلک بوتھ میں داخل ہو گیا۔ اور اسی لمحے عمران کے ذہن میں جیسے بجلی کا جھماکا ہوا ہو۔ اب اسے یاد آ گیا تھا۔ یہ ایکریمیا کا خطرناک اور مشہور سیکرٹ ایجنٹ شارپ وائی تھا۔ اس کی فائل عمران کے پاس موجود تھی۔

"ہونہہ ـــــ تو یہ حضرت بھی یہاں موجود ہیں" ـــــــ عمران نے اپنے آپ سے کہا اور دوسرے لمحے اس نے کار کا دروازہ کھولا اور پھر ٹہلتا ہوا پبلک بوتھ کی طرف بڑھنے لگا۔ وہ پبلک بوتھ میں ہونے والی گفتگو معلوم کرنا چاہتا تھا۔

ہجوم میں مل جل کر وہ پبلک بوتھ تک پہنچ تو گیا مگر گفتگو سننے میں اسے قطعی ناکامی کا سامنا کرنا پڑا۔ کیونکہ جس وقت وہ پبلک بوتھ کے قریب پہنچا تو شارپ وائی گفتگو ختم کر کے بوتھ سے باہر نکل آیا۔

شارپ وائی نے ایک اچٹتی نظر عمران پر ڈالی اور بغیر کسی تاثر کے تیزی سے کار کا دروازہ کھول کر اس میں بیٹھ گیا اور دوسرے لمحے اس کی کار تیزی سے آگے بڑھتی چلی گئی۔

عمران کو گفتگو سننے کی خواہش خاصی مہنگی پڑی۔ کیونکہ جب تک وہ ہجوم کو چیر کر واپس اپنی کار تک پہنچتا۔ شارپ وائی کی کار کہیں سے کہیں جا پہنچی تھی۔

عمران نے اسے تلاش کرنے کی کافی کوشش کی مگر وہ اسے پا نہ سکا۔ آخر کار اس نے کار کا رخ دانش منزل کی طرف کر دیا۔

اب عمران بڑی سنجیدگی سے اس مسئلے پر غور کر رہا تھا۔ اس کے شہر میں دو خوفناک سیکرٹ ایجنٹ موجود تھے۔ بلیک کلارک اور شارپ وائی۔ ان دونوں کا کیا مقصد تھا اور وہ کس مشن پر اس کے ملک میں وارد ہوئے تھے۔ یہ ابھی تک تاریکی میں تھا۔ بس ایک صفدر کی اطلاع تھی۔ اب یہ قطعی طور پر معلوم نہیں تھا کہ آیا اس کی اطلاع شارپ وائی سے متعلق تھی یا کسی اور سے۔

دانش منزل پہنچ کر وہ سیدھا آپریشن روم میں گیا۔ بلیک زیرو آپریشن روم میں اپنی ڈیوٹی پر موجود تھا۔

"طاہر ـــــ ایکریمیا کے سیکرٹ ایجنٹوں کی فائل لسٹ تو لے کر آؤ" ـــــــ عمران نے کرسی پر بیٹھتے ہی طاہر سے کہا۔ اور بلیک زیرو خاموشی سے خفیہ ریکارڈ روم کی طرف

بڑھ گیا۔

چند لمحوں بعد فائل لسٹ عمران کے سامنے تھی۔ اس نے شارپ دائی اور بلیک کلار کر کی قاتلوں کے نمبر دیکھے اور یہ دونوں فائلیں طاہر کو لے آنے کو کہا۔ اور بلیک زیرو دوبار ریکارڈ روم کی طرف بڑھ گیا۔

تھوڑی دیر بعد دونوں فائلیں اس کے سامنے میز پر تھیں۔ عمران نے شارپ دائی کی فائل اٹھائی اور غور سے اس کا مطالعہ شروع کر دیا۔ ابھی اس نے فائل کا پوری طرح مطالعہ نہیں کیا تھا کہ ایک ہلکی سی "پپ پپ" کی آواز اس کے کانوں سے ٹکرائی۔ اس نے چونک کر فائل میز پر رکھی اور جیب سے ٹرانسمیٹر نکال کر ہاتھ میں لے لیا۔ اس کا بٹن دبا ہی آواز آنی شروع ہو گئی۔

"ٹائیگر کالنگ ٹو عمران اوور ۔۔۔ کالنگ ٹو عمران اوور" ۔۔۔ ٹائیگر کی آواز میں تیزی تھی جیسے وہ بے حد عجلت میں ہو۔

عمران نے دوسرا بٹن دبا دیا۔ ٹائیگر کی آواز آنی بند ہو گئی۔

"ہیلو عمران سپیکنگ فرام دس اینڈ اوور" ۔۔۔ عمران نے جواب دیا۔

"ٹائیگر سپیکنگ اوور" ۔۔۔ ٹائیگر نے کہا۔

"یس ۔۔۔ رپورٹ دو" ۔۔۔ عمران نے سخت لہجے میں کہا۔

"جناب! ۔۔۔ میں صفدر کا پیچھا کرتا ہوا ہوٹل مون لائٹ آیا۔ یہاں دوسری منزل پر کمرہ نمبر ۱۷ میں صفدر صاحب کی ہول سے آنکھ لگا کر اندر کا منظر دیکھنے ہی والے تھے کہ دروازہ کھلا اور صفدر صاحب کو اندر گھسیٹ لیا گیا۔ اس کے بعد دروازہ بند کر کے چٹخنی چڑھا دی گئی۔ میں نے کی ہول سے دیکھا"۔

"تم نے کیا دیکھا ۔۔۔ ؟ وہ بتاؤ تمہید مت باندھو۔ اوور" ۔۔۔ عمران نے چیتے کی طرح غراتے ہوئے کہا۔

"یس سر! ۔۔۔ اندر دو آدمی تھے۔ ایک لمبا تڑنگا مقامی تھا اور دوسرا غیر ملکی ۔۔۔ صفدر صاحب اور ان دونوں میں زبردست جھڑپ ہوئی ۔۔۔ نتیجہ یہ کہ انہوں نے صفدر کو گولی مار کر شدید زخمی کر دیا ۔۔۔ چونکہ آپ کی سخت ہدایت تھی کہ کسی معاملے میں دخل نہ دوں اس لیے میں چاہتے ہوتے بھی دخل نہ دے سکا" ۔۔۔ ٹائیگر تفصیل سے رپورٹ دے رہا تھا۔

"ہونہہ ۔۔۔ آگے بتاؤ۔ اوور" ۔۔۔ عمران نے اس کی بات کاٹتے ہوئے سپاٹ لہجے میں کہا۔

"اس کے بعد وہ غیر ملکی کمرے سے نکلا اور پھر اس نے کمپاؤنڈ میں کھڑی ایک سیاہ رنگ کی کار کا لاک توڑا اور اسے لے بھاگا ۔۔۔ دوسرے مقامی آدمی نے کسی کو ٹیلیفون کیا اور تھوڑی دیر بعد ایک ایمبولینس وہاں پہنچ گئی۔ ایمبولینس سرکاری ہسپتال کی تھی۔ صفدر کو ایمبولینس میں ڈال کر وہ لے گئے۔ اس کے بعد مقامی آدمی ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر چلا گیا اوور" ۔۔۔ ٹائیگر نے رپورٹ ختم کر دی۔

"اور تم الو کی طرح دیدے گھماتے رہ گئے اوور" ۔۔۔ عمران نے بڑے بھیانک لہجے میں اسے ڈانٹا۔

"نہیں جناب! ۔۔۔ میں نے اس مقامی آدمی کا تعاقب کیا۔ وہ جمال پورہ کی کوٹھی ۱۲ میں داخل ہوا۔ اور میں اب تک وہاں کوٹھی کے قریب ہی موجود ہوں اور وہ آدمی بھی ابھی تک کوٹھی میں ہے۔ اوور" ۔۔۔ ٹائیگر نے جواب دیا۔ اس کا لہجہ کافی زیادہ خوفزدہ تھا۔

"تم نے چیک کیا ہے کہ اس کوٹھی کا کوئی پچھلا دروازہ تو نہیں اوور" ۔۔۔ عمران نے سوال کیا۔

"یس سر ۔۔۔ مجھے خیال آیا تھا اور میں نے چیک کیا لیکن اس کوٹھی کا کوئی بیک ڈور نہیں۔ اوور" ۔۔۔ ٹائیگر نے جواب دیا۔

"ہوں" ـــــ عمران چند لمحوں تک کچھ سوچتا رہا۔ پھر وہ دوبارہ بولا۔

"ٹائیگر! ـــــ تم ایسا کرو کہ اس کوٹھی میں داخل ہو جاؤ اور مجھے رپورٹ دو کہ وہ مقامی آدمی وہاں کیا کر رہا ہے ـــــ؟ اور آیا اس کوٹھی میں اور کوئی بھی موجود ہے یا وہ اکیلا ہے۔ اوور" ـــــ عمران نے اسے احکامات دیئے

"بہتر جناب اوور" ـــــ ٹائیگر نے جواب دیا۔

"اوور اینڈ آل" ـــــ عمران نے کہا اور پھر اس نے ٹرانسمیٹر کا بٹن آف کر کے اسے جیب میں ڈال لیا۔

"طاہر! ـــــ تم ہسپتالوں کو فون کر کے پتہ کرو کہ صفدر کو کون سے ہسپتال میں لے جایا گیا ہے ـــــ ویسے مجھے امید ہے کہ یہ ایمبولینس فراڈ ہو گی" ـــــ عمران نے بلیک زیرو سے مخاطب ہو کر کہا۔ اور بلیک زیرو نے خاموشی سے ٹیلیفون کے نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔

عمران نے دوبارہ فائل اٹھا لی۔ لیکن اس بار وہ عجلت میں صفحے پہ صفحہ پلٹتا چلا گیا شاید اب اس کے پیش نظر وقت گذارنا تھا۔

مختلف نمبروں پر ٹیلیفون کرنے کے بعد بلیک زیرو نے مایوسی سے رسیور کریڈل پر ڈال دیا۔

"کسی ہسپتال کی ایمبولینس مون لائٹ ہوٹل نہیں گئی" ـــــ بلیک زیرو نے عمران کو بتلایا۔ اس کے لہجے میں تشویش نمایاں تھی۔

"ہوں" ـــــ عمران نے ہنکارہ بھرا اور پھر چند لمحے کی خاموشی کے بعد وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

"بلیک زیرو! ـــــ کھیل شروع ہو چکا ہے ـــــ صفدر کی اطلاع صحیح تھی ـــــ ایکریمیا کے دو بہترین سیکرٹ ایجنٹ شارپ دائی اور بلیک کلارک ہمارے خلاف میدان میں اتر چکے ہیں ـــــ اب ہمیں پوری طرح ہوشیار رہنا چاہیئے" ـــــ عمران نے بلیک زیرو سے مخاطب ہو کر کہا۔

"لیکن ان کے مشن کا مقصد" ـــــ؟ بلیک زیرو نے پریشانی سے پوچھا۔

"صفدر کی اطلاع کے مطابق تو ان کا مشن یہی ہے کہ وہ ایکسٹو کو بے نقاب کریں گے ـــــ لیکن آئندہ ان کا کونسا مشن سامنے آتا ہے یہ حالات بتلائیں گے۔ تمام ممبرز کو الرٹ کر دو کہ وہ ایک لمحے کے نوٹس پہ کام کرنے کے لیے تیار رہیں۔ کوئی ممبر اپنے فلیٹ سے بغیر اجازت باہر نہ جائے ـــــ اور تم آج سے دانش منزل کی بجائے رانا ہاؤس میں مستقل رہائش کر لو کیونکہ دانش منزل بلیک کلارک کی نگاہ میں آ چکی ہے اس لیے اسے کیموفلاج کر دو" ـــــ عمران نے بڑی سنجیدگی سے بلیک زیرو کو ہدایات دیں اور مڑ کر کمرے سے باہر نکل گیا۔



کیپٹن شکیل اپنے فلیٹ میں آرام کرسی پر دراز کتاب پڑھنے میں مصروف تھا کہ اچانک کال بیل زور زور سے بجنے لگی۔

کیپٹن شکیل کال بیل کی آواز سن کر چونکا اور پھر اس نے بُرا سا منہ بناتے ہوئے کتاب میز پر رکھ دی۔ شاید یہ دخل اندازی اسے بُری لگی تھی۔ پھر تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا وہ دروازے کی طرف بڑھا اور اس نے چٹخنی اتار کر دروازہ کھول دیا۔ سامنے صفدر کھڑا تھا۔

صفدر کو دیکھتے ہی کیپٹن شکیل کے ذہن پر چھائی ہوئی تمام بوریت دور ہو گئی ۔

"آیئے آیئے صفدر صاحب ـــــ آج آپ کیسے بھول پڑے" ـــــ کیپٹن شکیل نے ہنستے ہوئے صفدر کا استقبال کیا ۔

"بس کیا بتاؤں ـــــ بیٹھے بیٹھے زبردست بوریت کا دورہ پڑا تو جی گھبرانے لگا ۔ میں نے سوچا چلو جا کر کچھ وقت گپ شپ میں گزار دیا جائے" ـــــ صفدر نے بھی جواباً مسکراتے ہوئے کہا ۔

اور پھر وہ دونوں ڈرائنگ روم میں صوفے پر بیٹھ گئے ۔

"میں چائے وغیرہ کا انتظام کروں" ـــــ ؟ کیپٹن شکیل نے اخلاقاً پوچھا ۔

"اوہ نو ـــــ رہنے دو ـــــ بیٹھ کر کچھ دیر گپ شپ کرتے ہیں ـــــ بعد میں موڈ ہوا تو دونوں مل کر بنا لیں گے" ـــــ صفدر نے اسے بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے کہا اور کیپٹن شکیل خاموش ہو گیا ۔

"سناؤ آجکل تمہارے ایکسٹو کا کیا حال ہے" ـــــ ؟ صفدر نے ہی دوبارہ سلسلہ کلام شروع کیا ۔

"ایکسٹو کا حال" ـــــ کیپٹن شکیل نے بڑے حیرت زدہ لہجے میں کہا ـــــ "ایکسٹو کا کیا حال ہو سکتا ہے" ـــــ کیپٹن شکیل کو کچھ مناسب جواب نہ سوجھ سکا ۔ صفدر کا سوال ہی ایسا اچانک اور قطعی غیر متوقع تھا کہ وہ حیرت زدہ رہ گیا ۔

"بھلا ایکسٹو کا حال پوچھنے کی کیا تک تھی" ـــــ کیپٹن شکیل ابھی اسی ادھیڑ بن میں تھا کہ میز پر رکھے ہوئے ٹیلیفون کی گھنٹی زور زور سے بجنے لگی ۔

"ہیلو ـــــ شکیل سپیکنگ" ـــــ کیپٹن شکیل نے بات کرنے کی پہل کی ۔

"ایکسٹو" ـــــ دوسری طرف سے ایکسٹو کی بھرائی ہوئی آواز سنائی دی ۔

"یس سر" ـــــ کیپٹن شکیل نے مزید مؤدب ہوتے ہوئے کہا ۔

"کیپٹن شکیل سنو ! ـــــ صفدر کو زخمی کر کے کہیں لے جایا گیا ہے"

"قطع کلامی معاف سر ! ـــــ صفدر تو میرے سامنے بیٹھا ہے اور بالکل ٹھیک ٹھاک ہے" ـــــ کیپٹن شکیل نے صفدر کی طرف بغور دیکھتے ہوئے کہا ۔

"کیا کہا ـــــ صفدر تمہارے پاس بیٹھا ہوا ہے" ـــــ ؟ ایکسٹو نے انتہائی حیرت زدہ لہجے میں کہا ۔ جیسے اس خبر سے اس کے سر پر بم پھٹ پڑا ہو ۔

"جی ہاں سر" ـــــ کیپٹن شکیل نے جواب دیا ۔

صفدر خاموش بیٹھا ہوا تھا ۔

کیپٹن شکیل کے ذہن میں جب سے صفدر آیا تھا کوئی بات کھٹک رہی تھی ۔ ایک پھانس سی چبھ رہی تھی لیکن اس کا شعور اس نامعلوم سی الجھن کو حل کرنے سے قاصر تھا ۔

"اسے رسیور دو" ـــــ ایکسٹو کے لہجے میں غراہٹ آ گئی ۔

کیپٹن شکیل نے رسیور صفدر کو دے دیا ۔

صفدر نے خاموشی سے رسیور کان سے لگا لیا ۔

"یس سر ـــــ میں صفدر بول رہا ہوں" ـــــ صفدر نے قدرے مؤدب لہجے میں کہا ۔ ویسے اس کے لہجے میں سپاٹ پن کی جھلکیاں نمایاں تھیں ۔

"تم زخمی ہو گئے تھے" ـــــ ؟ ایکسٹو نے سوال کیا ۔

"نہیں جناب ! ـــــ میں تو زخمی نہیں ہوا تھا ـــــ آپ کو غلط اطلاع دی گئی ہے" ـــــ صفدر نے بڑے اعتماد سے کہا ۔

"ہونہہ ـــــ تو تم جس کام کے لیے گئے تھے اس کا کیا بنا" ـــــ ؟ ایکسٹو نے اس دفعہ قدرے گول مول لہجے میں پوچھا ۔

"جناب ! ـــــ ابھی پندرہ منٹ پہلے میں آپ کو مکمل رپورٹ دے چکا ہوں" ۔

صفدر نے حیرت زدہ لہجے میں جواب دیا۔

"پندرہ منٹ پہلے" ——— ایکسٹو کی غراہٹ تیز ہو گئی۔

"یس سر" ——— صفدر نے بڑے اطمینان سے جواب دیا۔

"ہونہہ ——— اچھا تم یہیں کیپٹن شکیل کے پاس رہو ——— جب تک میں دوبارہ تمہیں ہدایات نہ دوں" ——— ایکسٹو نے نجانے کیا سوچ کر سلسلہ منقطع کر دیا۔

صفدر نے بھی خاموشی سے رسیور رکھ دیا۔

کیپٹن شکیل جو اس وقت بڑی خاموشی سے بیٹھا صفدر کی طرف غور سے دیکھ رہا تھا۔ اچانک چونک پڑا۔

"کیا بات ہے" ——— ایکسٹو کو تمہارے زخمی ہونے کی اطلاع کس نے دی تھی" ——— ؟ کیپٹن شکیل نے پوچھا۔

"اوہ ——— یہ تو میں نے پوچھا ہی نہیں" ——— صفدر چونک پڑا۔

"پلیز کیپٹن ——— ذرا ایکسٹو کے نمبر ڈائل کرنا ——— میں اس سلسلے میں بات کر لوں"۔ صفدر نے میز پر پڑا ہوا جگ گلاس اپنی طرف گھسیٹتے ہوئے کیپٹن شکیل سے درخواست کرتے ہوئے کہا۔

کیپٹن شکیل نے ایک لمحے کے لیے صفدر کی طرف دیکھا اور پھر رسیور اٹھا کر ایکسٹو کے نمبر ڈائل کرنے لگا۔

نمبر ڈائل کر کے کیپٹن شکیل نے رسیور صفدر کی طرف بڑھا دیا۔

مگر اسی لمحے اچانک صفدر اٹھ کھڑا ہوا۔ شیشے کا گلاس ابھی تک اس کے ہاتھ میں تھا۔

اس سے پہلے کہ کیپٹن شکیل کچھ سمجھتا۔ صفدر نے پوری قوت سے ہاتھ میں پکڑا ہوا گلاس کیپٹن شکیل کے سر میں مار دیا ـ ایک زوردار چھناکا ہوا اور کیپٹن شکیل کے سر

سے خون تیزی سے بہنے لگا۔

گلاس کے سینکڑوں ٹکڑے فرش پر بکھر گئے۔

کیپٹن شکیل اس اچانک اور غیر متوقع زبردست چوٹ سے سنبھل نہ سکا اور دوسرے ہی لمحے وہ لہراتا ہوا فرش پر گر گیا۔ رسیور اس کے ہاتھ سے نیچے جا پڑا تھا۔

صفدر نے بڑی پھرتی سے رسیور اٹھا کر دوبارہ کریڈل پر پٹخ دیا۔ ریوالور وہ جیب سے نکال ہی چکا تھا چنانچہ سنبھلنے کی کوشش کرتے ہوئے کیپٹن شکیل کے سر پر اس نے پوری قوت سے دستہ مارا۔ کیپٹن شکیل دوبارہ فرش پر گرا۔ اس دفعہ وہ پوری طرح بے ہوش ہو چکا تھا۔ دستہ کافی قوت سے پڑا تھا۔ کیونکہ سر پر فوراً ہی دوسرا سر نمودار ہونے لگا تھا۔

صفدر نے بڑی پھرتی سے جھک کر کیپٹن شکیل کو فرش سے اٹھا کر کندھے پر لادا اور تیزی سے دروازے کی طرف بڑھا۔

دروازہ کھول کر وہ سیڑھیاں اترتا چلا گیا۔

سیڑھیوں کے عین نیچے ایک سیاہ رنگ کی کار موجود تھی۔ صفدر نے دروازہ کھولا اور بے ہوش کیپٹن شکیل کو پچھلی سیٹ پر ڈال دیا۔ دوسرے لمحے وہ خود سٹیرنگ پر موجود تھا اور پھر کار تیز رفتاری کے ریکارڈ توڑتی ہوئی سڑک پر بھاگنے لگی۔

عمران نے بڑی پھرتی سے رسیور رکھ دیا۔ اسے معاملہ اچھی طرح سمجھ آ چکا تھا
رسیور رکھتے ہی اس نے ایک لمحے کے لیے جیب میں ہاتھ ڈال کر ریوالور کی موجودگی کا اند
کیا اور جب اسے اطمینان ہو گیا کہ جیب میں ریوالور موجود ہے تو پھر وہ ایک ہی چھلانگ
میں دروازے تک پہنچ گیا۔

اسی لمحے سلیمان ہاتھ میں چائے کی ٹرے لیے اندر داخل ہوا۔ اس نے عمران کو
ایک ہی چھلانگ میں باہر کی طرف لپکتے دیکھا تو وہ چیخ اٹھا۔

"صاحب چائے"

مگر اس سے پہلے کہ سلیمان کو اپنی آواز کا جواب ملتا، عمران سیڑھیاں اتر چکا تھا
اور پھر دوسرے لمحے اس کی کار سٹارٹ ہونے کی آواز سلیمان کے کانوں میں آئی۔

"ہونہہ ——— صاحب بھی عجیب آدمی ہے ——— آتے ہی مجھے فوراً سپیشل چا
کا آرڈر دیا اور جب میں اتنی محنت کر کے چائے بنا کر لایا تو خود نو دو گیارہ ہو گئے ———
خیر کوئی بات نہیں۔ میں خود ہی پی لیتا ہوں" ——— سلیمان نے بڑبڑاتے ہوئے ٹر
میز پر رکھا اور پھر خود صوفے پر بڑے اطمینان سے ٹانگیں پھیلا کر بیٹھ گیا۔ جیسے کہ
ہو "خس کم جہاں پاک"۔

عمران کار کی سپیڈ لمحہ بہ لمحہ بڑھاتا چلا جا رہا تھا۔ گو سڑکوں پر کافی رش تھا اس

اس کی کار کی سپیڈ کسی بھی لمحے اس کے لیے جان لیوا ثابت ہو سکتی ہے۔ لیکن کار
نے والا عمران تھا ——— اس صدی کا عجوبہ۔

چنانچہ کسی بھی ناخوشگوار حادثے کے بغیر اس کی کار کیپٹن شکیل کے فلیٹ تک
پہنچ گئی۔

کیپٹن شکیل کے فلیٹ کے قریب پہنچتے ہی اس نے کار کی رفتار آہستہ کر دی اور پھر کیپٹن
کے فلیٹ سے دو فلیٹ پہلے اس نے کار ایک سائیڈ میں روک دی اور پھر خود کار
نیچے اتر آیا۔ اب وہ بڑے محتاط قدم اٹھاتا ہوا کیپٹن شکیل کے فلیٹ کی طرف
بڑھ رہا تھا۔

جلد ہی وہ فلیٹ کی نچلی سیڑھیوں پر پہنچ گیا۔

وہاں ہر طرف خاموشی تھی۔

پھر عمران انتہائی تیزی سے سیڑھیاں چڑھتا چلا گیا۔ فلیٹ کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔
جب اندر پہنچا تو میدان خالی تھا۔ چڑیاں کھیت چگ کر اڑ چکی تھیں۔ فرش پر
شیشے کے ٹکڑے بکھرے ہوئے تھے۔ کئی جگہ خون کے دھبے بھی موجود تھے جس سے
ہوتا تھا کہ کوئی زخمی بھی ہوا ہے۔

عمران چند لمحے خاموشی سے سچویشن دیکھتا رہا۔ پھر اس نے رسیور اٹھا کر کان سے
تے ہوئے نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔

جلد ہی رابطہ مل گیا۔

"ہیلو طاہر ——— میں عمران بول رہا ہوں" ——— رابطہ ملتے ہی عمران نے بڑی
گی سے کہا۔

"یس سر فرمایئے" ——— دوسری طرف سے بلیک زیرو کی آواز سنائی دی۔

"بلیک زیرو ——— سب ممبرز کو فوراً کال کرو۔ سوائے صفدر اور کیپٹن شکیل کے ——— اور

سب کو سختی سے حکم دے دو کہ وہ نہ کسی ممبر کو اپنے فلیٹ میں داخل ہونے دیں اور نہ خود
دوسرے ممبر کے فلیٹ میں جائیں ——— حتیٰ کہ ٹیلیفون کے ذریعے بھی ایک دوسرے سے
رابطہ قائم نہ کریں" ——— عمران کے لہجہ میں بے پناہ سختی تھی۔

" بہتر سر ——— مگر میں اس حکم کی وجہ نہیں سمجھ سکا " ——— بلیک زیرو کے لہجے میں
الجھن تھی۔

" تم پہلے یہ احکام سب کو دے دو ——— میں وہیں آکر تمہیں وجہ بھی بتاؤں گا" ۔ عمران
نے اسے تقریباً ڈانٹتے ہوئے کہا اور ریسیور رکھ دیا۔

چند لمحے تک عمران وہیں کھڑا کچھ سوچتا رہا۔ اور پھر اچانک اس کے ذہن میں ایک
خیال آیا۔ اس نے جیب میں ہاتھ ڈال کر ٹرانسمیٹر نکالا۔ اور پھر اس کا بٹن دبا کر ٹائیگر سے
رابطہ قائم کرنا شروع کر دیا۔

کافی دیر کی کوشش کے باوجود وہ رابطہ قائم کرنے میں کامیاب نہ ہو سکا۔

" ہوں ——— اس کا مطلب ہے کہ مجرم اپنی کوشش میں کافی حد تک کامیاب
رہے ہیں" ——— عمران نے برا سا منہ بناتے ہوئے ٹرانسمیٹر جیب میں ڈالا اور پھر واپس
فلیٹ کی سیڑھیاں اترنے لگا۔

نیچے اتر کر وہ تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا اپنی کار کی طرف بڑھا۔ اس نے دروازہ کھولا
پھر جیب سے چابی نکال کر اگنیشن میں لگائی۔

ابھی وہ سوئچ لگانا ہی چاہتا تھا کہ اچانک اس کے سر پر قیامت ٹوٹ پڑی۔ پھر اس
سے پہلے کہ وہ اس اچانک افتاد سے سنبھلتا۔ اس کے سر پر تابڑ توڑ ضربیں سی لگنے لگیں
اور پھر عمران لڑھک کر سیٹوں سے نیچے جا پڑا۔ وہ بیہوش ہو چکا تھا۔

کار کی پچھلی سیٹوں کے درمیان سے ایک آدمی دروازہ کھول کر کار سے باہر نکلا اور
پھر اس نے عمران کو اٹھا کر پچھلی سیٹوں کے درمیان ڈال دیا اور خود کار کے سٹیرنگ پر
بیٹھ گیا۔

دوسرے لمحے کار تیزی سے آگے بڑھی اور مختلف سڑکوں پر دوڑنے لگی۔

بلیک زیرو بے حد پریشان تھا۔ عمران کا پچھلے دو دنوں سے کوئی پتہ نہ چلا
صفدر، کیپٹن شکیل، جولیا، چوہان اور نعمانی سب اپنے اپنے فلیٹس سے غائب
عمران کے سب ایجنٹ ٹائیگر کا بھی کوئی پتہ نہیں تھا۔

ادھر سب سے بڑی مصیبت جو اس کے سر پر آن پڑی تھی وہ یہ کہ سر سلطان کو اغ
گیا تھا۔ اعلیٰ حکام میں ایک کھلبلی مچی ہوئی تھی۔

پولیس، انٹیلی جنس سر سلطان کی تلاش میں قطعی ناکام ثابت ہو چکی تھی۔ آخر
صدر مملکت نے ایک ہنگامی اجلاس طلب کر لیا تھا تاکہ سر سلطان کی گمشدگی پر پوری
سے غور کیا جا سکے۔

ہنگامی اجلاس کی اطلاع بلیک زیرو کو پہنچ چکی تھی۔ اس دفعہ صدر مملکت
اسے اطلاع دی تھی۔ کیونکہ سر سلطان کے علاوہ صرف صدر مملکت ہی کو اس کے
کے متعلق علم تھا۔

بلیک زیرو نے سوچا کہ کل کے اجلاس میں شرکت سے پہلے وہ اپنے طور پر سر
کی گمشدگی کی وجہ جاننے کی کوشش کرے۔ وہ خود عجیب پوزیشن میں پھنس چکا تھا کیو

ت تمام ممبرز گدھے کے سر سے سینگ کی طرح غائب ہو چکے تھے۔

چنانچہ بطور ایکسٹو کے نمائندے اس نے میک اپ میں سر سلطان کے آفس کا معائنہ
کیا اور پھر آفس کی تلاشی لیتے ہوئے اچانک اس کی نظر فون کے جوائنٹ پلگ پر جا پڑی۔
وائنٹ پلگ کا ڈھکن اسے کچھ ٹیڑھا سا محسوس ہوا۔ گو یہ کوئی نئی بات نہیں تھی جس کا
ہونا ممکنات میں سے تھا لیکن بلیک زیرو اس وقت چھوٹی سے چھوٹی بات کو نظر انداز کرنے
کے موڈ میں نہیں تھا۔

چنانچہ اس نے جھک کر بغور ڈھکن کو دیکھا اور پھر جیب سے رومال نکال کر اس
نے بڑی احتیاط سے ڈبی کا ڈھکن کھول دیا۔ ڈھکن کھلتے ہی حیرت سے اس کے دماغ میں
دھماکے ہونے لگے۔ سامنے ایک جدید ترین وائرلیس سیٹ ٹیپ ریکارڈر فٹ تھا۔

بلیک زیرو نے بڑی احتیاط سے وہ ٹیپ ریکارڈر علیحدہ کیا اور پھر اسے جیب میں
ڈال لیا۔ اس نے پلگ کا ڈھکن بھی جیب میں ہی ڈال لیا اور پھر وہ اٹھا اور سر سلطان
کے آفس سے باہر نکلتا چلا گیا۔

آفس کے باہر موجود ملٹری پولیس کے سپاہی نے اس کے باہر نکلتے ہی آفس کا دروازہ
دوبارہ سیل کر دیا۔

بلیک زیرو سر سلطان کے دفتر سے سیدھا رانا ہاؤس پہنچا۔ اس نے جاتے ہی
ٹیپ ریکارڈر جیب سے نکال کر میز پر رکھا اور خود ایک کمرے کی طرف چلا گیا۔

تھوڑی دیر بعد جب بلیک زیرو واپس آیا تو اس کے ہاتھ میں ایک چھوٹی سی کیمرہ نما
مشین تھی۔ اس نے کمرے کا دروازہ اندر سے بند کیا اور پھر اس مشین کا بٹن دبا دیا۔
اور بٹن دبتے ہی مشین کی ایک سائیڈ سے ایک باریک مگر انتہائی چمکدار سلاخ باہر نکل
آئی۔ اس نے وہ سلاخ اس ٹیپ ریکارڈر کے ایک چھوٹے سے سوراخ کے ساتھ ٹچ کی
اور پھر ایک بٹن دبا دیا۔ ٹیپ ریکارڈر کے اندر سے ہلکی ہلکی زوں زوں کی آوازیں آتے

لگیں جیسے کوئی مشینری چل رہی ہو۔

چند لمحوں تک زوں زوں کی آوازیں آتی رہیں۔ پھر بند ہو گئیں۔ بلیک زیرو نے دوسرا ٹیپ ریکارڈر سے علیحدہ کر لی اور پھر کیمرے کا ایک اور بٹن دبا دیا۔ چند لمحوں تک خاموشی طاری رہی، پھر سر سلطان کی آواز کمرے میں گونجی۔

"سلطان سپیکنگ" ——— شاید وہ فون پر گفتگو کر رہے تھے۔

"سلطان صاحب! ——— کیا آپ بتائیں گے کہ ایکسٹو دراصل کون ہے" ——— دوسری طرف سے آواز گونجی۔

"کیا بکواس ہے ——— کون ہو تم" ——— ؟ سلطان صاحب کا غصہ غراہٹ سے بھرا ہوا تھا اور پھر رسیور پٹخنے کی آواز سنائی دی ——— چند لمحے گزرنے کے بعد پھر سلطان صاحب کی آواز دوبارہ گونجی۔

"آپریٹر ——— ابھی ابھی مجھے کس نمبر سے کال آئی تھی" ——— ؟ سر سلطان نے آپریٹر سے پوچھا۔

"سر ——— پبلک بوتھ نمبر ۱۲ سے" ——— دوسری طرف سے آپریٹر کی آواز سنائی دی۔ اور پھر رسیور پٹخنے کی آواز سنائی دی۔

اب مکمل خاموشی چھا گئی۔

بلیک زیرو نے کیمرے کا بٹن بند کیا اور خاموش بیٹھ کر سوچنے لگا۔ کافی دیر تک وہ خاموش بیٹھا گہری سوچ میں غرق رہا۔ اچانک اس کے چہرے پر ایک طنزیہ مسکراہٹ ابھرنے لگی۔ اور پھر اس نے ایک زوردار قہقہہ لگایا اور اٹھ کھڑا ہوا۔ اس کے چہرے پر بڑی دلآویز مسکراہٹ تھی اور وہ تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا کمرے کا دروازہ کھول کر باہر نکل گیا۔

ایک کافی بڑا ہال تھا۔ فلوراسینٹ کی تیز روشنی سے پورا ہال جگمگا رہا تھا۔ سامنے کی دیوار سے سیکرٹ سروس کی پوری ٹیم پشت لگائے کھڑی تھی۔ صرف صفدر موجود نہیں تھا۔

کیپٹن شکیل، جولیا، چوہان، نعمانی خاموش کھڑے تھے ان کے ہاتھ انکی پشت پر بڑی مضبوطی سے بندھے ہوئے تھے۔ ان کے قریب ہی ایک کرسی پر عمران رسیوں سے بندھا بیٹھا تھا۔ دوسری کرسی پر سر سلطان موجود تھے اور سامنے ایک ستون سے ٹائیگر بھی بندھا ہوا تھا۔

ہال میں تقریباً چھ نقاب پوش ہاتھوں میں مشین گنیں اٹھائے مختلف کونوں میں کھڑے تھے۔ ان کی مشین گنوں کا رخ سیکرٹ سروس کے ارکان کی طرف تھا۔ ہال میں مکمل خاموشی طاری تھی۔

اچانک ہال کا اکلوتا دروازہ کھلا اور پھر شارپ وائل اور بلیک کلارک ایک دوسرے کے پیچھے اندر داخل ہوئے۔ ان کے چہرے چٹان کی طرح سخت اور سپاٹ تھے۔

"ہاں دوستو! ——— سناؤ کیسی گزر رہی ہے" ——— ؟ شارپ وائل نے ان سب سے مخاطب ہو کر کہا۔

"یہ کرسی یار کسی نیلامی سے خریدی ہے ——— یہ تو کھٹملوں سے پُر ہے ——— عمران

نے کرسی پر پہلو بدلنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔ اور سب چونک کر عمران کی طرف دیکھنے لگے۔

"بے فکر رہو عمران ــــ ابھی چند لمحوں بعد تمہیں انسان بھی کھٹمل نظر آنے لگیں گے"۔ شارپ وائلی نے زہر خند کرتے ہوئے کہا۔

"مجھے تو تم دونوں اب بھی کھٹمل نظر آ رہے ہو"ــــ عمران بھلا کب چوکنے والا تھا اس نے فوراً جواب دیا۔

"ہاں تو جناب سر سلطان صاحب! ــــ اب بھی آپ نہیں بتلائیں گے کہ ایکسٹو کون ہے"ــــ شارپ وائلی نے عمران کی بات سنی ان سنی کرتے ہوئے سر سلطان سے مخاطب ہو کر کہا۔

"اب بھی سے تمہاری کیا مراد ہے ــــ اب ایسی کون سی بات ہو گئی ہے کہ میں بتانے پر مجبور ہو جاؤں گا"ــــ ؟ سر سلطان نے غصے سے چیختے ہوئے کہا۔

"اوہ ــــ اس ملک کے آدمی بے حد ضدی واقع ہوتے ہیں ــــ دُم کٹ تو سکتی ہے سیدھی نہیں ہو سکتی"ــــ بلیک کلارک پہلی بار بولا۔ مگر اس کا لہجہ زہر میں بجھا ہوا تھا۔

"بہت خوب مسٹر کلارک! ــــ آپ کی دُم سیدھی بھی ہو سکتی ہے ــــ ٹیڑھی بھی ــــ لیکن کٹ نہیں سکتی ــــ میرے خیال میں کٹ پروف دُم ہو گی"ــــ عمران سے نہ رہا گیا اور بول پڑا۔

"شٹ اپ ــــ تم خاموش رہو، ورنہ گولی مار دوں گا"ــــ بلیک کلارک غصے سے پھٹ پڑا۔

"آپ سب سیکرٹ سروس کے ممبران ہیں لیکن آپ میں سے کسی کو بھی معلوم نہیں کہ آپ کا باس ایکسٹو کون ہے ــــ ایکسٹو کو صرف دو آدمی جانتے ہیں۔ ایک سر سلطان

اور دوسرے صدر مملکت"ــــ شارپ وائلی نے سب ممبران سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا۔

سب ممبرز خاموش رہے۔

"آپ سب ممبران نے اس بار پروگرام بنایا کہ ایکسٹو کی نقاب کشائی کی جائے۔ اس لیے آپ لوگوں نے عمران کا فون ٹیپ کیا لیکن کامیاب نہ ہو سکے"ــــ شارپ وائلی اس وقت ایسے بول رہا تھا جیسے پروفیسر کلاس کو لیکچر دے رہا ہو۔

"اب سنو! ــــ ہم دونوں بھی اسی مقصد کے لیے اس ملک میں آئے ہیں کہ ہم بھی ایکسٹو کی اصل شخصیت سے پردہ اٹھانا چاہتے ہیں ــــ ہم دونوں یہاں پہنچ کر اندھیرے میں ٹامک ٹوئیاں مار رہے تھے کہ میرے ساتھی بلیک کلارک سے عمران ٹکرا گیا اور عمران اسے ڈاج دے کر سیکرٹ سروس کے ہیڈ کوارٹر دانش منزل لے گیا مگر بلیک کلارک وہاں سے واپس نکل آنے میں کامیاب ہو گیا۔ اس طرح ہمیں اس عمارت کا پتہ چل گیا۔ لیکن اس کے فوراً بعد ہی حالات تبدیل ہو گئے ــــ صفدر جو کہ سیکرٹ سروس کا ممبر ہے اچانک مجھ سے ٹکرا گیا۔ میں اس کی اصل شخصیت کو سمجھ نہ سکا اور اس پر اعتماد کر بیٹھا مگر اپنی فطرت سے مجبور ہو کر میں نے اس کی بے ہوشی کے دوران اس کی گھڑی اتار کر اس میں ایک جدید ٹرانسمیٹر فٹ کر دیا ــــ صفدر نے جا کر ایکسٹو کو میرے متعلق رپورٹ دی اور اس کے بعد اس نے جولیا سے فون پر بات کی جس سے مجھے اس تمام سازش کا علم ہو گیا جو آپ لوگ ایکسٹو کے خلاف کر رہے تھے ــــ صفدر میک اپ کر کے میری نگرانی کے لیے واپس آیا مگر یہاں میں نے اسے قابو کر لیا۔

پھر ہم نے ایک پلان کے تحت سر سلطان کو اغوا کر لیا۔ مقصد یہ تھا کہ سر سلطان پر تشدد کر کے ایکسٹو کی اصل شخصیت کا پتہ چلایا جائے ــــ اس کے بعد ہم نے سیکرٹ سروس کے تمام ممبران کو اغوا کر لیا ــــ عمران بھی اسی دوران ہمارے قبضے میں آ گیا اور

یہ ایک نوجوان ہمارا تعاقب کرتا ہوا اس کوٹھی تک پہنچ گیا۔ ہم نے اسے بھی سیکرٹ سروس کا ممبر سمجھتے ہوئے گرفتار کر لیا۔ مگر آپ لوگ کہتے ہیں کہ یہ آپ کا ساتھی نہیں ہے ــــــ خیر بہرحال جو کچھ بھی ہے ابھی پتہ چل جائے گا ــــــ آپ لوگوں کو اب تک کے حالات کا پتہ چل گیا ہوگا" ــــــ شارپ وائی نے اپنی تقریر ختم کرتے ہوئے کہا۔

"لیکن تمہاری اس تمام تقریر کا مقصد کیا ہے" ــــــ؟ سر سلطان بولے۔

"یہ تقریر میں نے اس لیے کی ہے کہ آپ سب حضرات تیار ہو جائیں کیونکہ ایکسٹو ابھی چند منٹ میں یہاں پہنچنے والا ہے اور پھر اس کی باقاعدہ نقاب کشائی ہو گی۔ اس طرح ان ممبران کی دیرینہ حسرت پوری ہو جائے گی ــــــ گو یہ ان کی آخری حسرت ہو گی۔ کیونکہ نقاب کشائی کے بعد اس ہال کو ڈائنامیٹ سے اڑا دیا جائے گا اور اس طرح یہ ہال اس ملک کے سیکرٹری وزارتِ خارجہ، سیکرٹ سروس کے ممبران، ایک احمق عمران اور ایکسٹو کا مدفن بن کر رہ جائے گا" ــــــ شارپ وائی خاموش ہو گیا۔

کیپٹن شکیل، چوہان اور جولیا سمیت سب کے چہرے فق ہو کر رہ گئے۔ وہ ایک عجیب سی سچویشن میں پھنس گئے تھے۔ اس سے پہلے اس قسم کے حالات سے ان کا سابقہ نہیں پڑا تھا۔ مگر اب بھی ان کو مکمل یقین تھا کہ سب کچھ ہو سکتا ہے مگر ایکسٹو گرفتار نہیں ہو سکتا۔

مگر اسی لمحے ہال کا دروازہ کھلا اور پھر ایکسٹو منہ پر نقاب لگائے اندر داخل ہوا اس کے پیچھے چار آدمی مشین گنیں اٹھائے ہوئے تھے۔ مشین گنوں کی نالیاں ایکسٹو کی پشت سے لگی ہوئی تھیں۔

ایکسٹو مردہ سی چال چلتا ہوا ہال کے درمیان میں پہنچا۔

سر سلطان اور تمام ممبران کی آنکھیں ایکسٹو کو اس عالم میں دیکھ کر حیرت سے پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔

عمران کی آنکھوں سے بھی حیرت کے ساتھ ساتھ شدید الجھن نمایاں تھی کسی ممبر کو بھی تصور نہیں تھا کہ ایکسٹو کسی چوہے کی طرح ان لوگوں کے ہاتھوں گرفتار ہو سکتا ہے

ایکسٹو کو مشین گنوں کے زور پر ایک ستون سے اچھی طرح باندھ دیا گیا۔ اسے باندھنے کے لیے نائلون کی رسیاں استعمال کی گئی تھیں تاکہ وہ کسی طرح نہ کھولی جا سکیں اور نہ ہی کاٹی جا سکیں۔

"ہاں تو دوستو! ــــ تم لوگوں کا سربراہ اس وقت تمہارے سامنے موجود ہے اور چند لمحوں بعد اس کی اصل شخصیت سامنے ہو گی ــــــ سر سلطان صاحب! ــــ کیا اب بھی آپ نہیں بتلائیں گے کہ ایکسٹو کون ہے" ــــــ؟ شارپ وائی نے بڑے نخوت سے پوچھا۔

سر سلطان بے بسی سے ہونٹ کاٹ کر رہ گئے۔

ہال پر چند لمحوں کے لیے پراسرار سی خاموشی چھا گئی۔ سوائے شارپ وائی، بلیک کلارک اور ان کے نمائندوں کے ہر شخص بے چین اور مضطرب تھا۔

سیکرٹ سروس کے ارکان جو اس سچویشن سے پہلے ایکسٹو کو بے نقاب کرنے کے لیے باقاعدہ پلان کے تحت کام شروع کر چکے تھے اب بے حد پریشان تھے۔ وہ سوچ رہے تھے کہ کاش کوئی معجزہ ہو جائے اور ایکسٹو بے نقاب نہ ہو۔ وہ مجرموں کے ہاتھوں ایکسٹو کی بے نقابی برداشت نہیں کر پا رہے تھے لیکن اس وقت مجبور تھے۔

عمران جو عین وقت پر آ کر کام دکھاتا تھا۔ اس وقت بڑی مضبوطی سے رسیوں سے بندھا ہوا تھا۔

"نمبر ٹو ــــ ایکسٹو کا نقاب اتار دو" ــــــ شارپ وائی نے بڑے پُراسرار لہجے میں بلیک کلارک سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا اور ہال میں موجود سیکرٹ سروس کے

عمران کے جسموں میں سردی کی ایک تیز لہر دوڑ گئی۔ کیونکہ ایک انہونی بات ہو رہی تھی۔

"ٹھہرو" ـــــ اچانک عمران کی آواز سے ہال گونج اٹھا۔ اور ایکسٹو کی طرف بڑھتے ہوئے بلیک کلارک کے قدم رک گئے۔

سب کی بے چین نظریں عمـــران کے چہرے پر جم گئیں۔

عمران اس وقت بے حد سنجیدہ تھا۔ اس کے چہرے کے نقوش پتھر کی طرح سخت تھے اور آنکھوں میں ابھر آنے والی چمک کسی ایسے درندے کی یاد دلا رہی تھی جو سخت غصے میں اپنے شکار پر جھپٹنے والا ہے۔

"اس بات کا کیا ثبوت ہے کہ یہ ایکسٹو ہی ہے" ـــــ؟ عمران نے سپاٹ لہجے میں شارپ وائلی سے پوچھا۔ اور سیکرٹ سروس کے ارکان کے سینے سے اطمینان کی ایک لہر دوڑ گئی۔

واقعی مجـــرم اس بات کو ثابت نہیں کر سکتے تھے کہ یہ واقعی سیکرٹ سروس کا چیف ایکسٹو ہے۔

"ہونہہ ـــ اچھا سوال ہے ـــــ میں بھی کافی دیر سے سوچ رہا تھا کہ سر سلطان نے ابھی تک یہ سوال کیوں نہیں کیا ـــــ ویسے مجھے اس احمق سے اس سوال کی اُمید نہ تھی" ـــــ شارپ وائلی نے بڑے اطمینان سے کہا۔

"کس سوال جواب کے چکر میں پڑ گئے ہو ـــــ اسے بے نقاب کر کے اس کے فوٹو لو اور پھر ہال تباہ کر کے نکل چلو ـــــ ہمارا مشن کامیاب ہو گیا ہے" ـــــ بلیک کلارک نے بڑی اکتاہٹ سے کندھے جھٹکتے ہوئے شارپ وائلی سے کہا۔

"ٹھہرو ـــــ میں چاہتا ہوں کہ یہ لوگ مرنے سے پہلے اس بات کا اطمینان کر لیں کہ ہم واقعی کامیاب ہو گئے ہیں" ـــــ شارپ وائلی نے فخریہ لہجے میں کہا۔

"جیسے تمہاری مرضی ـــــ مگر میرے خیال میں تم فضول وقت ضائع کر رہے ہو ـــــ میں مشن کے آخر میں کوئی رسک نہیں لینا چاہتا ـــــ ہمارا کام جتنی جلدی ہو جائے، اچھا ہے" ـــــ بلیک کلارک نے جواب دیا۔

"نہیں ـــ صرف چند منٹ کی تو بات ہے ـــــ کامیابی تو بہرحال ہمارے قدم چوم چکی ہے" ـــــ شارپ وائلی نے کہا اور پھر اپنے ایک ساتھی کو مخصوص اشارہ کیا اور وہ خاموشی سے ہال کا دروازہ کھول کر باہر نکل گیا۔

ہال میں تھوڑی دیر کے لیے بڑی پُراسراری خاموشی طاری رہی۔ پھر ہال کا دروازہ دوبارہ کھلا اور وہی آدمی ایک مشین جو ٹرالی پر رکھی ہوئی تھی، دھکیلتا ہوا اندر لے آیا اور پھر شارپ وائلی کے قریب لا کر اس نے ٹرالی روک لی۔ پھر اس نے مشین کے اوپر لپٹا ہوا کپڑا ہٹایا۔ یہ ایک جدید قسم کا پروجیکٹر تھا۔

شارپ وائلی نے پروجیکٹر کا رخ سامنے دیوار کی طرف کر دیا اور پھر اس کے چند بٹن دبا دیئے۔

پروجیکٹر شاید بیٹری سے چلنے والا تھا کیونکہ بٹن دبتے ہی اس میں زندگی کے آثار پیدا ہو گئے اور اس کی مشینری چل پڑی۔

"اب اطمینان سے دیکھو کہ یہ واقعی ایکسٹو اصلی ہے یا نقلی" ـــــ شارپ وائلی نے کہا اور پھر ایک اور بٹن دبا دیا۔

سامنے دیوار پر چار فٹ کی سکرین روشن ہو گئی۔ چند لمحوں تک روشنی کے جھماکے سے ہوتے رہے۔ پھر ایک وسیع ہال کا منظر سکرین پر ابھرتا چلا گیا۔

یہ ایوان صدر کا خصوصی میٹنگ ہال تھا۔ وہاں کوئی اجلاس ہو رہا تھا۔ اور صدر مملکت بذاتِ خود اس میٹنگ کی صدارت کر رہے تھے۔ صدر مملکت کے قریب ہی ایک کرسی پر ایکسٹو نقاب لگائے بیٹھا تھا۔ دیگر اعلیٰ افسران بھی وہاں موجود تھے ـ اور سر رحمان بھی ایک کرسی پر بیٹھے ہوئے نظر آ رہے تھے۔ یہ منظر دیکھ کر سر سلطان اور

عمران دونوں کے ہونٹ بھنچ گئے۔

میٹنگ ہال پر خاموشی طاری تھی۔ اچانک صدرِ مملکت نے ہی اس خاموشی کے طلسم کو توڑا۔

"سر رحمان! آپ رپورٹ پیش کریں" ——— صدرِ مملکت نے سر رحمان کو مخاطب کر کے کہا اور سر رحمان نے کھڑے ہو کر سر سلطان کے اغوا کی رپورٹ پیش کی۔

"محترم صدر اور معزز ممبران! ——— سر سلطان کا یوں دن دہاڑے اغوا اس بات کا ثبوت ہے کہ انتہائی دلیر اور منظم مجرم حکومت کے خلاف میدان میں اتر چکے ہیں۔ سر سلطان ہماری حکومت کے ایسے رکن ہیں جنہیں اس ملک کے تقریباً ہر قابلِ ذکر اور خفیہ ترین راز کا علم ہے ——— میرا خیال ہے کہ اگر سر سلطان کو فوری طور پر مجرموں کے پنجوں سے رہائی نہ دلائی گئی تو مجرم ان پر بے پناہ تشدد کر کے اہم رازوں کو ان کے سینے سے نکالنے کی پوری کوشش کریں گے ——— گو میں ایک لمحے کے لیے اس بات کا تصور بھی نہیں کر سکتا کہ سر سلطان اپنی زندگی میں ایک لفظ بھی منہ سے نکالیں گے جو حکومت کے مفادات کے خلاف جاتا ہو۔ مگر پھر بھی سر سلطان آخر انسان ہیں اور آج کل تشدد کے انتہائی نفسیاتی اور خطرناک طریقے وجود میں آ چکے ہیں اس لیے ہر بات ممکن ہے ——— یہ میٹنگ بھی صدرِ مملکت نے اسی خدشے کے پیشِ نظر بلوائی ہے ——— ہمیں ہر قیمت پر سر سلطان

کو مجرموں سے رہائی دلانی ہے اور یہ کام جتنی جلدی ہو سکے اتنا ہی حکومت اور سر سلطان کے مفاد میں ہے" ـــــ سر رحمان نے رپورٹ کے بعد ذاتی تبصرہ کرتے ہوئے کہا۔

"سر رحمان! ـــ آپنے اس سلسلہ میں کیا کیا ہے ـــ ؟ رپورٹ پیش کیجئے" ـ صدر مملکت نے کہا۔

"میرے ڈیپارٹمنٹ نے اطلاع ملتے ہی تیزی سے اپنا کام شروع کر دیا لیکن مجھے انتہائی افسوس ہے کہ ہمیں اس سلسلے میں ایک معمولی سا کلیو بھی نہیں ملا" ـــ سر رحمان کے لہجے میں ندامت کے ساتھ ساتھ تاسف کے تاثرات نمایاں تھے۔

"تو اس کا مطلب ہے کہ آپ کا ڈیپارٹمنٹ سر سلطان کی بازیابی میں قطعی ناکام رہا ہے" صدر مملکت نے تلخ لہجے میں کہا۔

سر رحمان نے خاموشی سے سر جھکا لیا۔

"تشریف رکھیے" ـــ صدر مملکت کے لہجے میں بے پناہ تلخی تھی۔

سر رحمان نے خاموشی سے اپنی سیٹ سنبھال لی۔

صدر مملکت نے باری باری ہر ممبر کے چہرے پر نظر ڈالی۔ سب لوگ خاموش تھے۔ ان کے چہروں پر بے بسی صاف جھلک رہی تھی۔ اور پھر صدر مملکت کی نظریں ایکسٹو کے نقاب پر آکر رک گئیں۔

"مسٹر ایکسٹو! ـــ آپ اس سلسلہ میں کیا کہتے ہیں" ـــ صدر مملکت اس بار ایکسٹو سے مخاطب ہوئے۔

ایکسٹو چند لمحوں تک خاموش رہا۔ پھر اس کی مخصوص آواز ہال میں گونجنے لگی۔

"مجھے افسوس ہے کہ سر رحمان اپنے مقصد میں ناکام رہے ـــ آپ یہ کیس مجھ پر چھوڑ دیجئے ـــ مجرم تقریباً میری نظروں میں ہیں ـــ میں جلد ہی سر سلطان کو ان مجرموں کے پنجوں سے چھڑا لوں گا ـــ یہ میرا وعدہ رہا" ـــ ایکسٹو نے مخصوص آواز میں کہا۔

ایکسٹو کے الفاظ سنتے ہی محفل میں جیسے جان پڑ گئی ہو۔ ہر آدمی کے چہرے پر زندگی کی لہر دوڑ گئی۔

صدر مملکت کے چہرے پر مسرت کے آثار نمایاں ہو گئے۔

اس بات کا تو تقریباً ہر آدمی کو یقین تھا کہ ایکسٹو کبھی اپنے دعوے میں ناکام نہیں رہا۔

"او۔کے ـــ آج سے یہ کیس باضابطہ طور پر آپ کے محکمے کو ریفر کر دیا جائے گا اور اس کے ساتھ ہی یہ میٹنگ برخاست کی جاتی ہے" ـــ صدر مملکت نے کہا اور پھر وہ اٹھ کھڑے ہوئے۔

تمام ممبرز اپنی اپنی جگہوں سے اٹھے اور پھر ہال کے دروازے کھل گئے۔

ایکسٹو بدستور ہال میں بیٹھا رہا۔ تمام ممبرز باری باری ہال سے باہر جاتے رہے۔

آخر میں ایکسٹو اٹھا اور پھر وہ تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا ہال سے باہر نکل آیا۔

ہال کے باہر موجود ملٹری پولیس کے سپاہیوں اور افسروں نے ایکسٹو کو سلیوٹ کیا اور وہ سر کے اشارے سے انہیں جواب دیتا ہوا آگے بڑھتا چلا گیا۔ برآمدے کے ساتھ ہی اس کی مخصوص کار موجود تھی۔ باوردی ڈرائیور نے ادب سے کار کا دروازہ کھولا اور ایکسٹو پچھلی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ کار کا دروازہ بند ہو گیا۔

کار کے پچھلے شیشے سیاہ کلر کے تھے اس لیے پچھلی سیٹ پر بیٹھا ہوا آدمی باہر سے نظر نہیں آ سکتا تھا۔ اور پھر کار ایک ٹرن لیتی ہوئی آگے بڑھ گئی۔ گیٹ پر ڈرائیور نے شناختی کارڈ چیک کرائے اور پھر کار آگے بڑھ گئی۔

مختلف سڑکوں سے ہوتی ہوئی کار جیسے ہی ایک ویران سڑک پر پہنچی، اچانک ایک زوردار دھماکہ ہوا اور کار کے پچھلے ایک ٹائر کے پرخچے اڑ گئے۔ ڈرائیور نے بڑے زوردار طریقے سے بریک لگائے اور کار الٹتے الٹتے بچی۔

کار کے رکتے ہی اردگرد سے تقریباً بیس مسلح نقاب پوش درختوں کی اوٹ سے باہر نکل آئے اور اس سے پہلے کہ ڈرائیور یا ایکسٹو کوئی مناسب حفاظتی انتظام کے متعلق سوچتے مشین گنوں نے آگ اگلنی شروع کر دی ۔ اور سب نقاب پوش گولیاں برساتے ہوئے تیزی سے کار کی طرف بڑھنے لگے ۔ اور پھر ایک جھٹکے سے انہوں نے کار کا دروازہ کھول کر ڈرائیور کو کھینچ لیا ۔ ڈرائیور کا جسم گولیوں سے چھلنی ہو چکا تھا اور اس کی روح نہ جانے کب کی قفس عنصری سے پرواز کر چکی تھی ۔

کار کے پچھلے دروازے کھولنے کی بے حد کوشش کی گئی مگر دروازے جیسے کسی طرح بھی نہ کھل سکے تو نقاب پوشوں کے لیڈر کے اشارے پر کار کے دروازوں کے ہینڈل پر گولیاں برسائی گئیں ۔

نتیجہ پھر صفر رہا ۔

کار کی پچھلی نشست شاید کس میٹریل سے بنی ہوئی تھی کہ مشین گن کی گولیوں کا اس سے زیادہ اور کوئی اثر نہ ہو رہا تھا کہ کار کی باڈی میں ہلکا سا گڑھا پڑ جاتا اور بس ایکسٹو کار کے قلعے میں محفوظ تھا ۔

نقاب پوش اس صورت حال سے گھبرا گئے ۔ اب فوری طور پر ان کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اس مشکل کا کیا حل نکالا جائے ۔

ادھر گولیوں کی آوازوں سے اردگرد کا علاقہ گونج اٹھا تھا ۔ گو یہ سڑک ویران تھی مگر دور سے پٹرولنگ پولیس کاروں کے سائرن اب نزدیک آتے محسوس ہو رہے تھے انہوں نے جھنجھلا کر ایک بار پھر گولیوں کا مینہ برسا دیا ۔ مگر نتیجہ پھر وہی ڈھاک کے تین پات ۔ سوائے کثیر تعداد میں ہلکے ہلکے گڑھوں کے کار کا کچھ نقصان نہ ہوا

اب سائرنوں کی آوازیں کافی سے زیادہ قریب آ چکی تھیں ۔

اچانک نقاب پوش کے سردار نے سب کو پیچھے ہٹنے کا اشارہ کیا اور وہ سب ایک پلان کے مطابق پیچھے ہٹتے چلے گئے ۔

پھر نقاب پوش نے جیب سے ایک دستی بم نکالا ۔ وہ شاید کار پر دستی بم پھینک کر اسے مکمل طور پر تباہ کرنا چاہتا تھا ۔

پولیس کاریں اب دور سے آتی ہوئی صاف نظر آ رہی تھیں ۔

اس سے پہلے کہ نقاب پوش دستی بم کا سیفٹی پن کھینچتا ۔ اچانک کار کا دروازہ کھلا اور دوسرے لمحے ایکسٹو اس میں سے نکل کر سامنے آتی ہوئی پولیس کار کی طرف بڑھا ۔

یہ ایکسٹو کی خطرناک غلطی تھی یا شاید ایکسٹو کو اندر سے باہر کا تمام منظر نظر آ رہا تھا کیونکہ کئی پینٹ ایسے ہوتے ہیں جو ایک طرف سے آنے والی روشنی کو روک لیتے ہیں جبکہ دوسری طرف سے ہر چیز صاف نظر آ رہی ہوتی ہے ۔

ایسا ہی پینٹ شاید ایکسٹو کی کار کے شیشوں پر تھا اس لیے کار پر دستی بم اٹھا دیکھتے ہی وہ کار سے نکل کھڑا ہوا ۔

ایکسٹو کو اچانک یوں باہر نکلتے دیکھ کر نقاب پوش نے دستی بم بڑی پھرتی سے جیب میں ڈالا اور پھر اپنے ساتھیوں کو اشارہ کیا ۔ اور انہوں نے باقاعدہ مورچہ بنا کر سامنے سے آتی ہوئی پولیس کار پر فائرنگ کھول دی ۔

چند نقاب پوش چیتے جیسی تیزی سے سڑک کے درمیان موجود ایکسٹو پر جھپٹ پڑے ۔

ایکسٹو نے کافی زیادہ مزاحمت کی مگر وہ تعداد میں بہت زیادہ تھے اس لیے وہ اسے قابو کر لینے میں کامیاب ہو گئے ۔ اور ایکسٹو کو زبردستی اٹھا کر سڑک کے بائیں طرف لے جایا گیا ۔ اور پھر تھوڑی دیر بعد ڈھلان میں موجود سپورٹس کار میں اسے پچھلی سیٹ پر بٹھا دیا گیا ۔

پولیس کار اور نقاب پوشوں کے درمیان ابھی تک گولیوں کا تبادلہ بڑی شدت

سے ہو رہا تھا۔

سپورٹس کار میں وہ اور نقاب پوش بھی بیٹھ گئے اور پھر سپورٹس کار تیزی سے ٹرن لیتی ہوئی ایک سائیڈ میں پھیلے ہوئے درختوں کے ذخیرے میں گھستی چلی گئی۔

سپورٹس کار تیز رفتاری کے ریکارڈ توڑتی ہوئی ذخیرے کی دوسری طرف سے نکلی اور ایک اور سنسان سی سڑک پر پہنچ گئی۔ وہاں موجود ایک بیوک کے قریب جاکر رکی اور پھر ایکسٹو کو سپورٹس کار سے اس بیوک میں منتقل کیا گیا اور پھر بیوک اور سپورٹس کار مخالف سمتوں میں چلی گئیں۔

بیوک تیزی سے مختلف سڑکوں سے ہوتی ہوئی ایڈورڈ کالونی میں داخل ہوگئی اور کالونی کی ایک عظیم الشان کوٹھی کے گیٹ کے سامنے جاکر رک گئی۔

تین بار مخصوص انداز میں ہارن دیا گیا اور کوٹھی کا گیٹ کھلتا چلا گیا۔ بیوک اندر داخل ہوگئی اور گیٹ دوبارہ بند ہوگیا۔ بیوک سیدھی پورچ میں آکر رکی۔ پورچ میں دو مسلح نقاب پوش پہلے سے موجود تھے۔

بیوک کا دروازہ کھولا گیا اور پھر مشین گنوں کی نالوں پر ایکسٹو کو کار سے نیچے اتارا گیا اور پھر مشین گنوں کی نالوں کی رہنمائی میں ایکسٹو آگے بڑھتا چلا گیا۔

مختلف برآمدوں اور کمروں سے ہوتے ہوتے وہ سب ایک دروازے کے سامنے جاکر رک گئے۔ ایک نقاب پوش نے دروازے کے قریب لگا ہوا ایک بٹن دبایا اور دروازہ بے آواز کھلتا چلا گیا۔

ایکسٹو اندر داخل ہوگیا۔ یہ ایک بڑا ہال تھا جو فلورسینٹ ٹیوبوں سے جگمگا رہا تھا۔

شارپ وائلی نے بٹن دبا دیا۔ دیوار پر سکرین تاریک ہوگئی۔ یہ ایکسٹو کی گرفتاری کی مکمل اور واضح فلم تھی۔

شارپ وائلی نے بڑے فخریہ انداز میں سر سلطان اور عمران کی طرف دیکھا۔ سب کے چہرے فلم دیکھ کر فق ہو گئے تھے۔

شارپ وائلی نے اپنے آدمی کو پروجیکٹر لے جانے کا اشارہ کیا اور اس آدمی نے آگے بڑھ کر پروجیکٹر پر کپڑا ڈالا اور پھر اسے واپس ہال کے دروازے کی طرف لے گیا۔

ہال میں مکمل خاموشی طاری تھی۔

عمران کو ایکسٹو کے اصلی ہونے کا حتمی ثبوت مل چکا تھا۔ اب کم از کم اس سلسلے میں کوئی گنجائش باقی نہیں رہ گئی تھی کہ گرفتار ہونے والا ایکسٹو اصلی نہیں نقلی ہے۔

"کیا اب بھی کسی مزید ثبوت کی ضرورت ہے" ــــ؟ شارپ وائلی نے بڑے فاخرانہ انداز میں عمران سے پوچھا۔

عمران حیرت سے سر ہلا کر رہ گیا۔

"تم زیادہ حیرت میں نہ پڑو ــــ یہ ہمارے جدید ترین اور خودکار ایک کیمرے کا کمال ہے جس نے اتنی مکمل اور واضح فلم تیار کر لی ہے" ــــ شارپ وائلی نے کہا۔

"کیا یہ فلم تم نے صرف اس لیے تیار کی ہے کہ ہمیں ایکسٹو کے اصلی ہونے کا ثبوت

وسے سکو"۔۔۔۔ سر سلطان نے فلم ختم ہونے کے بعد پہلی مرتبہ پوچھا۔

"کیا بچوں جیسا سوال کیا ہے آپ نے۔۔۔۔ ہم نے یہ فلم اپنے حکام کو مطمئن کرنے کے لیئے تیار کی ہے کہ ہم نے جس ایکسٹو کو بے نقاب کیا ہے اور جس ایکسٹو کا خاتمہ کیا ہے وہ جعلی نہیں اصلی تھا"۔۔۔۔ شارپ وائی نے حقارت آمیز لہجے میں سر سلطان کے سوال کا جواب دیا۔

"چلو نمبر نو۔۔۔۔ اب تم ایکسٹو کی نقاب کشائی کی رسم ادا کرو"۔۔۔۔ شارپ وائی نے بلیک کلارک سے مخاطب ہو کر کہا۔ اور بلیک کلارک ستون سے بندھے ہوئے ایکسٹو کی طرف بڑھنے لگا۔

ہال میں موجود ہر فرد کے دل کی دھڑکنیں تیز ہو گئیں۔ سنسنی اور تجسس کی وجہ سے ان کی کنپٹیاں سنسنا رہی تھیں۔

ابھی بلیک کلارک ایکسٹو کے قریب نہیں پہنچا تھا کہ اچانک ایک جھماکا سا ہوا۔ ایسا محسوس ہوا جیسے بجلی کوندی ہو۔ اور دوسرے لمحے بلیک کلارک اڑتا ہوا سامنے والی دیوار سے جا ٹکرایا۔

یہ عمران تھا جو اپنے ناخنوں میں موجود تیز بلیڈوں کی وجہ سے رسیوں سے آزاد ہو چکا تھا۔ عمران کی جست انتہائی حیرت انگیز تھی۔ عمران کے دھکے سے بلیک کلارک دور جا گرا تھا اور اب عمران ایکسٹو کے سامنے سینہ تانے کھڑا تھا۔ اور اس کے ہاتھ میں خنجر چمک رہا تھا۔

اس سے پہلے کہ ششدر شارپ وائی یا اس کے ساتھی سنبھلتے، عمران کے ہاتھ سے خنجر ایک زناٹے کی آواز نکالتا ہوا نکلا اور پھر شارپ وائی کی قسمت اچھی تھی کہ وہ عین موقع پر تڑپ کر ایک طرف ہو گیا ورنہ خنجر اس کے سینے میں ترازو ہو چکا ہوتا۔

دیوار سے لگے ہوئے سیکرٹ سروس کے ممبران نے حرکت کرنی چاہی مگر

دوسرے لمحے جس جگہ عمران کھڑا تھا۔ اچانک وہ جگہ پھٹی اور عمران اس میں گرتا چلا گیا۔

شارپ وائی تڑپ کر ایک میز پر گرا تھا۔ اس نے بڑی پھرتی سے میز پر لگا ہوا ایک بٹن دبا دیا تھا۔

عمران ہال سے یوں غائب ہو چکا تھا جیسے اس کا وجود وہاں کبھی نہ رہا ہو۔ فرش دوبارہ برابر ہو چکا تھا۔

"کوئی بھی حرکت کرے تو بلا دریغ گولی مار دینا"۔۔۔۔ شارپ وائی ہذیانی انداز میں چیخا۔ اور مشین گن برداروں نے مشین گنوں کے ٹریگروں پر انگلیوں کی گرفت سخت کر دی۔

اس سے پہلے کہ کوئی مزید حرکت ہوتی، شارپ وائی چیتے کی طرح ایکسٹو کی طرف لپکا اور دوسرے لمحے اس نے ایک جھٹکے سے ایکسٹو کے منہ پر پڑا ہوا نقاب کھینچ لیا اور پھر پورا ہال حیرت زدہ چیخوں سے گونج اٹھا۔

یہ چیخیں سیکرٹ سروس کے ممبران کے حلق سے بے اختیار نکلی تھیں اور شارپ وائی بڑی گہری نظروں سے بے نقاب ایکسٹو کو دیکھ رہا تھا جیسے وہ کسی عجوبے کو دیکھ رہا ہو۔

عمران قلابازیاں کھاتا ہوا خلا میں گرتا چلا گیا۔ وہ اس اچانک انداز سے گرا تھا کہ سنبھلتے سنبھلتے بھی وہ نیچے فرش پر کمر کے بل جا گرا۔ گو چوٹ کافی سے زیادہ آئی تھی مگر حالات اس قسم کے تھے کہ وہ اس چوٹ کی پرواہ کئے بغیر سپرنگ کی طرح اچھل کر کھڑا ہو گیا۔

یہ ایک چھوٹا سا کمرہ تھا جو چاروں طرف سے بند تھا۔ صرف بائیں طرف ایک دروازہ تھا ـــــ عمران جھپٹ کر دروازے کی طرف بڑھا مگر سٹیل کا بنا ہوا دروازہ باہر سے بند تھا۔ عمران جھنجھلا کر رہ گیا۔ اس کا بس نہیں چلتا تھا کہ وہ سر کی ایک ہی ٹکر سے دروازے کے پرخچے اڑا دے۔ لیکن بہرحال عمران انسان تھا۔ راجہ اندر کے دربار کا دیو تو نہیں تھا کہ دروازہ اکھاڑ کر پھینک دیتا۔

عمران ابھی باہر نکلنے کی ترکیب سوچ ہی رہا تھا کہ اچانک ایک دھماکے سے دروازہ کھلا اور پھر دو مشین گن بردار نقاب پوش اندر داخل ہوئے۔ ان دونوں نے عمران کی طرف مشین گنوں کا رخ کیا ہی تھا کہ عمران بجلی کی طرح تڑپا اور دوسرے ہی لمحے ایک مشین گن بردار کو لیتا ہوا پیچھے کھڑے ہوئے دوسرے گن بردار پر جا گرا۔ دونوں کے ہاتھوں سے مشین گنیں گر گئیں۔

دونوں نقاب پوشوں نے اٹھنے میں بے حد پھرتی دکھائی مگر عمران تو چھلاوا بنا ہوا تھا۔ وہ ان دونوں سے پہلے ہی اٹھ کھڑا ہوا۔ پھر ان دونوں کی شامت ہی آگئی۔ عمران کو کافی دنوں کے بعد لڑنے کا موقع ملا تھا۔ اس نے ایک نقاب پوش پر کراٹے کا زبردست وار کیا اور وہ اوہ کرتا ہوا دوہرا ہو گیا۔ دوسرا نقاب پوش مشین گن کی طرف لپکا ہی تھا کہ عمران کی لات پوری قوت سے اس کے کولہوں پر پڑی۔

عمران تو اب مشین بن گیا۔ اس نے دونوں نقاب پوشوں کو اٹھنے نہیں دیا۔ اور پھر دوسرے ہوئے نقاب پوش کی گردن پر اس کی کھڑی ہتھیلی کا وار پڑا۔ کھٹاک کی آواز آئی اور اس کے ساتھ ہی ایک ہلکی سی چیخ ابھری۔ اس کی گردن کی ہڈی ٹوٹ چکی تھی اور وہ تڑپے بغیر ہی ڈھیر ہو گیا۔

دوسرے کو اچانک عمران نے ہاتھوں پر اٹھا لیا اور پھر اس سے پہلے کہ وہ سنبھلتا، عمران نے اسے سر پر گھما کر پوری قوت سے دیوار پر دے مارا۔ نقاب پوش کے سر کے پرخچے اڑ گئے اور دماغ چھیچھڑے کی طرح دیوار سے لٹکتا رہ گیا۔

عمران نے جھپٹ کر ایک نقاب پوش کا نقاب اتارا اور اسے منہ پر لگا کر اس نے ایک مشین گن اٹھائی اور دروازے سے باہر کود گیا۔

باہر ایک طویل گیلری تھی جو خالی پڑی تھی۔ گیلری کے اختتام پر سیڑھیاں اوپر جا رہی تھیں عمران تیزی سے گیلری میں دوڑتا ہوا ایک کی بجائے دو دو سیڑھیاں پھلانگتا ہوا اوپر چڑھتا چلا گیا۔

اوپر ایک اور گیلری تھی۔ دروازے سے باہر نکلتے ہی دو نقاب پوشوں سے مڈبھیڑ ہو گئی وہ دونوں دوسری طرف رخ کئے ہوئے تھے۔ عمران نے بغیر کسی تکلیف کے مشین گن کا دہانہ کھول دیا۔ تڑتڑاہٹ کی آواز آئی اور وہ دونوں چیخ مار کر ڈھیر ہو گئے۔ ان کے جسموں میں بے شمار سوراخ ہو چکے تھے۔

پوری عمارت گولیوں کے دھماکوں سے گونج اٹھی مگر عمران پرواہ کئے بغیر آگے بڑھتا چلا گیا۔ یہ گراؤنڈ فلور تھا۔

اچانک ایک کمرے میں عمران کو روشنی نظر آئی اور وہ تیزی سے اس کمرے میں داخل ہو گیا۔ کمرے کا دروازہ اندر سے بند نہیں تھا اس لیے اسے کوئی دقت پیش نہیں آئی۔ کمرہ خالی تھا۔ اسی لمحے گیلری میں بہت سے لوگوں کے قدموں کی آواز سنائی دی۔ عمران نے پھرتی سے دروازہ بند کر کے چٹخنی چڑھا دی۔ اب وہ تیزی سے کمرے کے دوسرے دروازے کی طرف بڑھا۔ یہ دروازہ بھی ایک چھوٹی سی گیلری میں کھلتا تھا۔ سامنے ایک بڑا دروازہ تھا جو بند تھا۔ دروازے کی ساخت سے معلوم ہو رہا تھا کہ یہ کمرہ ساؤنڈ پروف ہے۔ دروازے کے عین اوپر شیشے کا ایک بڑا روشندان تھا۔

عمران نے ایک لمحے کے لیے اِدھر اُدھر دیکھا اور پھر مشین گن کو بیلٹ کے ساتھ کاندھے پر لٹکا کر بندر کی طرح دروازے کے ہینڈل پر پیر رکھتا ہوا اوپر چڑھتا چلا گیا۔ دروازے کے اوپر شاید ڈیزائن کے لیے ایک چھوٹی سی کارنس بنی ہوئی تھی اس نے پیر اس کارنس پر ٹکاتے اور روشندان سے اندر دیکھنے لگا۔

اندر کا منظر دیکھتے ہی اس نے گلے سے نکلنے والے بے اختیار قہقہے کو بڑی مشکل سے روکا۔

ایکسٹو کی نقاب کشائی ہو چکی تھی اور وہاں ایکسٹو کی بجائے سلیمان کھڑا آنکھیں جھپکا رہا تھا۔ اس کی شکل دیکھ کر ایسا محسوس ہو رہا تھا۔ جیسے کسی الو کو پکڑ کر دھوپ میں بٹھا دیا گیا ہو۔

بلیک زیرو ٹیپ سن کر تمام معاملے کو اچھی طرح سمجھ چکا تھا۔ اب وہ مجرموں کی چال مجرموں پر ہی الٹ نا چاہتا تھا۔ اس کے ذہن میں ایک شاندار ترکیب آئی تھی اور اس نے اس ترکیب پر عمل کرنے کا قطعی فیصلہ کر لیا تھا۔ اور پھر مسکراتے ہوئے میز کے کنارے پر لگا ہوا ایک بٹن دبا دیا۔

چند لمحوں بعد جوزف اندر داخل ہوا۔

"یس مسٹر طاہر!" ـــــ جوزف نے بڑے مؤدبانہ انداز میں پوچھا۔

"جوزف! ـــــ عمران کے فلیٹ سے سلیمان کو بلا کر لاؤ ـــــ جلدی" ـــــ بلیک زیرو نے اسے حکم دیا۔

"مسٹر طاہر! ـــــ آپ مجھے بتلائیں کیا کام ہے ـــــ وہ باورچی بھلا کہاں کام کر سکتا ہے" ـــــ جوزف نے سلیمان کا نام سُن کر بُرا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔

"جوزف! ـــــ عمران کی جان خطرے میں ہے اور صرف سلیمان ہی اس کی جان بچا سکتا ہے ـــــ اس لیے جتنی جلدی ہو سکے سلیمان کو یہاں لے آؤ" ـــــ بلیک زیرو نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

"بہتر جناب! ـــــ اگر باس کی جان خطرے میں ہے تو ابھی سلیمان کو حاضر کرتا ہوں۔ اگر وہ اپنے پیروں پر چل کر نہ آیا تو اسے اٹھا کر لے آؤں گا" ـــــ عمران کی جان کو خطرہ

سن کر جوزف تیزی سے بولا۔

"جلدی جاؤ ——— وقت مت ضائع کرو" ——— بلیک زیرو نے اسے ڈانٹ دیا۔ اور جوزف تیزی سے دروازے سے باہر نکل گیا۔

بلیک زیرو اٹھا اور اندر کمرے میں چلا گیا۔

چند لمحوں بعد جب وہ واپس آیا تو اس کے ہاتھ میں ایک جدید قسم کی گھڑی تھی اس نے گھڑی لا کر میز پر رکھ دی۔

تقریباً آدھ گھنٹے بعد دروازہ کھلا اور جوزف اندر داخل ہوا اس نے سلیمان کو کاندھوں پر اٹھایا ہوا تھا۔ سلیمان کی گردن ایک طرف ڈھلکی ہوئی تھی۔ وہ بے ہوش تھا۔ جوزف نے سلیمان کو لا کر میز کے سامنے پڑے ہوئے صوفے پر لٹا دیا۔

"مسٹر طاہر! ——— یہ آنے میں نخرے کر رہا تھا۔ اس لیے میں نے ایک ہلکا سا لفٹ ہک لگا دیا تھا" ——— جوزف نے بڑے فخر سے کہا۔

"جوزف! ——— میں تمہاری شکایت عمران سے کروں گا ——— اب اگر یہ جلدی ہوش میں نہ آیا تو تمام پروگرام درہم برہم ہو جائے گا" ——— بلیک زیرو نے قدرے سخت لہجے میں کہا۔

"مسٹر طاہر! ——— یہ شرافت سے نہیں آ رہا تھا اس لیے مجبوری تھی ——— آپ نے کہا تھا کہ جلدی سے لے آؤ ——— اور اسے جلدی لے آنے کی اس کے سوا کوئی صورت نہیں تھی" ——— جوزف نے دھیمے لہجے میں کہا۔

"اچھا اسے ہوش میں لے آؤ ——— جلدی کرو" ——— بلیک زیرو نے کہا اور جوزف نے میز پر پڑا ہوا پانی کا گلاس اٹھا کر سلیمان کے منہ پر انڈیل دیا۔

سلیمان نے چونک کر آنکھیں کھول دیں۔

"بچاؤ ——— بچاؤ ——— اس کالے دیو سے بچاؤ" ——— سلیمان نے ہوش میں آتے ہی چیخنا شروع کر دیا۔

"جوزف تم باہر جاؤ" ——— بلیک زیرو نے سلیمان کی چیخ و پکار سنی ان سنی کرتے ہوئے جوزف سے کہا۔

جوزف خاموشی سے باہر چلا گیا۔

بلیک زیرو نے اٹھ کر دروازہ بند کر دیا۔

سلیمان اس دوران خاموش ہو چکا تھا۔ اور اب وہ آنکھیں پھاڑے کمرے کو دیکھ رہا تھا۔

"سلیمان! ——— دھیان سے میری بات سنو ——— عمران صاحب نے تمہارے ذمے ایک اہم کام لگایا ہے" ——— بلیک زیرو نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا۔

"صاحب ہیں کہاں ——— ؟ میں اس کالے دیو کی ضرور ان سے شکایت کروں گا" ———

سلیمان کو عمران کا نام سنتے ہی جوزف کی زیادتی یاد آ گئی۔

"تم میری بات سنو ——— عمران کی جان شدید خطرے میں ہے۔ اگر تم نے سنجیدگی اور ذمہ داری سے کام نہ کیا تو عمران کی لاش ہی تمہیں ملے گی" ——— بلیک زیرو نے لاش پر زور دیتے ہوئے کہا۔

"ارے باپ رے ——— لاش ——— جلدی سے بتلاؤ کیا کام ہے" ——— سلیمان کی ساری اکڑ فوں نکل گئی۔

"سنو ——— جیسے میں تمہیں سمجھاؤں، تمہیں ویسا ہی کرنا ہوگا" ——— بلیک زیرو نے اس سے کہا اور پھر اسے کام کی تفصیل بتلانے لگا۔

"ارے باپ رے ——— یہ تو بہت مشکل کام ہے" ——— سلیمان نے تفصیل سن کر کانوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"مگر یہ کام تمہیں کرنا ہوگا ——— اور یہ سوچ کر کرنا ہے کہ تم سے اگر کہیں بھی غلطی

ہوگئی تو سمجھو کہ عمران صاحب کی جان گئی"۔۔۔ بلیک زیرو نے اسے مہمیز کرتے ہوئے کہا۔

"مگر آپ کون ہیں۔۔۔؟ پہلے یہ بتلائیں"۔۔۔ اچانک سلیمان کو خیال آیا۔ اس کی عجیب وغریب آمد۔۔۔ پھر اس پر تابڑ توڑ انکشافات نے اسے یہ سوچنے ہی دیا کہ بلیک زیرو کے متعلق پوچھے۔ بلیک زیرو کو اس سے پہلے اس نے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ البتہ صرف آواز ضرور سنی تھی کیونکہ اکثر بلیک زیرو عمران کے فلیٹ کے نمبر پر ٹیلیفون کرتا تھا اور عمران کی عدم موجودگی میں ظاہر ہے فون اٹنڈ کرنے کی ڈیوٹی سلیمان کی ہی ہوتی تھی۔

"کیا تم مجھے آواز سے نہیں پہچانتے۔۔۔؟" بلیک زیرو نے مسکرا کر کہا۔

"ذرا ایک ڈائیلاگ بول لیجئے۔۔۔ میں چیک کرتا ہوں"۔۔۔ سلیمان دوبارہ شوخی پر اتر آیا۔

"سلیمان!۔۔۔ وقت بہت کم ہے اس لیے سنجیدگی اختیار کرو"۔۔۔ بلیک زیرو کو غصہ آگیا۔

"اچھا جناب ناراض مت ہوں۔۔۔ میں تیار ہوں"۔۔۔ سلیمان نے بلیک زیرو کو غصے میں دیکھتے ہوئے سنجیدگی سے جواب دیا۔

"تم تمام پروگرام سمجھ گئے ہو"۔۔۔؟ بلیک زیرو نے پوچھا۔

"جی ہاں"۔۔۔ سلیمان نے جواب دیا۔

"ادھر اس کمرے میں سامنے ہینگر پر ایک لباس لٹکا ہوا ہے۔۔۔ وہ جا کر پہن لو"۔۔۔ بلیک زیرو نے اسے کہا۔

اور سلیمان اٹھ کر اس کمرے میں چلا گیا۔

تھوڑی دیر بعد جب سلیمان واپس آیا تو اس نے ایک بہترین تراش کا سوٹ پہنا ہوا تھا۔ سلیمان کے لباس پہننے میں سلیقہ صاف نمایاں تھا۔ دراصل وہ عمران کی عدم موجودگی میں اس کے سوٹ اکثر استعمال کرتا رہتا تھا اس لیے اس کے لیے سوٹ پہننا کوئی نئی بات نہیں تھی۔

بلیک زیرو نے اس کی ٹائی کی ناٹ درست کی اور پھر تحسین آمیز نظروں سے سلیمان کو دیکھنے لگا۔

سلیمان اس وقت خاصا وجیہہ نظر آرہا تھا۔

"یہ گھڑی پہن لو"۔۔۔ بلیک زیرو نے میز سے مخصوص گھڑی اٹھا کر اسے دیتے ہوئے کہا۔ اور سلیمان نے گھڑی ہاتھ پر باندھ لی۔

بلیک زیرو نے ایک الماری سے نقاب نکال کر اس کے منہ پر لگا دیا۔ اب سلیمان پوری طرح تیار تھا۔

"میرے ساتھ آؤ"۔۔۔ بلیک زیرو نے اسے کہا۔ اور پھر اسے لیے مختلف کمروں سے ہوتا ہوا رانا ہاؤس کی پچھلی سائیڈ پر لے آیا۔

یہ کوٹھی اس طرز پر بنائی گئی تھی کہ اس کے دونوں طرف رخ تھے اور ایک طرف یہ دیکھ کر کوئی تصور نہیں کر سکتا تھا کہ اس کا رخ دوسری طرف بھی ہو سکتا ہے۔ وہاں پورچ میں ایک کالے رنگ کی سیڈان موجود تھی جس کی پچھلی سیٹ کے شیشے سیاہ تھے۔

بلیک زیرو نے قریب آکر کار کا پچھلا دروازہ کھولا اور پھر نقاب لگاتے سلیمان کو اندر بٹھا دیا۔

"تم ہر بات اچھی طرح سمجھ گئے ہو نا"۔۔۔؟ بلیک زیرو نے سرگوشی کے انداز میں پوچھا۔ اور سلیمان نے صرف سر ہلانے پر اکتفا کیا۔

بلیک زیرو نے کار کا دروازہ بند کر دیا اور خود تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا واپس کوٹھی میں

داخل ہو گیا۔

اس کے اندر جانے کے بعد سائیڈ کی دیوار میں ایک دروازہ پیدا ہوا اور پھر اس میں سے ایک آدمی ڈرائیور کی وردی پہنے ہوئے نکلا اور تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا کار کے قریب پہنچا۔ اس نے ڈرائیونگ سیٹ کا دروازہ کھولا اور پھر بڑے مودبانہ انداز میں سیٹ پر بیٹھتے ہوئے دروازہ بند کر دیا۔

سوئچ لگتے ہی کار کا انجن جاگ اٹھا اور آہستہ آہستہ کار رینگتی ہوئی پھاٹک کی طرف بڑھی۔

جیسے ہی کار پھاٹک کے قریب پہنچی، پھاٹک خود بخود کھل گیا اور کار باہر سڑک پر نکل آئی۔ کار کے باہر آتے ہی پھاٹک دوبارہ بند ہو گیا۔ کار تیز رفتاری سے سڑک پر دوڑنے لگی۔

عمران اس کارنس پر کھڑا روشندان سے اندر کا منظر دیکھنے میں مصروف تھا کہ اچانک کوئی سخت سی چیز اس کے پیر سے ٹکرائی۔ اس نے چونک کر نیچے دیکھا۔ دو آدمی ہاتھ میں مشین گنیں لیے کھڑے تھے اور ایک مشین گن کی نال اس کے ٹخنے سے لگی ہوئی تھی۔ دونوں آدمیوں کے منہ پر نقاب چڑھے ہوئے تھے۔

"مشین گن پھینک دو"۔۔۔۔ ایک نقاب پوش غرایا۔

"صرف مشین گن چاہیئے۔۔۔۔ یار مجھے پہلے بتلا دیا تھا۔۔۔۔ خوامخواہ اتنی تکلیف کی آپ نے"۔۔۔۔ عمران نے ایک ہاتھ سے کاندھے سے مشین گن اتارتے ہوئے کہا۔

عمران نے مشین گن تو پھینکنی ہی تھی کیونکہ مشین گن چلانے کے لیے وہ دونوں ہاتھ استعمال کرتا تو فائر سے پہلے وہ خود ہی نیچے پڑا جان ہوتا۔

چنانچہ اس نے مشین گن کاندھے سے اتار کر نیچے پھینک دی۔ دونوں نقاب پوشوں کی نظر ایک لمحے کے لیے بھٹک گئی اور دوسرے لمحے عمران ان دونوں کے اوپر چھلانگ لگا چکا تھا۔

دونوں نقاب پوش الٹتے ہوئے نیچے آپڑے۔ مشین گنیں ان کے ہاتھ سے نکل گئیں۔ پھر تینوں بیک وقت اٹھے تھے۔ ایک نے مشین گن اٹھانے کے لیے جھکائی ماری ہی تھی کہ عمران کی لات اس کے پیٹ پڑی اور وہ ڈکراتا ہوا دور جا گرا۔ دوسرے نے اسی دوران میں ایک زوردار لفنٹ عمران کی کنپٹی پر جما دیا اور عمران بھی دو لمحے کے لیے لڑکھڑاتا ہوا ہال کے دروازے سے جا لگا۔

دوسرے آدمی نے اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے مشین گن اٹھانی چاہی مگر عمران دروازے سے ٹکرا کر اس پر یوں آگرا جیسے دروازے میں سپرنگ لگے ہوئے ہوں۔ لیکن وہ آدمی سائیڈ کاٹ گیا اور عمران اپنے ہی زور میں آگے نکلتا چلا گیا۔ اور پیچھے سے دوسرے آدمی نے اسے زوردار لات ٹکا دی۔ اور عمران سیدھا سامنے والے کمرے کے دروازے کی طرف بھاگتا چلا گیا۔

اسی لمحے دروازے میں دو اور نقاب پوش نمودار ہوئے۔ ان کے ہاتھوں میں بھی مشین گنیں تھیں۔

اس سے پہلے کہ وہ سنبھلتے، عمران نے پھرتی سے ان دونوں کے بازوؤں پر

ہاتھ ڈال دیئے۔ اور پھر عمران ایک جھٹکے سے نیچے بیٹھتا چلا گیا۔ اور وہ دونوں چیختے ہوتے اس کے سر پر سے ہوتے ہوتے پہلے والے دونوں آدمیوں پر جا گرے اور مشین گنیں ان کے ہاتھوں سے بھی نکل گئی تھیں۔

ان کے اٹھنے سے پہلے عمران نے جھپٹ کر فرش پر پڑی ہوئی مشین گن اٹھائی اور پھر اس سے پہلے کہ وہ مشین گن سیدھی کرے۔ اچانک اس کے سر پر ایسی ٹوٹ پڑی۔ ضرب خاصی زوردار تھی۔ عمران کے ہاتھوں سے مشین گن نکل کر دور جا پڑی۔ اور پھر دوسری ضرب پہلے سے بھی زیادہ قیامت خیز ثابت ہوئی اور عمران کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھاتا چلا گیا۔ وہ ایک لمحے کے لیے چکرایا اور پھر فرش پر ڈھیر ہو گیا۔



بلیک زیرو سلیمان کو کار میں بٹھا کر اندر کمرے میں آیا اور پھر اس نے میز پر لگا ہوا ایک مخصوص بٹن دبا دیا۔

یہ ڈرائیور کے لیے مخصوص اشارہ تھا۔

بلیک زیرو بٹن دبا کر تیز تیز چلتا ہوا کوٹھی کے نیچے ایک خفیہ تہہ خانے میں جا پہنچا۔ اس تہہ خانے میں دیوار کے ساتھ ساتھ مختلف مشینیں فٹ تھیں۔ اس نے کرسی گھسیٹی اور ایک مشین کے سامنے بیٹھ گیا۔ مشین کے اوپر ایک کافی بڑی سکرین بھی فٹ تھی۔

مشین کا بٹن دباتے ہی اس میں زندگی کی لہر دوڑ گئی اور سائیڈ پر لگا ہوا ایریل نما راڈ اوپر کی طرف جانے لگا۔ چند لمحوں بعد وہ چھت میں بنے ہوئے ایک مخصوص سوراخ میں غائب ہو گیا۔

اب سکرین پر جھماکے سے ہونے لگے۔ بلیک زیرو مشین پر بنا ہوا بڑا سا ڈائل ایڈجسٹ کرنے لگا۔ اس نے سوئی ایک مخصوص ہندسے پر سیٹ کی۔ سوئی جیسے ہی اس ہندسے پر پہنچی سکرین پر ایک منظر واضح ہو گیا۔

یہ شہر کی ایک خاصی آباد سڑک تھی۔ اس سڑک پر سیاہ سیڈان دوڑتی ہوئی صاف نظر آ رہی تھی۔ پھر جیسے جیسے سیڈان مختلف سڑکوں پر مڑتی رہی سکرین پر منظر بدلتے چلے گئے۔

تھوڑی دیر بعد سیڈان ایوان صدر کے مین گیٹ کے سامنے جا کر رک گئی۔ ڈرائیور نے شناختی کارڈ ملٹری گارڈ انچارج کو دکھلایا اور پھر گیٹ کھول دیا گیا۔ سیڈان اندر داخل ہوئی اور ایک مخصوص پورچ میں جا کر رک گئی۔

سیڈان کے رکتے ہی سب سے پہلے ڈرائیور باہر نکلا اور خاموشی سے برآمدہ پار کر کے ایک طرف چلا گیا۔

چند لمحوں بعد کار کا پچھلا دروازہ کھلا اور سلیمان باہر نکلا۔ اب اس کا رخ اندرونی دروازے کی طرف تھا۔ وہ بڑے وقار سے قدم اٹھا رہا تھا۔ دروازے پر کھڑے سپیشل ملٹری پولیس کے آفیسر نے سلیمان کو زوردار سلیوٹ کیا اور ایک آفیسر نے آگے بڑھ کر دروازہ کھول دیا اور پھر مؤدبانہ انداز میں پیچھے ہٹ گیا۔

سلیمان نے سلام کے جواب میں صرف سر ہلانے پر ہی اکتفا کیا اور دروازے سے گزر کر ہال میں داخل ہو گیا۔ وہ اس وقت بہترین ایکٹنگ کر رہا تھا۔ اس کی ایکٹنگ دیکھ کر کسی کو شک بھی نہیں پڑ سکتا تھا کہ اس نقاب کے پیچھے ایکسٹو کی بجائے کوئی اور شخصیت

موجود ہے۔

سلیمان کے اندر داخل ہوتے ہی ہال میں موجود دیگر افراد مؤدبانہ انداز میں کھڑے ہو گئے۔ اور سلیمان اپنی مخصوص کرسی کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

چند لمحوں بعد صدر مملکت ہال میں داخل ہوئے اور ان کے کرسی پر بیٹھتے ہی میٹنگ کی کارروائی شروع کر دی گئی۔

بلیک زیرو نے مشین کا ایک بٹن دبا دیا۔

اب میٹنگ ہال میں ہونے والی ہلکی سی سرگوشی بھی کمرے میں گونجنے لگی۔

کارروائی ہوتی رہی۔ سر رحمان کی رپورٹ کے بعد صدر مملکت نے ایکسٹو کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھا اور کہا۔

"مسٹر ایکسٹو ۔۔۔ آپ اس سلسلے میں کیا کہتے ہیں" ؟

بلیک زیرو نے تیزی سے مشین کا ایک بٹن دبا دیا اور پھر مشین کے ساتھ لگا ہوا مائک اٹھا کر منہ کے ساتھ لگا لیا۔ اور پھر اس کی آواز مائک سے ہوتی ہوئی وائرلیس لہروں کے ذریعے میٹنگ ہال میں گونجنے لگی۔

چونکہ اس کا رسیور سلیمان کے ہاتھ میں تھا اس لیے یوں محسوس ہوتا تھا جیسے سلیمان بول رہا ہو۔

"مجھے افسوس ہے کہ سر رحمان اپنے مقصد میں ناکام رہے ہے ۔۔۔ آپ یہ کیس مجھ پر چھوڑ دیجئے۔ مجرم تقریباً میری نظر میں ہیں ۔۔۔ میں جلد ہی سر سلطان کو ان مجرموں کے پنجے سے چھڑا لوں گا ۔۔۔ یہ میرا وعدہ رہا" ۔۔۔ بلیک زیرو نے ایکسٹو کی مخصوص آواز میں کہا اور مائک رکھ دیا۔

ایکسٹو کے اس وعدے کا میٹنگ کے ارکان پر بڑا مثبت اثر پڑا اور صدر مملکت نے سر رحمان کو کیس باقاعدہ طور پر سیکرٹ سروس کو ریفر کرنے کا حکم دے دیا۔ اور پھر میٹنگ

برخاست ہو گئی۔

میٹنگ برخاست ہوتے ہی صدر مملکت اٹھ کر چلے گئے اور اس کے بعد باقی ممبران بھی ہال سے باہر نکلنے لگے۔

سب سے آخر میں سلیمان اٹھا اور پھر وہ تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا ہال سے باہر نکل آیا۔ ہال کے باہر موجود ملٹری پولیس کے سپاہیوں اور افسروں نے اسے سلیوٹ کیا اور وہ سر کے اشارے سے انہیں جواب دیتا ہوا آگے بڑھتا چلا گیا۔

برآمدے کے ساتھ ہی اس کی مخصوص کار موجود تھی۔ باوردی ڈرائیور نے ادب سے کار کا دروازہ کھولا اور سلیمان پچھلی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ دروازہ بند ہوتے ہی کار ایک ٹرن لیتی ہوئی گیٹ کی طرف بڑھتی چلی گئی۔

گیٹ پر ڈرائیور نے شناختی کارڈ چیک کرائے اور کار آگے بڑھ گئی۔

بلیک زیرو اب سنبھل کر بیٹھ گیا کیونکہ اس کے سارے پلان کا نتیجہ اب ہی ظاہر ہونا تھا۔ مختلف سڑکوں سے ہوتی ہوئی جیسے ہی کار ایک ویران سڑک پر پہنچی، اچانک ایک زوردار دھماکہ ہوا اور کار کے پچھلے ایک ٹائر کے پرخچے اڑ گئے۔

بلیک زیرو اچھل پڑا۔

حملہ شروع ہو چکا تھا۔

ڈرائیور نے بڑے زوردار طریقے سے بریکیں لگائیں اور کار لہراتے لہراتے بچی۔ کار کے رکتے ہی ارد گرد سے تقریباً بیس کے قریب مسلح نقاب پوش درختوں کی اوٹ سے باہر نکل آئے۔ ان کے ہاتھوں میں موجود مشین گنوں نے آگ اگلنی شروع کر دی۔ اور سب نقاب پوش گولیاں برساتے ہوئے تیزی سے کار کی طرف بڑھنے لگے۔

اور پھر ایک جھٹکے سے انہوں نے کار کا دروازہ کھول کر ڈرائیور کو باہر نکال لیا۔ ڈرائیور کا جسم گولیوں سے چھلنی ہو چکا تھا۔ اس کی روح نہ جانے کب کی قفس عنصری سے پرواز

کر چکی تھی۔

بلیک زیرو نے دیکھا کہ سلیمان بھی گھبرا کر دروازہ کھولنے والے ہینڈل پر ہاتھ رکھنے لگا تھا۔

"خبردار! ـــ سلیمان خاموشی سے بیٹھے رہو ـــ کار کی پچھلی سائیڈ بلٹ پروف ہے گولیاں تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتیں" ـــ بلیک زیرو نے تیزی سے مائیک پر سلیمان سے کہا۔

سلیمان نے ہینڈل پر سے ہاتھ اٹھا لیا۔

نقاب پوشوں نے کار کے پچھلے دروازے کھولنے کی بے حد کوشش کی مگر دروازے جب ان سے کسی طرح نہ کھل سکے تو انہوں نے اپنے لیڈر کے اشارے پر کار کے دروازے کے ہینڈل پر گولیاں برسانی شروع کر دیں مگر نتیجہ پھر بھی صفر رہا۔

نقاب پوش شاید اس صورت حال سے گھبرا گئے تھے کیونکہ ان کا مشن فیل ہو رہا تھا اور گولیوں کی آوازوں سے اردگرد کا علاقہ گونج اٹھا تھا۔

ادھر دور سے پٹرولنگ پولیس کاروں کے سائرن بھی اب نزدیک آتے محسوس ہو رہے تھے۔

چنانچہ انہوں نے جھنجھلا کر کار پر ایک بار پھر گولیوں کا مینہ برسا دیا۔

اچانک بلیک زیرو نے نقاب پوشوں کو پیچھے ہٹتے دیکھا۔ جیسے وہ ایک پلان کے تحت پیچھے ہٹتے چلے گئے ہوں۔ پھر نقاب پوش لیڈر نے جیب سے دستی بم نکالا اور بلیک زیرو گھبرا گیا۔ کیونکہ بم سے یقیناً کار تباہ ہو جاتی۔ ادھر پولیس کاریں بھی اب دور سے آتی ہوئی صاف نظر آ رہی تھیں۔

"سلیمان باہر نکلو ـــ جلدی کرو" ـــ بلیک زیرو نے مائیک پر چیختے ہوئے سلیمان کو حکم دیا۔

"م ـــ مگر ـــ گولیاں" ـــ سلیمان نے خوفزدہ انداز میں کچھ کہنا چاہا۔ ایسی ایک سچوایشن سے اس کا کبھی پالا نہیں پڑا تھا۔ اس لیے خوف سے اس کی سٹی گم ہو رہی تھی۔

"باہر نکلو ـــ وہ کار پر دستی بم پھینکنے والے ہیں" ـــ بلیک زیرو چیخا۔

بم کا سنتے ہی سلیمان نے بجلی کی سی تیزی سے کار کا دروازہ کھولا اور پھر چھلانگ لگا کر باہر نکل آیا۔ اور دوسرے لمحے وہ سامنے سے آنے والی کار کی طرف بڑھا۔

نقاب پوش لیڈر نے یوں اچانک ایجنٹ کو باہر نکل کر بھاگتے دیکھا تو اس نے پھرتی سے دستی بم جس کی سیفٹی پن ابھی تک نہیں کھینچی گئی تھی جیب میں ڈال لیا۔ اور پھر اپنے ساتھیوں کو مخصوص اشارہ کیا۔ اور انہوں نے باقاعدہ مورچہ بنا کر سامنے سے آتی ہوئی پولیس کار پر فائرنگ کھول دی۔

چند نقاب پوش چیتے جیسی تیزی سے سڑک کے درمیان موجود سلیمان پر جھپٹ پڑے۔ سلیمان نے کافی ہاتھ پیر مارے مگر چونکہ مخالف تعداد میں زیادہ تھے اس لیے انہوں نے سلیمان کو زبردستی اٹھا لیا اور سڑک کے بائیں طرف لے گئے۔ اور ڈھلان میں موجود ایک سپورٹس کار میں اسے پچھلی سیٹ پر بٹھا دیا گیا۔

پولیس کار اور نقاب پوشوں کے درمیان ابھی تک گولیوں کا تبادلہ بڑی شدت سے ہو رہا تھا۔

سپورٹس کار میں دو اور نقاب پوش بھی بیٹھ گئے اور پھر سپورٹس کار تیزی سے ٹرن لیتی ہوئی ایک سائیڈ میں چھپے ہوئے درختوں کے ذخیرے میں گھستی چلی گئی۔ اور ذخیرے سے ہوتی ہوئی وہ ایک اور سنسان سی سڑک پر پہنچ گئی۔ اور پھر وہاں موجود ایک بیوک کار کے قریب جا رکی۔

سلیمان کو اس سپورٹس کار سے بیوک میں منتقل کیا گیا اور پھر بیوک تیزی سے مختلف سڑکوں

سے ہوتی ہوئی ایڈورڈ کالونی کی ایک عظیم الشان کوٹھی کے گیٹ میں داخل ہو گئی۔

پورچ میں بریک رکتے ہی دو مسلح نقاب پوش جو وہاں پہلے سے موجود تھے۔ انہوں نے تیزی سے کار کا دروازہ کھولا اور پھر مشین گنوں کی نالوں پر سلیمان کو کار سے نیچے اتار لیا گیا۔

مختلف برآمدوں اور کمروں سے ہوتے ہوئے وہ ایک ہال کے دروازے پر پہنچے ایک نقاب پوش نے دروازے کے قریب لگا ہوا ایک بٹن دبا دیا اور دروازہ بے آواز کھلتا چلا گیا۔

سلیمان اندر داخل ہو گیا۔ یہ ایک بڑا ہال تھا جو فلورسینٹ ٹیوبوں سے جگمگا رہا تھا۔



شارپ وائلی نے جیسے ہی ستون سے بندھے ہوئے ایکسٹو کا نقاب کھینچا تمام ممبران اور سر سلطان حیرت سے چیخ اٹھے کیونکہ سامنے سلیمان کھڑا آنکھیں جھپکا رہا تھا۔

شارپ وائلی ایک دو لمحوں کے لیے بے جان نظروں سے سلیمان کو دیکھتا رہ گیا۔

ممبران کی حیرت زدہ چیخیں شارپ وائلی کے کانوں میں پگھلا ہوا سیسہ بن کر اتر رہی تھیں۔

بلیک کلارک بھی پھٹی پھٹی آنکھوں سے یہ نظارہ دیکھ رہا تھا۔ ان کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ یہ سب کچھ کیا ہے۔

پھر سر سلطان کا زوردار قہقہہ گونجا

"ہونہہ —— ایکسٹو کو بے نقاب کرنے چلے تھے" —— انہوں نے بڑے طنزیہ انداز میں کہا۔

اور شارپ وائلی اور بلیک کلارک دونوں تیزی سے سر سلطان کی طرف مڑے۔ شارپ وائلی کی آنکھیں غصے، ندامت اور جھنجھلاہٹ سے سرخ ہو گئی تھیں۔

ایکسٹو نے انہیں بڑی عبرت ناک شکست دی تھی۔ وہ سلیمان کو پہچانتے تھے۔ وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ جس ایکسٹو کو انہوں نے اپنے جامع اور مکمل پلان کے تحت پکڑا تھا وہ ایک احمق کا باورچی نکلے گا۔

تمام ممبر ایک دوسرے کو حیرت بھری نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ ان کے ذہنوں میں ایک ہی سوال گونج رہا تھا۔

"کیا سلیمان ہی دراصل ایکسٹو ہے"؟

لیکن سر سلطان کا طنزیہ قہقہہ اس سوال کی نفی کر رہا تھا —— مگر کیا سر سلطان مجرموں کو ڈاج دینا چاہتے ہیں؟

اس سے پہلے کہ وہ کچھ مزید سوچتے۔ اچانک وہ ایک بار پھر اچھل پڑے۔ ہال میں ایکسٹو کی مخصوص آواز گونجنے لگی۔

سب ممبروں کی نظریں بے اختیار سلیمان کے چہرے پر پڑیں مگر سلیمان کے لب ایک دوسرے کے ساتھ مضبوطی سے پیوست تھے۔

"شارپ وائلی اور بلیک کلارک —— مجھے امید ہے کہ تم دونوں کو یہ تجربہ ہمیشہ یاد رہے گا —— تم ایکسٹو کو بے نقاب کرنا چاہتے تھے —— تم دونوں نے بڑا جامع اور مکمل پلان

بنایا تھا مگر تمہارے پلان کا حشر تمہاری آنکھوں کے سامنے ہے ——— اس کے ساتھ
ہی تم خود اچھی طرح سوچ سکتے ہو کہ اب تمہارا کیا حشر ہونے والا ہے ——— ؟ یہ
ٹھیک ہے کہ تم نے بڑی چالاکی سے صفدر کو بطور چارہ استعمال کر کے میرے تمام ممبران کو
پکڑ لیا ہے مگر ایکسٹو کے بازوؤں میں ابھی اتنی طاقت ہے کہ وہ تم دونوں کو ایک حقیر کیڑے
کی طرح کچل کر رکھ دے" ——— اور ایکسٹو کی آواز آنی بند ہو گئی۔

تمام ممبران دم بخود رہ گئے۔ اب انہیں اس بات کا قطعی یقین ہو گیا تھا کہ سلیمان
ایکسٹو نہیں ہے۔

" ان سب کو گولیوں سے اڑا دو" ——— شارپ وائل نے جھنجھلا کر مشین گن برداروں
کو حکم دیا۔

مشین گن برداروں نے ٹریگر پر انگلیاں مضبوط کر لیں۔

اس سے پہلے کہ وہ گولیاں چلاتے۔ اچانک ہال کا دروازہ کھلا اور دوسرے لمحے
عمران کو بازوؤں پر اٹھائے چار نقاب پوش اندر داخل ہوئے۔ انہوں نے بے ہوش
عمران کو شارپ وائل کے قدموں کے قریب فرش پر لٹا دیا۔

" کیا یہ مر گیا" ——— ؟ شارپ وائل نے مضطربانہ لہجے میں پوچھا۔

نہیں باس ! ——— یہ تہہ خانے سے نکل آنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ پھر اس نے
ہمارے چار آدمی مار دیئے ——— جب ہم نے اسے ٹریپ کیا تو یہ ہال کے دروازے
کے اوپر روشندان سے اندر جھانک رہا تھا ——— اب یہ صرف بے ہوش ہے"۔ ایک
نقاب پوش نے مختصر سے سوال کے جواب میں طویل تمہید باندھ دی۔

" تم جاؤ" ——— شارپ وائل نے انہیں حکم دیا۔ اور وہ خاموشی سے ہال سے
باہر نکل گئے۔

عمران کی آمد سے سیکرٹ سروس کے ممبران کو کافی وقفہ مل گیا تھا۔ کیپٹن شکیل نے

پاس کھڑے چوہان کو دیکھا اور دوسرے لمحے اس کی انگلیاں پشت پر بندھے ہوئے ہاتھوں
کی رسیوں پر رینگنے لگیں۔ دوسرے لمحے چوہان کے ہاتھ آزاد تھے۔ کیپٹن شکیل کے ہاتھ
کا مخصوص کنگن اپنا کام کر گیا تھا۔

آئی کوڈ کے ذریعے چوہان کو پیغام مل گیا تھا۔ چنانچہ اس نے پھرتی سے ساتھ کھڑے
نعمانی کے ہاتھ بھی آزاد کر دیئے۔

" پہلے اسے گولی مارو" ——— شارپ وائل نے عمران کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔
اور پھر قدم بڑھا کر ایک طرف ہٹنے لگا۔

اسی لمحے اچانک عمران یوں پھرتی سے اٹھ کھڑا ہوا جیسے فرش پر وہ کبھی لیٹا
ہی نہیں تھا۔

دوسرے لمحے شارپ وائل عمران کی گرفت میں تھا۔

اسی لمحے سیکرٹ سروس کے ارکان نے بھی اچانک اپنی جگہ سے چھلانگیں لگا
دیں اور پھر کمرے میں ایک زوردار جنگ چھڑ گئی۔

کیپٹن شکیل کا خونی کنگن بڑی خوبی سے اپنا کردار ادا کر رہا تھا۔ ایک بار تو
شارپ وائل اس کی زد سے بال بال بچا تھا۔

عمران شارپ وائل کو اٹھا کر ایک گن بردار پر پھینک چکا تھا۔ عمران کی زوردار ضربیں
تین آدمیوں کو فرش پر لٹا چکی تھیں۔

ہال چونکہ ساؤنڈ پروف تھا۔ اس لیے باہر موجود شارپ وائل کے آدمیوں کو پتہ ہی
نہ چل سکا کہ اندر کیا دھما چوکڑی مچی ہوئی ہے۔

ٹائیگر ایک ستون سے بندھا ہوا تھا اور بڑی بے بسی سے خوفناک جنگ دیکھ رہا
تھا۔ اس کا بس نہیں چلتا تھا کہ وہ بھی اس جنگ میں شریک ہو جاتے۔ اچانک
عمران اس ستون کے عقب میں نمودار ہوا اور پھر اس کے ناخنوں میں لگے ہوئے تیز بلیڈوں

نے اس کے ہاتھ رسیوں سے آزاد کر دیئے۔ اور پھر ٹائیگر بھی چیتے کی طرح غراتا ہوا جنگ میں شریک ہو گیا۔

مشین گنیں استعمال کرنے کی پوزیشن ہی نہیں رہی تھی کیونکہ اپنے اور پرائے سب ایک دوسرے کے آگے پیچھے ہو چکے تھے اس لیے یہ تمام جنگ دست بدست ہو رہی تھی۔

ٹائیگر نے اچانک بلیک کلارک کی گردن پکڑ لی اور پھر ایک زوردار جھٹکے سے بلیک کلارک فرش پر الٹتا چلا گیا۔ مگر دوسرے لمحے ٹائیگر بھی اڑتا ہوا دور کونے میں جا گرا۔ اور بلیک کلارک نے فرش پر گرتے ہی ٹائیگر کو اڑنگا مارا اور ٹائیگر دو۔ جا گرا۔

اچانک شارپ وائلی کو کوئی خیال آ گیا اور اس نے جیب میں ہاتھ ڈالا۔ دوسرے لمحے ہال میں دھماکہ ہوا۔ اور پھر ہال میں گہرا دھواں پھیلنے لگا۔

چند لمحوں بعد ہال میں دھواں ہی دھواں چھا گیا۔ کچھ بھی نظر نہیں آ رہا تھا۔ دھواں بھی شاید زہریلا تھا کیونکہ سب لوگوں کو چکر آنے شروع ہو گئے تھے۔

"مشین گنیں اٹھاؤ اور باہر بھاگو ـــــ جو سامنے آئے اڑا دو" ـــــ عمران کی آواز ہال میں گونجی۔

دوسرے لمحے سیکرٹ سروس کے ممبران نے اندازے سے ٹٹول کر فرش پر پڑی ہوئی مشین گنیں اٹھا لیں۔

شارپ وائلی اور بلیک کلارک اور ان کے باقی ساتھی نجانے کہاں غائب ہو گئے تھے۔ کیونکہ دھواں گہرا ہونے کے بعد ان کی طرف سے کوئی جواب نہیں آ رہا تھا۔

"شکیل! ـــــ سر سلطان اور دوسرے ساتھیوں کو کھولو" ـــــ عمران چیخا۔

دھوئیں سے ہر آدمی کی بری حالت تھی۔ ایسے محسوس ہو رہا تھا جیسے اب بے ہوش ہوئے کہ اب ہوئے۔

عمران نے فائر کھول دیا۔ مشین گن کی تڑتڑاہٹ گونج اٹھی۔ گولیاں راؤنڈ کرتی

ہوئی دروازے کے ہینڈل کو لگنے لگیں۔ اور پھر عمران نے آگے بڑھ کر ایک جھٹکے سے دروازہ کھول دیا۔ دروازہ کھلتے ہی وہ آگے بڑھا اور اس کی مشین گن مسلسل چھا رہی تھی۔

عمران کے پیچھے سیکرٹ سروس کے ممبران، ٹائیگر اور سر سلطان بھی ہال سے باہر نکل آئے تھے۔

جیسے ہی عمران برآمدے میں پہنچا۔ اچانک سامنے اسے مسلح فوجیوں کا ایک دستہ نظر آیا۔ تمام کمپاؤنڈ میں نقاب پوش مرے پڑے تھے۔

"ہینڈز اپ ـــــ مشین گن گرا دو" ـــــ ایک فوجی نے چیخ کر عمران سے کہا اور عمران نے مشین گن نیچے پھینک دی۔

عمران کے پیچھے آنے والے ممبران نے بھی عمران کی پیروی کی اور اب وہ غیر مسلح ہو چکے تھے۔

اسی لمحے ایک سائیڈ سے ایکسٹو نقاب لگائے برآمد ہوا۔ اس کے ہاتھ میں مشین گن موجود تھی۔

"عمران! ـــــ مجرم کہاں ہیں" ـــــ؟ ایکسٹو نے مخصوص انداز میں عمران سے سوال کیا

"وہ دھوئیں میں تحلیل ہو کر روشندان سے ہوتے ہوئے فضائے بسیط میں غائب ہو گئے ہیں" ـــــ عمران کی زبان میں کافی دیر سے کھجلی ہو رہی تھی۔ لہٰذا موقع ملتے ہی نکل۔

"سلیمان تمہارے ساتھ نہیں ہے" ـــــ؟ ایکسٹو نے اس کی بات کو نظر انداز کرتے ہوئے سوال کیا۔

"اوہ ـــــ نمبر دو ایکسٹو ـــــ یعنی ٹوٹل کر دو تو ایکس فور ـــــ وہ تو اندر ہی رہ گیا بے چارہ ـــــ اور جولیا بھی وہیں رہ گئی" ـــــ عمران نے کہا۔

تمام ممبران بڑی ندامت سے سر جھکائے کھڑے تھے۔ وہ اپنے آپ کو مجرم محسوس کر رہے تھے۔

"تم سب لوگ جاؤ اور آج شام کو پانچ بجے رانا ہاؤس میں پہنچ جانا ۔۔۔ ر کو کوٹھی پہنچاؤ" ۔۔۔ ایکسٹو نے ایک ملٹری آفیسر کو حکم دیا اور پھر عمران کو لیے اند کی طرف بڑھ گیا۔

ہال میں پہنچ کر انہوں نے دیکھا کہ سلیمان اور جولیا بے ہوشی کے عالم میں ست سے بندھے ہوئے ہیں۔ ان کے پیچھے پیچھے ملٹری آفیسرز بھی تھے۔ ہال میں موجود دھو اب چھٹ چکا تھا۔

"انہیں کھول کر ہسپتال پہنچاؤ" ۔۔۔ بلیک زیرو نے ایک ملٹری آفیسر کو حکم دیا خود اس خلا کی طرف بڑھ گیا جو اس ستون کے بالکل سامنے موجود تھا۔

"مجرم شاید اسی خلا کے ذریعے غائب ہوئے ہیں" ۔۔۔ بلیک زیرو نے کہا۔

"معلوم تو ایسا ہی ہوتا ہے ۔۔۔ ویسے ہو سکتا ہے ہاتھوں کے طوطوں کی مانند ا گئے ہوں" ۔۔۔ عمران ملٹری آفیسرز کی موجودگی میں بھی باز نہ رہ سکا۔

ملٹری آفیسرز زیر لب مسکرا دیئے۔ وہ حیران تھے کہ یہ احمق سا آدمی صدر کے بعد ملک سب سے عظیم شخصیت سے یوں بے تکلفی سے مذاق کر لیتا ہے۔

بلیک زیرو نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ خاموشی سے کھڑا سوچ رہا تھا۔

"مجرموں کو کوٹھی میں تلاش کرو ۔۔۔ وہ یقیناً کوٹھی کے کسی خفیہ تہہ خانے میں ہوں گے" ۔۔۔ چند لمحے سوچنے کے بعد ایکسٹو نے حکم دیا۔ اور ملٹری آفیسرز ا حکم سنتے ہی واپس چلے گئے۔

"اوہ ۔۔۔ ابھی صفدر کو تلاش کرنا ہے ۔۔۔ وہ یقیناً زخمی ہو گا" ۔۔۔ اچانک عمران کو صفدر کا خیال آ گیا اور بلیک زیرو بھی چونک پڑا۔ صفدر کو تو وہ بھول

تھے۔ دونوں اضطراری طور پر مڑے اور پھر ہال سے باہر نکل گئے۔

صفدر نے آنکھیں کھول دیں۔ اس کی آنکھوں کے سامنے گہری دھند چھائی ہوئی تھی۔ کسی واضح چیز کی بجائے ملگجی سی روشنی اور چھپی اندھیرے کا امتزاج ہی اس کی نظروں کے سامنے تھا۔

پھر آہستہ آہستہ دھند چھٹنے لگی اور اس کا ذہن بھی ساتھ ساتھ بیدار ہونا شروع ہوگیا۔

جب دھند بالکل چھٹ گئی تو اسے احساس ہوا کہ وہ ایک بڑے سے کمرے کے درمیان ایک پلنگ پر پڑا ہوا ہے۔ اس نے بے اختیار کروٹ بدلی اور اس کے ساتھ ہی اس کے جسم میں درد کی شدید لہر دوڑتی چلی گئی۔ اس کے منہ سے بے اختیار کراہ نکل گئی اور پھر اسے یاد آگیا کہ اس کی پشت پر گولی لگی تھی۔ گو وہ پلنگ پر پشت کے بل ہی لیٹا ہوا تھا مگر ذرا سا ہلنے سے تکلیف اپنی پوری شدت سے اجاگر ہوگئی تھی۔

وہ چند لمحوں تک بے حس و حرکت پڑا اپنے لاشعور کو کریدتا رہا اور پھر کسی فلم کے سین کی طرح سب کچھ اس کے ذہن میں واضح ہوتا چلا گیا۔

"تو میں ان لوگوں کی قید میں ہوں" ——— اسے کمرہ بند دیکھ کر خیال آیا۔ پھر چند لمحوں بعد اس کے منہ میں اپنے خون کا ذائقہ محسوس ہونے لگا۔ دانت اتنی زور سے بھینچے

ئے کہ ہونٹ کٹ گیا تھا۔ اسی سے ظاہر ہوتا تھا کہ اس چھوٹے سے عمل کے لیے اسے کتنی تکلیف برداشت کرنا پڑی ہے۔

اب صفدر مکمل طور پر ہوش میں آچکا تھا اور اس کے ساتھ ہی اس کی مضبوط قوتِ ارادی بھی عود کر آئی تھی۔ اور شاید یہ اسی مضبوط قوت ارادی کا نتیجہ تھا کہ اسے تکلیف کی شدت قدرے کم ہوتی محسوس ہوئی۔ اس نے ایک نظر اپنے سینے پر ڈالی۔ اس کے ے پٹیاں بندھی ہوئی تھیں۔

"ہونہہ ——— تو اس کا مطلب ہوا کہ مجرموں میں ابھی انسانیت کی کوئی رمق موجود ہے" ——— صفدر نے سوچا۔

مجرموں نے شاید آپریشن کر کے گولی جسم سے نکال دی تھی یا شاید گولی ایسے رخ ی کہ وہ سائیڈ سے باہر نکل گئی۔ بہرحال اسے محسوس ہو رہا تھا کہ گولی اب اس کے جسم میں موجود نہیں ہے۔

تھوڑی دیر انہی خیالات میں گم رہنے کے بعد صفدر نے چونک کر اِدھر اُدھر دیکھا پھر وہ بڑی آہستگی اور پوری قوت ارادی کو استعمال کرتے ہوئے پلنگ سے نیچے اتر آیا۔ چند لمحوں تک کے لیے تو اس کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھایا مگر پھر وہ سنبھل گیا۔ اس نے پلنگ کا سہارا لے کر ہال کے اکلوتے بند دروازے کی طرف مایوس نظروں سے دیکھا۔

دروازہ لوہے کا اور بے حد مضبوط تھا۔ اس کے علاوہ کمرے میں اور کوئی دروازہ یا کھڑکی موجود نہیں تھی۔ چھت کے قریب ہوا کی آمدورفت کے لیے البتہ چند باریک سوراخ ضرور موجود تھے۔

صفدر کی جسمانی حالت ایسی نہیں تھی کہ وہ اس دروازے کو طاقت کے زور سے کھول سکتا۔ چنانچہ سوائے صبر کے اور کوئی چارہ کار فی الحال نظر نہیں آتا تھا اور پھر

اسے قطعی معلوم نہیں تھا کہ وہ کتنا عرصہ بے ہوش رہا ہے۔ ویسے اسے محسوس ہو رہا
جیسے گولی لگنے کے واقعہ کو صدیاں گزر چکی ہوں ——— ایک طویل عرصہ ———
ابھی وہ انہی خیالات میں غرق تھا کہ اچانک دروازہ کھٹاک سے کھل گیا اور پھر
اس میں سے دو آدمی اندر داخل ہوئے۔ ان کے چہروں سے شدید پریشانی، الجھ
اور مایوسی نمایاں تھی۔

صفدر فوراً پہچان گیا کہ وہ شارپ وائلی اور بلیک کلارک ہیں۔ انہوں نے اندر دا
ہوتے ہی دروازہ بند کر دیا۔

"خوب ——— تو تمہیں ہوش آ ہی گیا" ——— شارپ وائلی نے زہر میں بجھے ہو
لہجے میں کہا۔

صفدر بھلا اس کا کیا جواب دیتا۔ خاموش رہا۔

"شارپ یہاں سے فوراً نکلنے کی کوشش کرو ——— میں نے باہر بے تحاشا گو
چلنے کی آوازیں سنی ہیں ——— شاید ایکسٹو نے اپنے مزید ساتھیوں سمیت حملہ کر دیا
ظاہر ہے ہمارے قلیل سے ساتھی زیادہ دیر تک ان کا مقابلہ نہیں کر سکتے او
جلد ہی ہمیں تلاش کرتے ہوئے یہاں پہنچ جائیں گے" ——— بلیک کلارک شا
زیادہ پریشان تھا۔ کیونکہ اس نے ایک ہی سانس میں اتنا طویل فقرہ کہہ ڈالا

صفدر بلیک کلارک کی بات سنکر چونک پڑا۔ وہ اس کی بات سے فوری
ماحول کا اندازہ لگا چکا تھا۔

اور پھر اس کی صفدریت جاگ اٹھی۔

گو اس کی حالت اس قابل نہیں تھی کہ وہ لڑائی کر سکتا مگر پھر بھی وہ اس مو
کو ہاتھ سے جانے نہیں دینا چاہتا تھا۔

اس سے پہلے کہ وہ کچھ عمل کے مطابق سوچتا۔ اچانک شارپ وائلی نے دیوا

ندر کھ دیا۔

دوسرے لمحے کمرے کی سامنے والی دیوار ہٹتی چلی گئی۔ اور سامنے ایک طویل سرنگ
ہی تھی۔ بلیک کلارک اور شارپ وائلی تیزی سے اس سرنگ کی طرف بڑھے۔ مگر
در اچانک اچھل کر سامنے آگیا۔

گو تکلیف سے اس کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا مگر وہ بڑے بہادرانہ انداز میں ان کے
منے ڈٹ گیا۔

"خبردار! ——— تم لوگ اس سرنگ میں نہیں جا سکتے" ——— صفدر نے کوشش کر کے
آواز کو انتہائی کڑکدار بناتے ہوئے کہا۔

وہ دونوں حیرت سے ٹھٹھک گئے۔ ان کے تو تصور میں بھی نہیں آ سکتا تھا کہ صفدر
شدید زخمی اور بے پناہ کمزوری کے باوجود یوں ان کے مقابلے کے لیے کھڑا ہو جائے گا۔

"ہونہہ ——— سانپ کے بچے کو دودھ پلانا واقعی خطرناک ہوتا ہے" ——— بلیک
رک نے سنبھل کر غراہٹ آمیز لہجے میں جواب دیا۔

شارپ وائلی یوں غور سے صفدر کو دیکھ رہا تھا جیسے اس کی نظروں کے سامنے دنیا
کا آٹھواں عجوبہ ہو۔

صفدر کی حالت یہ تھی کہ کمزوری اور تکلیف کی وجہ سے اس کا تمام جسم لرز رہا تھا
مگر چہرے پر چٹان جیسی سختی تھی۔

بلیک کلارک نے اچانک صفدر پر حملہ کر دیا اور وہ صفدر کو رگیدتا ہوا پلنگ تک لے
آیا۔ اور صفدر کمر کے بل پلنگ پر گر گیا۔ اس کا آدھا جسم پلنگ پر تھا اور آدھا نیچے لٹک
رہا تھا اور شارپ وائلی خاموش کھڑا تماشا دیکھ رہا تھا۔

اچانک صفدر نے اپنی لٹکی ہوئی ٹانگ اوپر کی اور دوسرے لمحے بلیک کلارک چیختا
ہوا دوسری طرف الٹ گیا۔ یہ صفدر کا ایک مخصوص داؤ تھا جو اس نے کامیابی سے استعمال

کر دیا ۔ ابھی کمزوری کی وجہ سے وہ صحیح طاقت استعمال نہیں کر سکا تھا ورنہ بلیک کلارک شاید تڑپ تڑپ کر ختم ہو جاتا ۔

بلیک کلارک کے نیچے گرتے ہی شارپ وائلی نے صفدر پر جمپ لگایا مگر صفدر بڑی پھرتی سے ایک طرف ہٹ گیا ۔ اور شارپ وائلی اپنے ہی زور میں پلنگ پر ڈھیر ہوتا ہوا گیا ۔ پلنگ اس کے دھکے سے پھسلتا ہوا سائیڈ کی دیوار سے جا ٹکرایا ۔

صفدر پھرتی سے اٹھ کھڑا ہوا تھا ۔ اب اس کے چہرے پر جنون کے آثار تھے شدید غصہ اور جھنجلاہٹ کی وجہ سے اسے اپنی تکلیف بھول گئی تھی ۔ اب اس کے ذہن کے ریکارڈر پر سوئی ایک ہی جگہ اٹک گئی تھی کہ ان دونوں کو ہر قیمت پر سرنگ میں جانے سے روکنا ہے ۔

وہ تیزی سے ہٹتا چلا گیا ۔ اب وہ سرنگ کے دہانے پر تھا ۔

ادھر شارپ وائلی اور بلیک کلارک اس کی طرف بڑھنے لگے ۔ ان کے اسٹائل سے معلوم ہو رہا تھا کہ وہ اب صفدر کو ختم کرنے کا تہیہ کر چکے ہیں ۔ ان دونوں کے ہاتھ جوڈو کے اسٹائل میں اٹھے ہوئے تھے ۔

ادھر سامنے صفدر دونوں ٹانگیں پھیلائے ایک چٹان کی طرح کھڑا تھا ۔ وہ اس وقت تک ان دونوں کو روکنا چاہتا تھا ۔ جب تک ایکسٹو اور اس کے ساتھی وہاں نہیں پہنچ جاتے ۔

پھر ان دونوں نے اکٹھے ہی صفدر پر چھلانگیں لگائیں ۔ صفدر اب پھنس چکا تھا ۔ اگر وہ ان دونوں کا حملہ بچانے کے لیے ایک طرف ہٹتا تو وہ دونوں سیدھے سرنگ میں پہنچ جاتے اور صفدر یہ نہیں چاہتا تھا ۔ اور اگر وہ وہیں کھڑا ہو کر ان دونوں کو روکتا تو ظاہر سی بات ہے کہ یہ فی الحال اس کے بس کی بات نہیں تھی ۔ اس لیے اس نے درمیانی طریقہ اختیار کیا ۔ اس نے ان دونوں کے چھلانگ لگاتے ہی دونوں بازو

پھیلا لیے اور خود تھوڑا سا نیچے جھک گیا ۔ اور نتیجہ اس کی حسب منشا رہا ۔ وہ دونوں سیدھے اس کے ہاتھوں سے ٹکراتے اور پھر سائیڈوں میں جا گرے ۔

صفدر پھر سیدھا کھڑا ہو گیا ۔ دوسرے لمحے اس نے پوری قوت سے لات کھڑے ہوتے ہوئے بلیک کلارک کے پہلو میں ٹکا دی ۔ اور دوسری طرف شارپ وائلی کے پیٹ پر کراٹے کا زبردست وار کیا ۔ اس کی کہنی شارپ وائلی کے پیٹ پر اتنے زور سے پڑی کہ ایک منٹ کے لیے اس کی آنکھوں کے سامنے ستارے ناچنے لگے ۔

ادھر بلیک کلارک چیختا ہوا سائیڈ کی دیوار کے قریب پلنگ سے جا ٹکرایا ۔

صفدر حسب طاقت خاصا کامیاب رہا تھا ۔ ان دونوں سے الجھے ہوئے اسے کافی دیر ہو گئی تھی اور اب اس پر نقاہت نے اپنا غلبہ پانا شروع کر دیا تھا ۔ وہ اپنی پوری قوت ارادی کو بروئے کار لا کر انتہائی کوشش کر رہا تھا کہ وہ مقابلے میں ڈٹا رہے مگر پھر بھی انسانی طاقت اور برداشت کی بھی کوئی حد ہوتی ہے ۔

اس سے پہلے کہ وہ دونوں اٹھتے ۔ اچانک بند دروازے کے باہر بہت سے قدموں کی آواز ابھری ۔ چند لوگ دروازے پر آ کر رک گئے تھے ۔ جہاں اس آواز نے صفدر کے جسم میں ایک نئی قوت دوڑا دی تھی وہاں بلیک کلارک اور شارپ وائلی کے جسموں میں بھی جیسے بجلی کی رو دوڑ گئی ہو ۔ انہیں پوری طرح احساس ہو گیا تھا کہ اگر وہ چند منٹ بھی لیٹے رہ گئے تو کتے کی موت مارے جائیں گے ۔

چنانچہ وہ دونوں چیتے کی طرح سرنگ کی طرف لپکے اور اس بار صفدر اپنی پوری قوت استعمال کرنے کے باوجود بھی ان دونوں کو نہ روک سکا ۔ ان دونوں کے انداز میں اتنی پھرتی تھی کہ وہ سنبھل نہ سکا اور وہ دونوں اسے دھکا دیتے ہوئے آگے بڑھ گئے ۔

صفدر نے گرتے ہوئے بھی آخری وار کر دیا ۔ وہ گرتے ہی پھرتی سے مڑا اور دوسرے لمحے بلیک کلارک کی ٹانگ اس کے دونوں ہاتھوں کی گرفت میں تھی ۔ اور پھر بلیک کلارک

ایک جھٹکے سے نیچے گرا۔

ادھر اب دروازہ توڑا جا رہا تھا۔

بلیک کلارک نیچے گرتے ہی پھرتی سے اٹھا اور اس نے مڑ کر صفدر کی گردن پر کھڑی ہتھیلی کی ضرب لگانی چاہی۔ مگر صفدر کے تیزی سے کروٹ بدل جانے کی وجہ سے وہ اس میں کامیاب نہ ہو سکا۔ اور ایک بار پھر قلابازیاں کھاتا ہوا نیچے آ رہا۔

صفدر اس کی ٹانگ سے جونک کی طرح چپٹا ہوا تھا۔ اسے اچھی طرح معلوم تھا کہ اگر چند منٹ بھی وہ جدوجہد کرتا رہا تو کم از کم ایک مجرم تو ضرور گرفتار ہو جائے گا۔ کیونکہ دروازے کی طرف سے آنے والی آوازوں سے صاف معلوم ہو رہا تھا کہ دروازہ کسی بھی لمحے ٹوٹنے والا ہے۔

شارپ وائی جو آگے بھاگ رہا تھا جب اسے محسوس ہوا کہ اس کے ساتھ بلیک کلارک نہیں ہے تو وہ پلٹا اور پھر تیزی سے واپس اس جگہ آیا جہاں بلیک کلارک اور صفدر کے درمیان جدوجہد ہو رہی تھی۔

"جلدی چلو ——— کاش اس وقت میرے پاس ریوالور ہوتا" ——— شارپ وائی نے غصے سے چیختے ہوئے پوری قوت سے بلیک کلارک کا ہاتھ پکڑ کر گھسیٹا۔ اور صفدر بھی ساتھ ہی گھسٹتا چلا گیا۔

اور پھر اسی گھسٹنے میں صفدر کا سر پوری قوت سے زمین سے ٹکرایا اور پھر اس کی قوت برداشت جواب دے گئی۔ اس کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا اور بلیک کلارک کی ٹانگ آزاد ہو گئی۔

صفدر بے ہوش ہو چکا تھا۔

بلیک کلارک نے بھاگتے ہوئے ایک ابھرے ہوئے پتھر پر زور سے پیر مارا اور سائیڈ میں ہٹی ہوئی دیوار اپنی جگہ پر آتی چلی گئی۔

صفدر کا باقی جسم تو اس دیوار کی حد سے آگے تھا مگر اس کے پیر اسی جگہ پر تھے۔ اور پھر دیوار پوری قوت سے بند ہوئی۔ جھٹکے سے صفدر کا ایک پیر تو ایک طرف ہٹ گیا مگر دوسرا پیر دیوار کے کونے سے پھنس گیا۔ ایک معمولی سا رخنہ بچ گیا تھا جس کے درمیان پیر بری طرح پھنسا ہوا تھا۔

عمران اور بلیک زیرو تیز تیز قدم اٹھاتے ہوئے ہال سے باہر نکلے اور پھر وہ دونوں چھوٹے چھوٹے کمروں سے ہوتے ہوئے برآمدے میں آگئے۔

"تہہ خانے کہاں ہوں گے" ۔۔۔۔ بلیک زیرو نے پوچھا۔

"میرے پیچھے آؤ اور تین چار فوجیوں کو بھی بلا لو ۔۔۔۔ شاید ہمیں دروازہ توڑنا پڑے"۔ عمران نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔ اور آگے بڑھ گیا۔

بلیک زیرو نے برآمدے میں موجود تین مسلح فوجیوں کو اپنے ساتھ آنے کا اشارہ کیا اور وہ تینوں ان کے ساتھ ہو لیے۔

سیڑھیاں اتر کر عمران انہیں لیے ایک اور برآمدے میں پہنچا اور وہاں سے ایک اور چھوٹے سے دروازے میں گھس گیا۔ نیچے مزید سیڑھیاں جا رہی تھیں۔ سیڑھیاں اتر کر جیسے ہی وہ نچلی گیلری میں پہنچے، انہیں ایک بند دروازے کے باہر ٹائیگر کھڑا نظر آیا۔ ٹائیگر اس دروازے پر پوری سے دوڑ دوڑ کر کندھے کی ٹکریں مار رہا تھا۔ اس کا چہرہ

جوش سے سرخ ہو رہا تھا۔ آنکھوں سے شعلے نکل رہے تھے لیکن لوہے کا دروازہ اس کی طاقت کے لیے چیلنج بنا ہوا تھا۔

عمران اور ان کے ساتھیوں کو ادھر آتا دیکھ کر وہ رک گیا۔

"عمران صاحب! ۔۔۔۔ صفدر کی اندر لڑائی ہو رہی ہے ۔۔ جلدی آیئے" ۔۔۔۔ ٹائیگر نے ان سے مخاطب ہو کر کہا۔

اور اس کی بات سنتے ہی سب بھاگ پڑے۔

"دروازہ توڑ دو" ۔۔۔۔ بلیک زیرو نے حکم دیا۔ اور فوجیوں نے ہاتھوں میں پکڑی ہوئی مشین گنیں سیدھی کر لیں۔

"گولی مت چلاؤ ۔۔۔ ہو سکتا ہے کوئی گولی صفدر کو لگ جائے" ۔۔۔۔ عمران نے چیخ کر کہا۔

فوجیوں نے مشین گنیں پھینک کر دروازے پر زور آزمائی شروع کر دی۔

"تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ اندر صفدر ہے" ۔۔۔۔ عمران نے ٹائیگر سے پوچھا۔

"سر! ۔۔۔ آپ نے جب مجھے واپس جانے کا حکم دیا تو مجھے خیال آیا کہ صفدر زخمی حالت میں یہاں قید ہے کیونکہ صفدر کو میرے سامنے ہی اس کوٹھی میں لایا گیا تھا اور صفدر کے پیچھے ہی میں اس کوٹھی میں داخل ہوا تھا کہ پکڑا گیا" ۔۔۔۔ ٹائیگر نے جواب دیا۔

"جو میں نے پوچھا ہے اس کا جواب دو" ۔۔۔۔ عمران نے غراتے ہوئے کہا۔

"س ۔۔۔ سر میں تہہ خانہ تلاش کرتا ہوا یہاں تک پہنچا۔ مجھے اس دروازے کے اندر کھٹ پٹ کی آواز سنائی دی۔ میں نے دروازے کے ساتھ کان لگا دیئے اور پھر صفدر کی ہلکی سی آواز میرے کانوں میں پہنچ گئی" ۔۔۔۔ ٹائیگر نے گھبراہٹ آمیز لہجے میں کہا۔ عمران کی غراہٹ نے اس کے جسم میں سردی کی تیز لہر دوڑا دی تھی۔

عمران کی غراہٹ سے ایسے معلوم ہوتا تھا جیسے ہزاروں درندے مل کر غرا رہے ہوں۔

دروازہ اب ٹوٹنے کے قریب ہو رہا تھا۔ پھر ٹائیگر بھی فوجیوں کے ساتھ دروازہ توڑنے میں شامل ہو گیا۔ وہ سب دوڑ کر پوری قوت سے کندھوں کی ٹکریں دروازے پر مار رہے تھے۔

اور ایک لمحے بعد عمران بھی شامل ہو گیا۔

جس وقت عمران شامل ہوا تو پہلے ہی ہلے میں دروازہ ٹوٹ کر اندر جا گرا۔ اور وہ سب بھی دروازے کے ساتھ ہی اندر جا گرے۔

عمران سب سے پہلے اٹھا اور پھر یہ دیکھ کر اس کی سانس اندر کی اندر رہ گئی کہ سامنے دیوار کے رخنے میں ایک پیر پھنسا ہوا ہے اور کمرہ خالی ہے۔ عمران تیزی سے بھاگتا ہوا دیوار کے قریب گیا اور پھر بوٹ کا جو حصہ ادھر نظر آ رہا تھا اس سے وہ پہچان گیا کہ یہ پیر صفدر کا ہے۔

بلیک زیرو بھی اندر آ گیا۔

عمران نے تیزی سے کمرے میں نظر دوڑائی۔ وہ اس دیوار کو ہٹانے کا میکنزم دیکھ رہا تھا۔

عمران کے ساتھ ہی ساتھ سب کی نظریں کمرے میں گھوم رہی تھیں مگر کوئی ایسا میکنزم نظر نہیں آ رہا تھا۔ دیواریں بالکل سپاٹ تھیں۔

ٹائیگر نے دوڑ کر پلنگ کو اس جگہ سے ہٹایا مگر بے سود۔ وہ دیوار پھر بھی نہ ہلی عجیب سچویشن ہو رہی تھی۔

عمران کی نظریں بے چینی سے کمرے کی ایک ایک چیز کا جائزہ لے رہی تھیں مگر وہاں ایسے کوئی آثار نظر نہیں آ رہے تھے جس کے کلیو پر وہ میکنزم ڈھونڈ لیتا۔ پھر عمران

نے دروازے کے قریب ہو کر دیوار کا قریب سے جائزہ لینا شروع کیا۔

ایک ایک لمحہ ان پر بھاری پڑ رہا تھا۔ صفدر کا پیر جس بری طرح دیوار میں پھنسا ہوا تھا اور بے حس و حرکت تھا اس سے انہیں خطرہ تھا کہ صفدر کو ہلاک نہ کر دیا گیا ہو

"سر۔ ذرا ادھر آیئے" ـــــ اچانک ٹائیگر دروازے کے قریب دیوار کا جائزہ لیتے ہوئے بولا۔ وہ بغور ایک جگہ کو دیکھ رہا تھا۔

عمران تیزی سے اس کے قریب آیا۔

"یہاں سے مجھے دیوار بے معلوم سی ابھری ہوئی محسوس ہو رہی ہے" ـــــ ٹائیگر نے عمران کو بتایا۔

عمران نے تیزی سے وہاں پر ہاتھ پھیرا۔ واقعی سپاٹ دیوار وہاں سے ابھری ہوئی تھی۔ عمران نے اس جگہ کو پوری قوت سے دبایا اور پھر دیوار ہٹتی چلی گئی۔ اب وہ خلا تھا اور سامنے طویل سرنگ جاتی ہوئی صاف نظر آ رہی تھی۔

دیوار کے ہٹتے ہی عمران نے لپک کر صفدر کی طرف چھلانگ لگائی اور اس نے صفدر کو دونوں ہاتھوں پر اٹھایا اور پلنگ پر لا کر لٹا دیا۔

بلیک زیرو کے اشارے پر فوجی مشین گنیں سنبھالے سرنگ میں داخل ہو گئے۔

عمران اور بلیک زیرو دونوں صفدر پر جھک گئے۔ عمران نے صفدر کی نبض دیکھی تو نبض ہلکے ہلکے جھٹکے کھا رہی تھی۔

"صفدر کی حالت سخت خطرناک ہے۔ اسے فوراً ہسپتال پہنچانا چاہیئے" ـــــ عمران نے تیز لہجے میں قریب کھڑے بلیک زیرو سے کہا۔

ٹائیگر نے آگے بڑھ کر صفدر کو اٹھا کر اپنے کاندھے پر لاد لیا اور پھر وہ محتاط مگر تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا باہر کی طرف لپکا۔ عمران اور بلیک زیرو دونوں اس کے پیچھے پیچھے باہر نکلے اور پھر وہ سیڑھیاں طے کرتے ہوئے باہر کمپاؤنڈ میں آ گئے۔

بلیک زیرو نے صفدر کو ہسپتال لے جانے کے لیے فوجی افسران کو حکم دیا۔ اور پھر صفدر کو ایک کار میں ڈال کر فوری طور پر کوٹھی سے باہر لے جایا گیا۔

"ٹائیگر! ــــ اب تم جاؤ ــــ میں خود تم سے کنٹیکٹ کر لونگا" ــــ عمران نے ٹائیگر کو حکم دیا۔ اور ٹائیگر مودبانہ انداز میں سلام کرتا ہوا کمپاؤنڈ سے باہر نکلتا چلا گیا۔

اتنے میں وہ فوجی جو سرنگ میں گئے ہوئے تھے واپس آ گئے۔

"سر! ــــ وہ سرنگ ایک خالی جھونپڑی میں نکلتی ہے اور وہاں جھونپڑی کے قریب جیپ کے پہیوں کے نشان موجود ہیں" ــــ واپس آنے والے فوجیوں میں سے ایک نے بتایا۔

"چلو ہم خود دیکھتے ہیں" ــــ بلیک زیرو نے کہا اور پھر وہ سب اس کمرے کی طرف بڑھ گئے۔



رانا ہاؤس کے خاصے بڑے ہال میں سیکرٹ سروس کے تمام ممبران صوفوں پر بیٹھے تھے۔ صفدر چونکہ ہسپتال میں تھا اس لیے وہ وہاں موجود نہیں تھا۔ عمران بھی ممبران کے ساتھ ہی ہال میں بیٹھا تھا۔

"عمران صاحب! ــــ ایکسٹو نے ہمیں کس لیے بلایا ہے" ــــ ؟ چوہان سے رہا نہ گیا اور وہ عمران سے پوچھ بیٹھا۔

"جتنی باتیں کا تو مجھے پتہ نہیں ــــ البتہ مجھے اس نے یہ کہا ہے کہ جولیا سے اس کی شادی ہونی ہے اس لیے نکاح میں شرکت کے لیے ضرور آنا" ــــ عمران نے جولیا کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

عمران کی بات پر ہال زوردار قہقہوں سے گونج اٹھا۔

جولیا عمران پر جھپٹنے کے لیے اٹھی ہی تھی کہ دروازہ کھلا اور ایکسٹو نقاب لگائے اندر داخل ہوا۔ جولیا جس طرح غصے میں کھڑی ہوئی تھی اسی طرح کھڑی رہ گئی۔ ایکسٹو کے اندر داخل ہوتے ہی احتراماً سب ممبر کھڑے ہو گئے۔

"بیٹھ جائیے" ــــ ایکسٹو کی مخصوص آواز کمرے میں گونجی اور وہ خود بھی ایک طرف پڑی ہوئی کرسی پر بیٹھ گیا۔

تمام ممبرز اپنی اپنی جگہ پر بیٹھ گئے۔

"آپ لوگوں کو اس لیے یہاں اکٹھا کیا گیا ہے کہ آپ سے چند ضروری باتیں کرنی ہیں"۔ ایکسٹو نے تمام ممبران کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ اس کے لہجے میں بے پناہ سنجیدگی تھی۔ ایسی سنجیدگی کہ تمام ممبرز نامحسوس طور پر بے چینی سی محسوس کرنے لگے جیسے کوئی طوفان آنے والا ہو۔

چند لمحوں تک ہال میں گھمبیر خاموشی طاری رہی۔ ہر ممبر ایکسٹو کی طرف دم بخود ہو کر دیکھ رہا تھا۔ ایک عمران تھا کہ ہر چیز سے بے نیاز قلندروں کی طرح آنکھیں بند کیے صوفے کی پشت سے ٹیک لگائے بیٹھا تھا۔ اس کے چہرے پر گہرے اطمینان اور سکون کے تاثرات نمایاں تھے۔

"آپ حضرات نے مجھے بے نقاب کرنے کے لیے ایک سازش تیار کی ہے" ــــ ایکسٹو اچانک غرایا۔ اس کی غراہٹ میں نہ جانے کیا چیز تھی کہ سب ممبران کے رونگٹے کھڑے

ہو گئے۔

"جواب دو ــــ کیا میں صحیح کہہ رہا ہوں" ــــ ؟ ایکسٹو نے انتہائی سخت لہجے میں پوچھا۔

اب ممبران ایک دوسرے کو چور نظروں سے دیکھنے لگے۔ جولیا کا سر جھک کر اس کے سینے سے جا لگا تھا۔ آخر چند لمحوں کی خاموشی کے بعد کیپٹن شکیل اٹھ کھڑا ہوا۔

"سر! ــــ واقعی ہم نے ایسا پلان بنایا تھا ــــ لیکن اب ہم محسوس کرتے ہیں کہ ہم سے غلطی ہوئی ہے" ــــ کیپٹن شکیل نے مؤدبانہ لہجے میں جواب دیا۔

"ہوں ــــ غلطی ہو گئی ہے ــــ تم لوگ اچھی طرح جانتے ہو کہ میں غلطیاں معاف کرنے کا عادی نہیں ہوں ــــ تم پلان بناتے وقت یہ کیوں بھول گئے تھے کہ تم کس کے خلاف پلان بنا رہے ہو" ــــ ایکسٹو کے لہجے میں درندوں کی سی غراہٹ شامل تھی۔

"سر! ــــ دراصل بات یہ ہے کہ ہم اپنے فطری تجسس کے ہاتھوں مجبور ہو گئے تھے" ــــ اس بار کیپٹن شکیل نے جواب دینے کی جرأت کی۔

"آپ تشریف رکھیے" ــــ ایکسٹو نے کیپٹن شکیل کو ڈانٹ دیا اور کیپٹن شکیل خاموشی سے صوفے پر بیٹھ گیا۔

"تم سیکرٹ سروس کے ممبر ہو ــــ تم حالات اور واقعات کی نزاکت کو اچھی طرح سمجھتے ہو ــــ تمہیں اچھی طرح معلوم ہے کہ میں نقاب میں رہتا ہوں یا آپ لوگوں کے سامنے نہیں آتا تو اس میں ہم سب کا اور ہمارے ملک کے مفاد ہیں۔ اس کے باوجود تم نے یہ حرکت کی اور پھر صرف پلان ہی نہیں بنایا بلکہ اس پر عمل بھی شروع کر دیا۔ کیپٹن شکیل نے عمران کے فون پر ٹیپ ریکارڈر فٹ کیا ــــ صفدر نے سر سلطان کا فون ٹیپ کیا ــــ کیا تم دودھ پیتے بچے ہو کہ تم اتنا بھی نہ سمجھ سکے کہ سر سلطان وزارت خارجہ کے سیکرٹری ہیں ــــ ان کا فون ٹیپ کرنا کتنا بڑا جرم ہے ــــ ؟ ان کی

[illegible]ندرِ مملکت اور دیگر اعلیٰ حکام وسفارتی نمائندوں سے خفیہ بات چیت ہوتی ہے۔ اگر [illegible]ٹیپ دشمن کے ہاتھ لگ جاتے تو ہمارے ملک کو اس کا کتنا بڑا خمیازہ بھگتنا پڑے [illegible]گا ــــ جواب دو" ــــ ایکسٹو کا غصہ لمحہ بہ لمحہ شباب پر آتا جا رہا تھا۔

اب بھلا ممبران اس بات کا کیا جواب دیتے خاموش رہے۔

چند لمحوں کے توقف کے بعد ایکسٹو دوبارہ بولا۔

"دوسری یہ بات کہ تمام دنیا کے جاسوسوں کی یہ خواہش ہے کہ ایکسٹو بے نقاب ہو [illegible]جائے تاکہ وہ آسانی سے ٹریپ کر سکیں ــــ اب اگر وہ ایسی کوشش کریں تو انہیں براہِ راست [illegible]مجھ پر ہاتھ ڈالنا پڑے گا جبکہ آپ لوگوں کی سازش کامیاب ہو جاتی تو پھر ان کے لیے بے پناہ آسانی ہو جاتی کہ مجھ سے براہِ راست ٹکر لینے کی بجائے آپ میں سے کسی کو ٹریپ کر لیں اور میں منظروں میں آ جاؤں گا ــــ اب بتلائیے کیا اس طرح کا پلان بنا کر آپ ملک دشمنی نہیں کر رہے ــــ کیا اس طرح آپ لوگ غیر ملکی جاسوسوں کے [illegible]بالواسطہ طور پر آلہ کار نہیں بن گئے" ــــ ؟ ایکسٹو کا لہجہ اتنے شدید غصے کا [illegible]حامل تھا جیسے کوئی درندہ زخمی ہو کر دھاڑ رہا ہو۔

ایکسٹو کی شدت کی دھاڑ سن کر عمران نے بھی آنکھیں کھول دیں اور باقی ممبران کا جو [illegible]حشر ہو گا وہ اظہر من الشمس ہے۔

"سس ــــ سر! ــــ ہم اپنی غلطی کی معافی چاہتے ہیں ــــ آ ــــ آئندہ کے لیے ہم وعدہ کرتے ہیں کہ اس قسم کی حرکت نہیں ہو گی" ــــ اس دفعہ نعمانی نے جرأت [illegible]کی۔ گو یہ علیحدہ بات تھی کہ اس کی زبان میں ہکلاہٹ پیدا ہو گئی تھی۔

"شٹ اپ ــــ بار بار میرے سامنے غلطی کی بات مت کرو" ــــ ایکسٹو نے بری [illegible]طرح اسے جھاڑ دیا۔

نعمانی کا حشر دیکھ کر اب بھلا کس میں اتنی جرأت باقی رہ گئی تھی کہ کوئی لفظ بھی منہ

سے نکالتا۔

سب ممبران گردنیں لٹکائے بیٹھے رہے۔

ہال میں کافی دیر تک خاموشی طاری رہی۔ ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے ایکسٹو اپنے غصے پر قابو پانے کی کوشش کر رہا ہے۔

چند لمحوں بعد ایکسٹو دوبارہ ان سے مخاطب ہوا۔ اس وقت اس کے لہجے میں واقعی قدرے نرمی آگئی تھی۔

" اب میری بات غور سے سنو ـــــ میں نے فیصلہ کر لیا ہے کہ آپ لوگ اپنے پلان پر پوری طرح عمل کریں ـــ میں اس سلسلے میں آپ کے راستے کی رکاوٹ نہیں ہوں گا۔ آپ لوگوں کو کھلی چھٹی ہو گی کہ آپ جس طرح چاہیں کام کریں لیکن اس سلسلے میں چند شرائط ہوں گی۔

نمبر ۱ ـــ آپ کو پندرہ دن کی مہلت دی جائے گی۔

نمبر ۲ ـــ اگر آپ لوگ اپنے مشن میں ناکام رہے تو اس سے یہ ثابت ہو جائے گا کہ آپ سیکرٹ سروس کی ممبرشپ کے اہل نہیں ہیں اس لیے آپ کو فوری طور پر سیکرٹ سروس سے نکال دیا جائے گا اور آپ اچھی طرح جانتے ہیں کہ جب کسی کی سیکرٹ سروس کی ممبرشپ ختم ہو جاتی ہے پھر یا تو اس کی زندگی ختم کر دی جاتی ہے یا اس کا دماغ ہمیشہ کے لیے ماؤف کر دیا جاتا ہے تاکہ وہ کسی بھی وقت سیکرٹ سروس کے لیے خطرہ نہ بن سکے۔

نمبر ۳ ـــ اگر آپ لوگ مجھے بے نقاب کرنے میں کامیاب ہو گئے تو آپ کو ترقی دی جائے گی اور تعریفی اسناد دی جائیں گی۔

نمبر ۴ ـــ اگر آپ لوگ کامیاب ہو جائیں تو جہاں آپ کو ترقی اور اسناد دی جائیں گی وہاں اس بات کا بھی فیصلہ ہو جائے گا کہ آیا میں سیکرٹ سروس کی سربراہی کے اہل ہوں یا نہیں ـــ چنانچہ آپ لوگوں کی کامیابی کے ساتھ ہی ساتھ میں سیکرٹ سروس

کی سربراہی سے مستعفی ہو جاؤں گا ـــ یہ میرا آخری فیصلہ ہے اس میں کسی بھی قیمت پر کسی بھی طرح ترمیم نہیں کی جائے گی" ـــ ایکسٹو نے غراتے ہوئے اپنا فیصلہ سنایا۔ اس کا غصہ پر شباب تھا۔

" سس ـــ سر! ـــ آپ نے ہماری غلطی کی بہت بڑی سزا دی ہے ـــ ہم متفقہ طور پر آپ سے درخواست کرتے ہیں کہ آپ ہمیں معاف کر دیں" ـــ کیپٹن شکیل نے آخری دفعہ کوشش کرتے ہوئے کہا۔

ایکسٹو کا فیصلہ سن کر ممبران کی آنکھیں خوف سے پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ اتنا بھیانک فیصلہ کہ اگر وہ کامیاب ہو جائیں تب بھی نقصان۔ کہ اتنا قابل ذہن کا مالک ایکسٹو مستعفی ہو جائے گا ـــ اور اگر وہ کامیاب نہ ہو سکے تو خود ان کی زندگیاں ختم ہو جائیں گی اس فیصلے کے دونوں رخ اتنے بھیانک تھے کہ وہ اس کا تصور بھی نہ کر سکتے تھے۔

" میں اپنی بات بار بار دہرانے کا عادی نہیں ہوں ـــ میں نے جو فیصلہ کر دیا ہے وہ ہر حالت میں پورا ہو گا" ـــ ایکسٹو غرایا۔

" سر! ـــ کیا آپ اس میں ترمیم نہیں کر سکتے کہ جب تک غیر ملکی دشمن جاسوس جو آپ کو بے نقاب کرنے کی کوشش کر رہے ہیں ان کو گرفتار کر لیا جاتا۔ کیونکہ اس وقت ہمارے آپس میں مقابلے سے دشمن فائدہ اٹھا جائے گا" ـــ چوہان نے ہمت کر کے ایک نیا نکتہ نکالا۔ اس کا خیال تھا کہ اگر فی الحال بات ٹل جائے تو بعد میں ایکسٹو کی منت سماجت کر کے اس فیصلے کو بدلا جا سکتا ہے۔

" تم کیا سمجھتے ہو کہ تم لوگوں کے بغیر ایکسٹو اپاہج ہے ـــ ؟ وہ اپنے دشمنوں سے براہ راست نہیں نپٹ سکتا ـــ ؟ یہ جاسوس میرا شکار ہیں۔ میں انہیں خود ہینڈل کروں گا ـــ آپ لوگ اس بارے میں فکر مند نہ ہوں ـــ ہاں! ـــ البتہ آپ اپنے مشن کے ساتھ ساتھ ان لوگوں کے خلاف بھی کام کریں تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہو گا۔

ویسے میں نے عمران کی ڈیوٹی لگائی ہے کہ وہ ان لوگوں کے خلاف کام کرے ۔۔۔ اس کی وجہ ہے کہ عمران سیکرٹ سروس کا ممبر نہیں ہے اس پر اس فیصلے کا اطلاق نہیں ہوتا دوسری بات یہ ہے کہ آپ کے پلان میں عمران شامل نہیں تھا ۔۔۔ اب یہ عمران کی مرضی ہے کہ وہ آپ کے مشن میں آپ سے تعاون کرے یا نہ کرے ۔۔۔ اگر وہ کرتا ہے تب بھی مجھے کوئی اعتراض نہیں اور اگر وہ نہیں کرتا میں اسے پابند نہیں کروں گا" ۔۔۔ ایکسٹو نے وضاحت کی ۔

"سر ۔۔۔ صفدر کے متعلق آپ نے کیا فیصلہ کیا ہے ۔۔۔؟ وہ تو زخمی ہے" کیپٹن شکیل نے صفدر کے متعلق وضاحت چاہی ۔

"ہاں ۔۔۔ صفدر کے متعلق آپ لوگوں نے وضاحت چاہ کر اچھا کیا ہے ۔۔۔ صفدر آپ لوگوں کے اس پلان کا سربراہ ہے اس لیے اسے بھی معاف نہیں کیا جائے گا ۔۔۔ اس پر بھی اس فیصلے کا اطلاق ہوگا ۔۔۔ صفدر کی حالت اب تسلی بخش ہے اور میں نے سپیشلسٹ ڈاکٹروں کی ڈیوٹی لگا دی ہے کہ وہ اسے جلد از جلد ٹھیک کر دیں اور مجھے امید ہے کہ دو تین روز میں وہ ہسپتال سے فارغ ہو کر آپ لوگوں سے آملے گا" ۔۔۔ ایکسٹو نے صفدر کے متعلق بھی وضاحت کر دی ۔

"سر ۔۔۔ اگر آپ ہماری غلطی معاف نہیں کرتے تو میں نے فیصلہ کیا ہے میں اپنی زندگی آپ پر قربان کر دوں گی اور آپ کو بے نقاب کرنے کی قطعی کوشش نہ کروں گی" جولیا نے سر اٹھا کر پہلی بار بات کی ۔ اس کا لہجہ گلوگیر ہو رہا تھا اور آنکھیں آنسوؤں سے لبریز تھیں ۔

یہ ایک خطرناک نفسیاتی داؤ تھا جو جولیا نے استعمال کیا تھا ۔

چند لمحوں تک ایکسٹو خاموش رہا ۔

ممبران کے دل میں امید بندھ گئی کہ جولیا کامیاب ہو گئی ہے ۔ اب ایکسٹو ضرور اپنا فیصلہ واپس لے لے گا ۔

چند لمحوں کی خاموشی کے بعد ایکسٹو کی آواز ہال میں گونجی ۔

"جولیا تم جذباتی ہو رہی ہو اور تمہیں اچھی طرح معلوم ہے کہ سیکرٹ سروس میں کام کرتے ہوئے جذبات کو قطعی علیحدہ رکھنا پڑتا ہے ۔۔۔ چنانچہ تمہیں ہر قیمت پر میرے فیصلے پر پابندی کرنی ہوگی ۔۔۔ یہ میرا حکم ہے" ۔۔۔ ایکسٹو کے لہجے میں چٹان سا سپاٹ پن تھا ۔

"بہتر سر ۔۔۔ اگر آپ کا حکم ہے تو ہم پوری کوشش کریں گے کہ آپ کو بے نقاب نہ کریں ۔۔۔ اب یہ مسئلہ حکومت کا ہے کہ وہ آپ کا استعفیٰ قبول کرے یا نہ کرے" کیپٹن شکیل نے اس دفعہ مضبوط لہجے میں جواب دیا ۔

کیپٹن شکیل کی بات سن کر سب لوگوں کے دلوں میں ایک برقی رو دوڑ گئی ۔ انہیں امید بندھ گئی کہ حکومت کسی بھی قیمت پر ایکسٹو کا استعفیٰ منظور نہیں کرے گی ۔ لیکن اگر ہم لوگ ناکام رہے تو ظاہر ہے کہ ایکسٹو کا فیصلہ ہمارے لیے آخری ہوگا ۔ اس بات سے ممبران کے چہرے پر قدرے رونق آگئی ۔

"مسٹر شکیل ! ۔۔۔ یہ میرا اور حکومت کا باہمی معاملہ ہے ۔۔۔ آپ اس بات کی فکر مند نہ ہوں کہ میں اپنے فیصلے کو حکومت سے کس طرح منوا سکتا ہوں" ۔۔۔ ایکسٹو نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا ۔

ہال پر ایک بار پھر خاموشی طاری ہو گئی ۔

"اب آپ لوگ جا سکتے ہیں ۔۔۔ ہاں ! ۔۔۔ ایک بات مزید ۔۔۔ آج سے آپ لوگ اپنے فلیٹس میں قیام نہیں کریں گے بلکہ مختلف ہوٹلوں میں قیام پذیر ہوں گے اور مستقل میک اپ میں رہیں گے کیونکہ مجرم ایک بار پھر تم پر ہاتھ ڈالنے کی کوشش کریں گے" ۔۔۔ ایکسٹو نے کہا اور پھر تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا کمرے سے باہر نکل گیا ۔

شارپ وائلی اور بلیک کلارک دونوں تیزی سے سرنگ میں بھاگتے چلے گئے۔ انہیں اچھی طرح معلوم تھا کہ ان کا ایک ایک لمحہ قیمتی ہے۔ کسی بھی وقت سرنگ کے ذریعے ان کا تعاقب کیا جا سکتا ہے۔ دراصل دونوں کے ذہن نفسیاتی طور پر ایکسٹو کے ہاتھوں اپنی اس عبرت ناک اور غیر متوقع شکست کی وجہ سے بیحد مرعوب ہو گئے تھے۔ انہیں اب ہر لمحے احساس ہو رہا تھا کہ ایکسٹو کسی بھی لمحے سائیڈ سے نکل کر ان کی گردن پکڑ لے گا۔

جلد ہی وہ دونوں سرنگ کے دہانے پر پہنچ گئے۔ سامنے راستہ بند تھا۔ اور پھر شارپ وائلی نے سائیڈ میں لگا ہوا ایک بٹن دبایا۔ اور سامنے کی دیوار ہٹتی چلی گئی۔ دیوار کے ہٹتے ہی وہ دونوں تیزی سے سرنگ سے باہر آ گئے۔

ایک کچی سی جھونپڑی تھی اور اس کے دروازے پر ایک ملنگ نما آدمی کھڑا انہیں بغور دیکھ رہا تھا۔

ملنگ کے گلے میں موٹے موٹے منکوں والی مالا پڑی ہوئی تھی۔ اس کا بالائی جسم کپڑوں سے قطعی بے نیاز تھا۔ اور نچلے جسم پر اس نے ایک مختصر سی دھوتی باندھ رکھی تھی۔ آنکھیں بے پناہ سرخ تھیں۔

"کوڈ" ؟ ملنگ نے دروازے کی دونوں چوکھٹوں پر مضبوطی سے ہاتھ جماتے ہوئے ان دونوں کو گھور کر کہا۔

"مشن ٹوسن" ـــــ شارپ وائلی نے تیز لہجے میں جواب دیا۔

"اگینسٹ" ـــــ ملنگ نے سخت لہجے میں ایک لفظ دہرایا۔

"کلاؤوز" ـــــ اس بار بلیک کلارک نے جواب دیا۔

ملنگ نے اچانک دروازہ چھوڑ کر مؤدبانہ انداز میں جھک کر سلام کیا۔

"یور نمبر" ـــــ ؟ شارپ وائلی نے تیزی سے اس سے سوال کیا۔

"ڈی الیون" ـــــ ملنگ نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"ڈی الیون! ـــــ ہم نے فوری طور پر یہ جگہ چھوڑ دینی ہے ـــــ سنٹر نمبر فور دشمنوں کے قبضے میں چلا گیا ہے۔ ہیڈ کوارٹر کو اس کی اطلاع دینی ہے" ـــــ شارپ وائلی نے ڈی الیون سے کہا۔

"اوہ! ـــــ سر میرے ساتھ آیئے" ـــــ ڈی الیون اس خبر سے بری طرح پریشان ہو گیا۔

بہر حال شارپ وائلی اور بلیک کلارک اس کے پیچھے پیچھے چل پڑے۔ جھونپڑی کی پشت پر پہنچ کر ڈی الیون نے زمین پر جھک کر جھاڑیوں میں نجانے کیا حرکت کی کہ اچانک زمین کا ایک خاصا بڑا قطعہ اوپر اٹھتا چلا گیا۔ یہ قطعہ صرف ایک سائیڈ سے اٹھ رہا تھا اور پھر وہ قطعہ مڑ کر دوسری طرف زمین سے ٹکرا کر رک گیا۔ اب اس قطعہ زمین کی جگہ خلا تھا۔

ڈی الیون نے ایک بار پھر جھاڑی میں ہاتھ ڈال دیا۔

چند لمحوں بعد ہلکی سی گڑگڑاہٹ کی آواز آنے لگی۔ جیسے کوئی مشین چل رہی ہو۔ تقریباً تین چار لمحوں بعد اس خالی قطعہ سے ایک نئی جیپ ابھرنے لگی۔ وہ دو مضبوط ستونوں پر چڑھی ہوئی اوپر اٹھ رہی تھی۔ جب وہ زمین کی سطح کے برابر آ گئی تو پھر جیپ

سامنے کی طرف جھکنے لگی اور چند لمحوں بعد ایک دھکے سے جیپ سامنے والے قطعہ زمین پر موجود تھی۔ وہ چند فٹ تک دھکے کی وجہ سے ضرور کھسکتی چلی گئی تھی۔

ڈی الیون نے فوراً ہی جھاڑی میں ہاتھ ڈال دیا۔ اور شارپ وائی اور بلیک کلارک کو جیپ میں سوار ہونے کا اشارہ کیا۔

ڈی الیون کے ہاتھ کو حرکت آتے ہی جیپ کو لے آنے والے جیک دوبارہ اندر جانے لگے اور وہ قطعہ زمین جو کسی تختے کی طرح اوپر اٹھتا ہوا دوسری طرف چلا گیا تھا۔ تیزی سے واپس اپنی جگہ پر آنے لگا۔

چند لمحوں بعد وہ اپنی پرانی جگہ پر فٹ ہو گیا۔ اب اس جگہ کو دیکھ کر کوئی یہاں موجود خفیہ تہہ خانے کے متعلق سوچ بھی نہ سکتا تھا۔

شارپ وائی اور بلیک کلارک دونوں اچھل کر جیپ میں سوار ہو چکے تھے وہ دونوں ہی جیپ کی پچھلی سیٹوں پر سوار ہوئے تھے۔ وہ سامنے بیٹھ کر فی الحال کوئی خطرہ مول نہ لینا چاہتے تھے۔

ڈی الیون دوڑتا ہوا جیپ کے قریب آیا اور پھر ان دونوں کو پچھلی سیٹوں پر دیکھ کر وہ ایک لمحے کے لیے مسکرایا اور پھر اچھل کر ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گیا۔ دوسرے لمحے جیپ سٹارٹ ہو کر آگے بڑھ گئی۔

"تم اس حالت میں شہر میں کیسے جیپ چلاؤ گے"؟ بلیک کلارک نے ڈی الیون کی طرف تشویش بھری نگاہوں سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"آپ بے فکر رہیں۔ تھوڑی ہی دور کھیتوں کے درمیان ہمارا ایک اور سینٹر آرہا ہے۔ وہاں ہم یہ جیپ چھوڑ کر دوسری لے لیں گے اور میں وہاں لباس بھی تبدیل کر لوں گا"۔ ڈی الیون نے جواب دیا۔

"کیا وہاں میک اپ کا سامان بھی ہو گا"؟ شارپ وائی نے سوال کیا۔

"جی ہاں۔ جناب میک اپ کا مکمل سامان وہاں موجود ہے"۔ ڈی الیون جواب دیا۔

"وری گڈ"۔ شارپ وائی اور بلیک کلارک دونوں کے چہروں پر مسرت کے ر رقص کرنے لگے۔

جلد ہی جیپ ایک جھٹکے سے دیہاتی مگر پکے فارم نما مکان کے قریب جا کر رک گئی۔ مکان کا دروازہ بند تھا۔

"پہلے اس جیپ کو ٹھکانے لگایا جائے کیونکہ اس کے ٹائروں کے نشانات دشمن سیدھا اس جگہ لے آئیں گے"۔ ڈی الیون نے نیچے اترتے ہوئے کہا۔

"اس طرح تو لازمی اس مکان کی نشاندہی ہو جائے گی"۔ شارپ وائی نے حیرت زدہ لہجے میں کہا۔

"آپ سب بے فکر رہیں۔ ان سب باتوں کا یہاں پہلے سے انتظام موجود ہے"۔ ڈی الیون نے مطمئن لہجے میں جواب دیا۔ اور آگے بڑھ کر اس نے مکان کے دروازے پر تین بار مخصوص انداز میں دستک دی۔

تیسری بار کی دستک کے بعد دروازہ اچانک ایک جھٹکے سے کھل گیا اور اب وہاں ایک بوڑھا سا غیر ملکی موجود تھا۔ وہ کافی سے زیادہ ضعیف العمر تھا۔ بڑھاپے کی شدت اور بے پناہ کمزوری کی وجہ سے اس کی کمر اس حد تک جھک گئی تھی کہ وہ ایک چلتی پھرتی کمان معلوم ہو رہا تھا۔

"کیا بات ہے"؟ اس بوڑھے نے بھینچی آنکھوں سے ڈی الیون کو دیکھتے ہوئے نحیف لہجے میں پوچھا۔

"ڈی الیون"۔ ڈی الیون نے اپنا نمبر بتلایا۔

"اوکے۔ کم ان"۔ بوڑھے نے اسے اندر آنے کی اجازت دیتے ہوئے کہا

"کوڈ" ——— ؟ اس دفعہ بوڑھے نے ان دونوں سے کوڈ پوچھا۔ بوڑھا جنون کی حد تک شکی مزاج معلوم ہوتا تھا۔

"مشن ٹوسسن" ——— شارپ وائی نے جواب دیا۔

"ایجنٹ" ——— بوڑھے کے لہجے میں تیزی اور آنکھوں میں ایک خاص چمک ابھر آئی۔

"کلاوَوز" ——— بلیک کلارک نے جواب دیا۔

"او۔کے ——— کم اِن ہری اَپ" ——— بوڑھا واپس مڑ گیا۔

بوڑھے کے پیچھے پیچھے شارپ وائی اور بلیک کلارک بھی مکان کے اندر داخل ہو گئے۔

بظاہر چھوٹا سا معلوم ہونے والا مکان دراصل خاصا وسیع رقبہ گھیرے ہوئے تھا۔ اس کے کمپاؤنڈ میں جابجا شہد کی مکھیوں کے مصنوعی چھتے لگے ہوئے تھے اور یہ مکان شہد کی مکھیاں پالنے والا فارم معلوم ہوتا تھا۔

شارپ وائی اور بلیک کلارک اس بوڑھے کے پیچھے چلتے مکان کے اندرونی ہال میں پہنچ گئے۔

"تشریف رکھیئے ——— میں آپ کے لیے کافی لے آتا ہوں" ——— بوڑھے نے مؤدبانہ انداز میں ان دونوں کو بیٹھنے کے لیے کہا۔

"آپ تکلیف مت کریں ——— ڈی الیون آجاتا ہے وہ لے آئے گا" ——— بلیک کلارک کو بوڑھے کی ہمت نے بے حد متاثر کیا تھا۔

"نہیں ——— یہ میری ڈیوٹی ہے ——— ڈی الیون کا اس سب سنٹر سے کوئی تعلق نہیں ہے ——— میں ابھی آتا ہوں" ——— بوڑھے نے جواب دیا اور پھر دروازہ کھول کر ہال سے باہر چلا گیا۔

شارپ وائی اور بلیک کلارک دونوں ہال میں رکھے ہوئے صوفوں پر یوں ڈھیر ہو گئے جیسے وہ میلوں کی دوڑ لگا کر آئے ہوں۔

"ہمارا پلان بری طرح فیل ہوا ہے ——— اور ہم بڑی مشکل سے جان بچا کر بھاگے ہیں" ——— شارپ وائی نے شکست خوردہ لہجے میں بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

"یہ ٹھیک ہے کہ ہمارا ایک پلان ناکام ہو گیا ہے اور ہماری مقامی ڈی۔آئی۔اے کا ایک بڑا سنٹر اور بہت سے کارکن مارے گئے ہیں مگر ہمیں ہمت نہیں ہارنی چاہیئے ——— ہم آزاد اور صحیح سلامت ہیں ——— ہم ایکسٹو کو بے نقاب کرنے کے لیے مزید پلان بنا سکتے ہیں ——— ڈی۔آئی۔اے کی جڑیں اس ملک میں بہت گہری ہیں اور ہمیں ان سے بے پناہ تعاون مل سکتا ہے جیسا کہ ہم نے اس پلان کے لیے حاصل کیا تھا" ——— بلیک کلارک نے جوش بھرے لہجے میں پوری تقریر کر ڈالی۔

"ہمت تو خیر میں نے ہارنا سیکھا ہی نہیں ——— البتہ اس مکمل اور جامع پلان کی اس بری طرح ناکامی پر ذہنی دھچکا ضرور پہنچا ہے" ——— شارپ وائی نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"تم ہی طویل کہانیوں کے چکر میں پڑ گئے تھے ——— ان سب کو گولی مار دینی تھی، کم از کم ایکسٹو کے ساتھی تو ختم ہو جاتے۔ اکیلا ایکسٹو رہ بھی جاتا تو ساتھیوں کی عدم موجودگی میں بہر حال وہ خود ہمارے خلاف کام کرنے نکلتا تو ظاہر ہے کہ ہمارے ہتھے آسانی سے چڑھ جاتا" ——— بلیک کلارک نے شارپ وائی پر تمام الزام لگا دیا۔

اس سے پہلے کہ شارپ وائی کوئی جواب دیتا۔ ڈی الیون ہال میں داخل ہوا۔

"جیپ کو چھپا آئے" ——— ؟ شارپ وائی نے چونک کر پوچھا۔

"جی ہاں! ——— جیپ کو چھپا دیا گیا ہے ——— ایسے ہی مختلف خفیہ گیراج اس

فارم کے اردگرد بھی موجود ہیں جیسے کہ جھونپڑی کے پاس تھے۔ جس گیراج میں اس جیپ کو چھپایا ہے وہ یہاں سے تقریباً دوسو گز دور ہے اس لیے وہ ٹائروں کے نشانات پر پہنچ بھی گئے تو یہ فارم ان کی نظر میں مشکوک نہیں رہے گا"۔۔۔۔ ڈی ایلون نے تفصیلاً جواب دیا۔

"ویری گڈ"۔۔۔۔ اب ہمارے لیے دوسرے لباس اور میک اپ کے سامان کا انتظام کرو"۔۔۔۔ بلیک کلارک نے اس سے کہا۔

"سر!۔۔۔۔ سب سینٹرون الیون سکس کا انچارج یہ بوڑھا ہے اور ہر چیز یہی مہیا کرے گا۔۔۔۔ میں اس کے معاملے میں دخل نہیں دے سکتا"۔۔۔۔ ڈی ایلون نے ایک کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

اسی لمحے بوڑھا کافی کی ٹرے دھکیلتا ہوا اندر داخل ہوا۔

"آپ کا نمبر"۔۔۔۔؟ بلیک کلارک نے پوچھا۔

"بی سکس"۔۔۔۔ بوڑھے نے جواب دیا اور کافی تیار کرنے میں مصروف ہو گیا۔

شارپ وائلی اور بلیک کلارک دونوں بڑی تحسین آمیز نظروں سے بوڑھے کو کام کرتے ہوئے دیکھ رہے تھے۔

بوڑھا جوانوں کی سی پھرتی سے کام کر رہا تھا۔ ویسے بادیٔ النظر میں اسے کوئی آدمی یہ دیکھ کر تصور بھی نہیں کر سکتا تھا کہ یہ پیر فرتوت بغیر ایک چیخ مارے اپنا ہاتھ بھی ہلا سکتا ہوگا۔

"آپ کا اس عمر میں ملک کی خدمت کرنا قابل صد تحسین ہے"۔۔۔۔ بلیک کلارک نے بوڑھے کے ہاتھ سے کافی لیتے ہوئے تحسین آمیز لہجے میں کہا۔

"اپنے ملک کی خدمت کرنا میرا فرض ہے۔۔۔۔ اور میری موت ہی مجھے اس فرض سے ہٹا سکتی ہے"۔۔۔۔ بوڑھے نے شارپ وائلی کو کافی دیتے ہوئے کہا۔

"قابل تحسین ہے یہ جذبہ آپ کا۔۔۔۔ غیر ملک میں اپنے ملک کی جاسوسی کرنا اور اس عمر میں میرے خیال میں اس ملک میں ڈی۔آئی۔اے کے سب سے بزرگ ایجنٹ آپ ہیں"۔۔۔۔ شارپ وائلی نے متاثر شدہ لہجے میں پوچھا۔

"مجھے نہیں معلوم"۔۔۔۔ بوڑھے کا وہی دماغ گھوم گیا۔ اس نے کسی بھی قسم کی معلومات مہیا کرنے سے صاف انکار کر دیا۔

"اچھا۔۔۔۔ آپ ہمارے لیے لباس اور میک اپ کے سامان کا انتظام کریں"۔۔۔۔ بلیک کلارک نے بی سکس سے کہا۔

بی سکس اثبات میں سر ہلاتا ہوا ہال سے باہر نکل گیا۔

تقریباً چند ہی لمحے گذرے ہوں گے کہ بوڑھا دوبارہ اندر داخل ہوا۔

"تشریف لایئے"۔۔۔۔ اس نے تینوں سے مخاطب ہو کر کہا اور وہ تینوں اٹھ کھڑے ہوتے۔

وہ تینوں بوڑھے کے پیچھے چلتے ہوئے ایک اور کمرے کے دروازے پر پہنچ کر رک گئے۔

"تشریف لے جایئے اور اپنی مرضی کے مطابق لباس اور میک اپ کر لیجئے"۔۔۔۔ بوڑھے نے ایک طرف ہٹتے ہوئے کہا۔

"میں نے تہہ خانے کا دروازہ کھول دیا ہے نیچے سیڑھیاں اتر جایئے"۔۔۔۔ بوڑھے نے کہا اور پھر وہ تینوں بوڑھے کی ہدایت کے مطابق اندر داخل ہو گئے۔

ان کے جانے کے بعد بوڑھا واپس مڑا اور پھر تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا مکان کے پچھواڑے ایک چھوٹے سے کمرے میں داخل ہوا۔ اس کمرے میں کاٹھ کباڑ بھرا ہوا تھا۔ وہ ٹوٹے پھوٹے فرنیچر اور دیگر ناکارہ سامان کے درمیان سے احتیاط سے گزرتا ہوا کمرے کے آخری کونے میں پہنچ گیا۔ اس نے نیچے جھک کر ایک ٹوٹی ہوئی

کرسی کی شکستہ ٹانگ کو بائیں طرف دبایا۔ اچانک سامنے کی دیوار میں ایک دروازہ نمودار ہوا اور وہ اس دروازے کے اندر داخل ہو گیا۔ اس کے اندر جانے کے بعد دروازہ خود بخود برابر ہو گیا تھا۔ اب وہاں سپاٹ دیوار تھی۔ کوئی بھی یہ دیکھ کر اندازہ نہیں لگا سکتا تھا کہ یہاں دروازہ بھی ہو سکتا ہے۔

بوڑھا دروازے سے ہو کر ایک چھوٹے سے کمرہ میں داخل ہوا۔ اس کمرے میں ایک میز اور ایک کرسی موجود تھی۔ سامنے والی دیوار میں ایک بڑی سی الماری موجود تھی۔ بوڑھا تیزی سے اس الماری کی طرف بڑھا۔ اس نے الماری کے پٹ کھولے اور اس میں پڑا ہوا ایک ٹرانسسٹر نما ٹرانسمیٹر اٹھا کر میز پر رکھا اور خود کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گیا۔

اس نے بٹن دبا کر ٹرانسمیٹر آن کر دیا۔ ٹرانسمیٹر سے زوں زوں کی آوازیں نکلنے لگیں وہ ٹرانسمیٹر پر موجود ایک ناب گھما کر ڈائل پر موجود سوئی کو سیٹ کرتا رہا۔ اور پھر ایک مخصوص ہندسے پر سوئی کے پہنچتے ہی ٹرانسمیٹر سے نکلنے والی زوں زوں کی آواز بند ہو گئی۔ اس کی بجائے ایسا شور ٹرانسمیٹر کے سپیکر سے بلند ہونے لگا جیسے لہریں دیوانہ وار ساحل سے ٹکرا رہی ہوں۔

بوڑھے نے ایک اور بٹن دبایا اور مائیک کو منہ سے لگا کر تیز تیز لہجے میں بولنا شروع کیا۔

"ہیلو۔ ہیلو! ——— ہیڈ کوارٹر نمبر الیون تھری ——— بی سکس کالنگ یو ——— ہیلو اوور" ——— بوڑھا بار بار یہی فقرہ دوہراتا رہا۔

جواب میں وہی لہروں کا شور بلند ہوتا رہا۔

اچانک لہروں کا شور بند ہو گیا اور اس کے ساتھ ہی بوڑھا بھی چونک کر سنبھل گیا۔

"یس ——— ہیڈ کوارٹر نمبر الیون تھری ——— سپیکنگ دس اینڈ اوور" ——— دوسری طرف سے ایک غراتی ہوئی آواز سنائی دی۔

"بی سکس سپیکنگ سر اوور" ——— بوڑھے نے مؤدبانہ لہجے میں جواب دیا۔

"یس ——— کیا بات ہے اوور" ——— ؟ دوسری طرف سے بولنے والے نے سخت لہجے میں پوچھا۔

"سر! ——— ڈی الیون دو فارن ایجنٹس مشن ٹوسن ——— ایجنٹ کلاوڈز کو لے کر میرے پاس پہنچا ہے ——— انہیں میں لباس تبدیل کرنے اور میک اپ کرنے کے لیے نیچے تہہ خانے میں چھوڑ آیا ہوں۔ اوور" ——— بی سکس نے رپورٹ دیتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے ——— ہمیں ابھی ابھی اطلاع ملی تھی کہ ڈی الیون انہیں لیکر تمہارے پاس پہنچا ہے۔ انہیں ہر ممکن سہولت مہیا کرو اور انہیں بغیر میرا نمبر بتلائے پیغام دے دو کہ وہ فریکوئنسی نمبر الیون زیرو ون الیٹ سکس نار تھرٹو ڈگری پر مجھ سے بات کر لیں۔ اوور" ——— دوسری طرف سے بی سکس کو ہدایات ملیں۔

"او کے سر! ——— ڈی الیون کے متعلق کوئی خاص ہدایت۔ اوور" ——— ؟ بی سکس نے ڈی الیون کے متعلق وضاحت چاہی۔

"ڈی الیون کو ہدایت کر دو کہ وہ جہاں فارن ایجنٹ چاہیں انہیں وہاں چھوڑ کر ہیڈ کوارٹر ٹو زیرو ٹین پہنچ کر رپورٹ کرے۔ اوور" ——— دوسری طرف سے ڈی الیون سے متعلق ہدایت ملی۔

"او کے سر۔ اوور" ——— بی سکس نے مطمئن انداز میں جواب دیا۔

"اوور اینڈ آل" ——— دوسری طرف سے کہا گیا اور ایک بار پھر لہروں کا شور بلند ہو گیا۔

بی سکس نے بٹن دبا کر ٹرانسمیٹر آف کیا اور پھر اسے اٹھا کر واپس الماری میں رکھکر اس کے پٹ اچھی طرح بند کر دیئے اور خود مڑ کر تیز تیز قدم اٹھاتا دیوار کی طرف بڑھ گیا۔

دیوار پر ایک سرخ رنگ کا بٹن لگا ہوا تھا۔ بوڑھے نے وہ بٹن دبایا۔ دروازہ دوبارہ نمودار ہوا اور بوڑھا واپس سٹور روم میں پہنچ گیا۔ وہاں سے اس نے کرسی کے شکستہ پائے کے ذریعے دروازہ دوبارہ بند کر دیا۔ پھر خود بھی سٹور روم سے باہر نکل آیا سٹور روم کی باہر سے کنڈی لگا کر وہ اس کمرے کی طرف بڑھا جدھر وہ ان لوگوں کو چھوڑ آیا تھا۔

جیسے ہی وہ اس کمرے کے دروازے پر پہنچا۔ وہ تینوں دروازے سے باہر نکل آئے ان تینوں کے حلیے اور لباس قطعی بدلے ہوئے تھے مگر بوڑھے کی تجربہ کار آنکھیں انہیں ان کے جسموں کی بناوٹ سے پہچان گئیں۔

بوڑھے نے ڈی الیون کو ہیڈ کوارٹر کا اور شارپ وائٹ اور بلیک کلارک کو ان کا پیغام پہنچا دیا۔

" او کے نمبر بی سکس! —— تم ہمیں ہمیشہ یاد آؤ گے —— تم جیسے افراد جب تک ہماری قوم میں رہیں گے۔ ہماری قوم پوری دنیا پر چھائی رہے گی "—— شارپ وائٹ نے جذباتی لہجے میں کہا اور پھر بوڑھے سے ہاتھ ملا کر وہ تینوں مین گیٹ کی طرف چل پڑے۔

مین گیٹ کھول کر وہ باہر نکلنے ہی والے تھے کہ اچانک ان تینوں کے سینوں پر مشین گنوں کی نالیں ٹک گئیں۔ فوجیوں نے ان کے گرد گھیرا ڈال لیا تھا۔

ٹائیگر کوٹھی سے باہر نکلا تو وہ اچھا خاصا پریشان اور الجھا ہوا تھا۔ دراصل تازہ ترین گزرا ہوا واقعہ اس کے ذہن کی سکرین پر فلم کی طرح چل رہا تھا۔

وہ کس طرح صفدر کا تعاقب کرتا ہوا اس کوٹھی کے اندر داخل ہوا اور پھر کس طرح اسے اچانک گھیر کر پکڑ لیا گیا۔ پھر ہال میں سلطان، عمران اور دیگر تمام ممبران کی موجودگی —— ایکسٹو کا لانا —— پھر فلم —— اور سب سے آخر میں لڑائی —— اور پھر صفدر کی تہہ خانے سے رہائی۔

یہ تمام سین باری باری اس کے ذہن کے پردے پر مرتسم ہو رہے تھے اور وہ اپنے خیالات کی ادھیڑ بن میں آگے بڑھتا جا رہا تھا۔ اور وہ اس وقت چونکا جب ایک خالی ٹیکسی اس کے قریب آکر رکی۔

" چلیں گے صاحب "——؟ ٹیکسی ڈرائیور نے کھڑکی سے سر باہر نکال کر سوال کیا۔

" ضرور چلوں گا "—— ٹائیگر نے کہا اور پھر ٹیکسی کا دروازہ کھول کر پچھلی سیٹ پر بیٹھ گیا۔

" کلفٹن ہوٹل چلو "—— ٹائیگر نے ٹیکسی ڈرائیور سے کہا اور ڈرائیور نے مودبانہ انداز میں سر جھکاتے ہوئے میٹر ڈاؤن کیا اور گاڑی آگے بڑھا دی۔

مختلف سڑکوں سے گزرتے ہوئے جب ٹیکسی سرکلر روڈ پر پہنچی تو اچانک ڈرائیور بولا۔

"سر!۔۔۔ کیا بات ہے ایک سرخ رنگ کی کار مسلسل ہمارا تعاقب کر رہی ہے"۔

ٹائیگر نے چونک کر پیچھے مڑ کر دیکھا اور پھر دو تین کاروں کے بعد سرخ رنگ کی سپورٹس کار اس کی نظروں میں آ گئی۔ اس نے سب سے پہلے کار کے نمبر دیکھے اور پھر سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔

"تم کب سے اسے چیک کر رہے ہو"۔۔۔ ٹائیگر نے ڈرائیور سے سوال کیا۔

"باسٹن روڈ کے پہلے چوراہے پر سے میں نے اسے چیک کرنا شروع کیا ہے"۔۔۔ ڈرائیور نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"ویری گڈ۔۔۔ تم خاصے ہوشیار ڈرائیور ہو"۔۔۔ ٹائیگر نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر جیب سے ایک چھوٹی سی ڈائری نکال کر اس پر سرخ رنگ کی کار کا نمبر نوٹ کرنے لگا۔ نمبر نوٹ کر کے اس نے ڈائری دوبارہ جیب میں ڈالی اور پھر سنبھل کر بیٹھ گیا۔

"سنو ڈرائیور!۔۔۔ اگلے چوراہے سے گاڑی بائیں طرف موڑ لینا۔۔۔ موڑ مڑتے ہی گاڑی ایک سائیڈ پر روک لینا۔۔۔ میں فوراً اتر جاؤں گا"۔۔۔ ٹائیگر نے ایک نوٹ اس کی گود میں ڈالتے ہوئے کہا۔

اور پھر ڈرائیور نے موڑ مڑتے ہی بریک لگائی اور دوسرے لمحے ٹائیگر اچھل کر فٹ پاتھ پر چلنے والے ہجوم میں گھستا چلا گیا۔ اور ٹیکسی تیزی سے آگے بڑھتی چلی گئی۔

دوسرے لمحے وہ سرخ کار بھی تیزی سے موڑ مڑ کر ادھر آئی اور پھر بغیر رکے آگے بڑھتی چلی گئی۔

کار میں دو غیر ملکی سوار تھے۔ اور دونوں اپنے چہروں سے خاصے معتبر اور معزز لوگ نظر آ رہے تھے۔

ٹائیگر فٹ پاتھ پر کھڑا سرخ کار کو سامنے سے گزرتا دیکھتا رہا۔ جب کار کچھ دور آگے کل گئی تو وہ فٹ پاتھ سے سڑک پر آیا اور پھر اس نے سڑک کو اس تیزی اور پھرتی سے راس کیا کہ انتہائی تیز چلنے والی ٹریفک بھی اس کا کچھ نہ بگاڑ سکی۔

چوک کے قریب ہی ڈیوٹی ٹریفک آفیسر اپنی موٹر سائیکل سمیت کھڑا تھا۔ ہنگامی حالات سے نپٹنے کے لیے ان کی موٹر سائیکل ہر وقت سٹارٹ رہتی ہے تاکہ انہیں ایک لمحے کی بھی تاخیر نہ ہو۔

ٹریفک آفیسر نے غلط طریقے پر ٹائیگر کو سڑک کراس کرتے دیکھ لیا تھا چنانچہ جیسے ہی ٹائیگر سڑک کراس کر کے دوسری سائیڈ پر پہنچا۔ آفیسر نے اسے بلانے کے لیے سیٹیاں مارنی شروع کر دیں۔

ٹائیگر ڈیوٹی آفیسر کے قریب ہی تھا اس لیے جلد ہی وہ آفیسر کے پاس پہنچ گیا۔

"اے مسٹر"۔۔۔ ابھی ڈیوٹی آفیسر فقرہ مکمل بھی نہ کر سکا تھا کہ اچانک ایک زوردار مکہ اس کی کنپٹی پر پڑا۔ اور وہ دوسری طرف الٹ گیا۔ دوسرے لمحے ٹائیگر اچھل کر موٹر سائیکل پر بیٹھ گیا اور پھر تیز رفتار ہیوی موٹر سائیکل کمان سے نکلے ہوئے تیر کی طرح آگے بڑھتی چلی گئی۔

اب ٹائیگر کو امید تھی کہ وہ سرخ کار کو جلد ہی پا لے گا اور وہ موٹر سائیکل کی سپیڈ بڑھاتا چلا گیا۔ شروع میں اُسے ڈیوٹی آفیسر کی تیز سیٹیاں سنائی دیتی رہیں۔ لیکن اب وہ اتنی دور آ چکا تھا کہ سیٹیوں کی آواز کو کافی پیچھے چھوڑ چکا تھا۔

ٹائیگر جلد از جلد سرخ کار سے مسئلے کو نپٹانا چاہتا تھا کیونکہ اسے علم تھا کہ ڈیوٹی آفیسر کی لاسلکی رپورٹ پر تمام شہر کی ٹریفک پولیس الرٹ ہو گئی ہو گی اور اسے کسی بھی لمحے گھیرا جا سکتا تھا۔ ہنگامی طور پر چونکہ اس موٹر سائیکل کے استعمال کے علاوہ اور کوئی طریقہ کار نہیں تھا اس لیے اس نے یہ رسک اٹھا لیا تھا۔

تھوڑی دور آنے کے بعد اسے وہ سرخ سپورٹس کار جاتی ہوئی نظر آ گئی۔ وہ اور بھی

نزدیک ہوگیا۔ تاکہ اس بات کا یقین کر سکے کہ آیا یہ وہی کار ہے یا کوئی اور ——— اور پھر نمبر پلیٹ دیکھتے ہی اسے یقین ہوگیا کہ یہ اسی کی مطلوبہ کار ہی ہے۔

ٹائیگر نے سپیڈ آہستہ کر لی۔ اب تھوڑی دور ایک بڑا چوک آتا تھا اور اسے اچھی طرح احساس تھا کہ اس چوک پر ٹریفک پولیس نے اس کو گھیرے میں لینے کا انتظام کر لیا ہوگا مگر اب وہ سرخ کار کا تعاقب بھی نہیں چھوڑ سکتا تھا۔ ویسے اس نے موٹر سائیکل پر بیٹھتے ہی نقلی مونچھوں کا اضافہ کر لیا تھا۔ اس سے کسی حد تک اس کی شکل بدل گئی تھی لیکن اسے احساس تھا کہ صرف چہرہ بدلنے سے کچھ نہیں ہوتا۔ جب تک وہ اس موٹر سائیکل پر بیٹھا ہے اس وقت تک خطرے میں ہے۔ موٹر سائیکل پر بیٹھا ہوا وہ یوں محسوس کر رہا تھا جیسے وہ کسی سلگتے ہوئے بم پر بیٹھا ہو۔

اچانک وہ سرخ کار چوک سے کافی پہلے ایک بائی روڈ پر مڑ گئی۔ ٹائیگر نے اطمینان کا سانس لیا۔ دوسرے لمحے اس کی موٹر سائیکل بھی اس روڈ پر مڑ گئی۔ اس نے کار سے فاصلہ کافی زیادہ رکھا ہوا تھا۔

اچانک آگے جاتی ہوئی کار ایک چھوٹے سے کیفے کے گیٹ پر رک گئی۔ ٹائیگر نے پھرتی سے نزدیک ترین گلی میں موٹر سائیکل موڑ دی۔ اس نے انتہائی پھرتی اور مہارت سے کام لیا تھا۔ اس طرح اچانک چھوٹی سی گلی میں ہیوی موٹر سائیکل کا موڑنا خطرناک بھی ہو سکتا تھا۔

ٹائیگر نے گلی میں جا کر موٹر سائیکل بند کی اور پھر اس کے ہینڈل پر سے رومال کے ساتھ انگلیوں کے نشان صاف کیے اور بھاگتا ہوا واپس سڑک پر آ گیا۔

کار ابھی تک کیفے کے گیٹ کے سامنے موجود تھی۔ اس میں سوار افراد شاید کیفے میں جا چکے تھے کیونکہ کار خالی تھی۔

ٹائیگر تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا کار کے نزدیک پہنچا اور دوسرے لمحے اس نے ادھر اُدھر

یا اور پھر سڑک پر کسی کو نہ پا کر اس نے بجلی کی سی پھرتی سے اپنا کوٹ اتارا اور اسے الٹ کر پہن لیا۔ کوٹ ڈبل سائیڈڈ تھا۔ اب اس کا کوٹ شوخ چیک کی بجائے ڈن کلر ڑے میں تبدیل ہو چکا تھا۔

ٹائیگر نے اطمینان سے کندھے جھٹکے اور پھر کیفے کے اندر داخل ہوگیا۔ یہ ایک ہوا سا کیفے تھا۔ جس کی چند ہی میزیں آباد تھیں اور میزوں کے ارد گرد بیٹھے ہوئے راد شکل و صورت سے غنڈے معلوم ہو رہے تھے۔ اس لیے ٹائیگر حیران تھا کہ یہ لکی کس لیے کیفے میں داخل ہوتے ہوں گے۔

کیفے کے ہال پر طائرانہ نظر ڈالتے ہی ٹائیگر کو معلوم ہوگیا کہ غیر ملکی ہال میں موجود نہیں ہیں۔ ایک کونے میں کاؤنٹر کے پیچھے ایک انتہائی سخت گیر شکل کا مالک بیٹھا ہوا سے گھور رہا تھا۔ اس کا جسم خاصا سڈول تھا اور اس کی شکل دیکھتے ہی آدمی کو احساس ہو جاتا تھا کہ وہ بات بے بات پر آستین چڑھانے والا شخص ہے۔ ہال میں موجود دیگر راد بھی ٹائیگر کو بغور گھور رہے تھے۔

ٹائیگر ایک خالی کرسی پر بیٹھ گیا۔ اس کے انداز سے اطمینان جھلک رہا تھا جیسے وہ سی نئی جگہ پر نہیں بلکہ جانی پہچانی جگہ پر آیا ہو۔ اس کے بیٹھتے ہی ایک غنڈہ نما بیرہ زی سے اس کی طرف بڑھا۔

"کیا چاہیے" ———؟ اس نے کرخت لہجے میں سوال کیا۔ اس کے انداز سے بازیت نمایاں تھی۔

"کیا مل سکتا ہے یہاں" ———؟ ٹائیگر نے بھی بڑے اکھڑے سے لہجے میں سوال بڑا دیا۔

شراب ——— کھانا ——— چائے ——— اور بہت کچھ" ——— بیرے نے طنزیہ انداز میں جواب دیا۔

"ایک بوتل ڈرائی جن لے آؤ" ـــــ ٹائیگر نے سخت لہجے میں آرڈر دیا۔

"ایک بوتل" ـــــ بیرے نے حیرت سے آنکھیں پھاڑیں۔

"کم ہے تو دو بوتلیں لے آؤ" ـــــ ٹائیگر نے لاپرواہی سے کہا اور بیرہ چند لمحوں تک کچھ نہ بولنے کے بعد کان کھجاتا ہوا واپس کاؤنٹر کی طرف بڑھ گیا۔

ٹائیگر کی تیز نظریں چاروں طرف گھوم رہی تھیں۔ وہ ان غیر ملکیوں کے متعلق سوچ رہا تھا کہ وہ دونوں کہاں چلے گئے ہیں۔ کار کی باہر موجودگی سے تو صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ اندر ہیں ـــــ مگر کہاں ہیں اور کیا کر رہے ہیں ـــــ ؟ یہ سوال جواب طلب تھا۔

چند لمحوں بعد بیرہ دو بوتلیں ڈرائی جن کی لے کر آگیا۔ ساتھ ہی وہ گلاس اور سوڈا بھی لے آیا تھا۔

"یہ گلاس اور سوڈا واپس لے جاؤ ـــــ اور یہ لو اپنی ٹپ" ـــــ ٹائیگر نے لاپرواہی سے جیب میں ہاتھ ڈالا اور پھر پچاس کا نوٹ نکال کر بیرے کے ہاتھ میں پکڑا دیا۔

بیرہ یوں آنکھیں پھاڑے ٹائیگر کو دیکھ رہا تھا جیسے زندگی میں پہلی بار وہ کسی انسان کو دیکھ رہا ہو۔

"میرا منہ کیا دیکھ رہے ہو ـــــ جاؤ اپنا کام کرو" ـــــ ٹائیگر نے اسے ڈانٹتے ہوئے کہا اور وہ کھیسیں نکالتا ہوا واپس مڑ گیا۔

پچاس روپے کی ٹپ شاید زندگی میں اسے پہلی بار ملی تھی اس لیے وہ یوں چل رہا تھا جیسے ہواؤں میں پرواز کر رہا ہو۔

ٹائیگر نے بوتل کا کاک اڑایا اور پھر ایک لمحہ توقف کرنے کے بعد اس نے وہ بوتل منہ سے لگالی۔ وہ غٹاغٹ شراب پیتا چلا گیا۔ اس نے بوتل دوبارہ اس وقت میز پر رکھی جب وہ آدھی سے زیادہ خالی ہو چکی تھی۔ اس نے رومال سے منہ صاف کیا اور پھر ادھر ادھر

ھنے لگا۔

تقریباً تمام ہال کی نظریں اس وقت ٹائیگر پر لگی ہوئی تھیں۔ لیکن اب ان نظروں میں ہیبت کی بجائے قدرے تحسین کے آثار تھے۔ بغیر سوڈا ملائے یوں آدھی سے زیادہ ل ایک ہی سانس میں چڑھا جانے سے لوگ کافی حد تک اس سے مرعوب ہو چکے تھے۔

دوسرے لمحے ٹائیگر نے بوتل دوبارہ اٹھائی اور پھر اس وقت اسے منہ سے علیحدہ یا جب بوتل میں سے شراب کا آخری قطرہ بھی اس کے حلق کے اندر جا چکا تھا۔ اس ے چند لمحے توقف کر کے دوسری بوتل کا کاک اڑایا۔ اور پھر اس سے پہلے کہ وہ اسے ٹھا کر منہ سے لگاتا۔ اچانک پولیس کا ایک دستہ کیفے میں داخل ہوا۔

پولیس کے اندر داخل ہوتے ہی ہال میں بیٹھے ہوئے افراد میں اضطراب اور بے چینی کی لہر دوڑ گئی۔ کاؤنٹر مین اچھل کر کھڑا ہو گیا۔

پولیس تیزی سے کیفے میں داخل ہوئی اور پھر وہ رک کر ہال میں بیٹھے ہوئے تمام افراد کا جائزہ لینے لگی۔

پولیس کے اندر داخل ہوتے ہی ٹائیگر کی نظروں نے ایک سین دیکھ لیا تھا۔ کاؤنٹر کے قریب کھڑا ہوا بیرہ انتہائی پھرتی سے ایک دروازہ میں گھس گیا تھا۔ گو یہ کام اتنی تیزی سے ہوا تھا کہ اور کوئی شخص اسے نہ دیکھ سکا۔ لیکن اس کی نظروں میں یہ آ چکا تھا۔

اب ٹائیگر کو اس خفیہ دروازے کا پتہ چل گیا تھا۔ چنانچہ وہ سنبھل کر بیٹھ گیا۔ اس کے چہرے پر مکمل طور پر اطمینان تھا۔

"تمام لوگ اٹھ کر ادھر دیوار کے ساتھ کھڑے ہو جائیں" ـــــ پولیس انسپکٹر نے سب کو بغور دیکھتے ہوئے کہا۔

"مم ـــــ مگر صاحب ہمارا قصور" ـــــ کاؤنٹر مین نے قدرے خوفزدہ لہجے

میں پولیس انسپکٹر سے پوچھا۔

"ایک مجرم ڈیوٹی ٹریفک آفیسر سے موٹر سائیکل چھین کر اس سڑک پر آیا ہے ___ موٹر سائیکل قریب ہی گلی میں موجود ہے ___ ہمیں وہ آدمی چاہیئے" ___ پولیس انسپکٹر نے ذرا وضاحت سے اپنے مقصد کو بیان کیا۔

کاؤنٹر مین کے چہرے پر اطمینان کے آثار صاف پڑھے جانے لگے

"صاحب! ___ یہاں لوگ کافی دیر سے موجود ہیں ___ آپ دیکھ لیں۔ البتہ" ___ کاؤنٹر مین نے بغور ٹائیگر کی طرف دیکھتے ہوئے نجانے کیوں فقرہ نامکمل چھوڑ دیا۔

"تم ادھر آؤ" ___ پولیس انسپکٹر نے ٹائیگر کی طرف دیکھتے ہوئے اسے اپنے پاس بلایا۔

"میں۔ ہچ ___ میں کیوں ___ ہچ ___ میں تمہارا سالا لگتا ہوں۔ ہچ" ___ ٹائیگر نے نشے میں دھت آدمی کا پارٹ ادا کرنا شروع کر دیا۔

"شٹ اپ ___ ادھر آؤ" ___ پولیس انسپکٹر غصے سے دھاڑا۔

"میں آ رہا ہوں ___ ہچ ___ کل ___ ہچ ___ آجاؤں گا" ___ ٹائیگر نے بوتل اٹھائی اور پھر لڑکھڑاتا ہوا پولیس انسپکٹر کی طرف چل دیا۔

ٹائیگر کی اداکاری اتنی بے داغ تھی کہ یوں محسوس ہو رہا تھا کہ جیسے وہ صدیوں سے یوں ہی نشے میں دھت رہا ہو۔ اور اسے اردگرد کی دنیا کا قطعاً ہوش نہ ہو۔

"یہ تو میرے خیال میں کافی دیر سے نشے میں دھت ہے ___ دیکھو اس کی ٹیبل پر موجود خالی بوتل سے صاف پتہ چلتا ہے کہ کم از کم دو تین گھنٹے سے پی رہا ہے" ___ ایک سب انسپکٹر نے انسپکٹر پر اپنی منطق کا رعب جھاڑا۔

"ہوں ___ معلوم تو ایسے ہی ہوتا ہے ___ اور پھر اس کا کوٹ تو مجرم سے قطعی مختلف ہے" ___ انسپکٹر نے بھی جواباً وار کیا۔ وہ بھلا سب انسپکٹر سے پیچھے کیسے رہ سکتا تھا۔

"ہوں۔ ہچ ___ کیا بات ہے ___ ہچ ___ تم بھی شراب پیو گے" ___ ٹائیگر نے لڑکھڑاتے ہوئے بوتل انسپکٹر کی طرف بڑھا دی۔

انسپکٹر نے غصے سے ٹائیگر کے گال پر ایک تھپڑ جڑ دیا۔ ٹائیگر لڑکھڑاتا ہوا پاس کھڑے کاؤنٹر کے قریب جا گرا۔ بوتل اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر فرش پر جا گری۔

"یہ کار کس کی ہے" ___؟ انسپکٹر اب کاؤنٹر مین سے مخاطب ہوا۔

"معلوم نہیں صاحب! ___ دو آدمیوں نے اسے یہاں روکا اور پھر آگے چلے گئے۔ اس سے پہلے کہ میں انہیں کار سائیڈ میں کرنے کو کہتا۔ وہ آگے جا چکے تھے" ___ کاؤنٹر مین نے بڑے مؤدبانہ انداز میں جواب دیا۔

ٹائیگر لڑکھڑاتا ہوا فرش سے اٹھا۔ اب وہ اس دروازے کے بالکل قریب تھا جہاں سے وہ بیرہ غائب ہوا تھا۔

"چلو واپس چلیں" ___ انسپکٹر شاید مطمئن ہو گیا تھا اس لیے وہ واپسی کے لیے مڑا۔ اس کے ساتھ ہی سب پولیس والے مڑ گئے۔

اسی لمحے ٹائیگر انتہائی پھرتی سے دروازے میں داخل ہوا۔ آگے ایک طویل کاریڈور تھا۔ وہ تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا آگے بڑھتا چلا گیا۔ اب اس کے قدموں میں بے پناہ پھرتی تھی۔ جلد ہی وہ کاریڈور کے آخری سرے پر پہنچ گیا۔ یہاں سیڑھیاں نیچے اتر رہی تھیں وہ سیڑھیاں نیچے اترتا چلا گیا۔

ابھی وہ آخری سیڑھی پر ہی تھا کہ اچانک سامنے والا دروازہ کھلا اور ٹائیگر بجلی کی سی پھرتی سے ایک سائیڈ میں ہو گیا۔

سیڑھیوں پر ملگجی سی روشنی تھی اس لیے دروازہ کھولنے والا اسے دیکھ نہ سکا اور وہ تیزی سے سیڑھیاں چڑھتا ہوا کاریڈور میں چلا گیا۔ یہ وہی بیرہ تھا جو اس سے پہلے اندر داخل ہوا تھا۔ جب وہ کاریڈور میں چلا گیا تو ٹائیگر آگے بڑھا۔ اس نے دروازے میں داخل

ہونے سے پہلے کوٹ کی اندرونی جیب میں ہاتھ ڈالا اور ریوالور کو پکڑ کر کوٹ سے باہر نکال لیا۔ یہ وہ ریوالور تھا جسے وہ ہال سے باہر نکلتے ہوئے اٹھا لایا تھا۔ اس نے دروازہ کھولا اور پھر تیزی سے اندر داخل ہو گیا۔

یہ ایک چھوٹا سا کمرہ تھا جو اس وقت قطعی خالی تھا۔ ٹائیگر ایک لمحے کے لیے حیرت بھری نظروں سے اس خالی کمرے کو دیکھتا رہا۔ پھر اس کی نظریں اچانک بائیں سائیڈ میں موجود ادھ کھلے دروازے پر پڑ گئیں۔ وہ بڑی احتیاط سے آہستہ آہستہ چلتا ہوا اس دروازے کے قریب پہنچا۔ دوسرے لمحے اس کے کانوں میں ایک آدمی کی آواز پڑی۔

"یس باس! ۔۔۔ ہم اپنی پوری کوشش کریں گے کہ دونوں کا مشن کامیاب ہو جائے اوور"۔

ٹائیگر نے جھانک کر دیکھا تو اسے وہی دو غیر ملکی کمرے میں بیٹھے ہوئے نظر آئے جن کا تعاقب کرتا ہوا وہ یہاں تک آیا تھا۔

ایک غیر ملکی کافی بڑا ٹرانسمیٹر سامنے رکھے ہیڈ فون کانوں پر چڑھائے کسی سے بات چیت میں مصروف تھا اور دوسرا ایک کاپی پر جھکا ہوا تیزی سے کچھ لکھ رہا تھا۔ شاید ٹرانسمیٹر پر ہونے والی گفتگو نوٹ کر رہا تھا۔ ان دونوں کی پشت دروازے کی طرف تھی۔

ٹائیگر بڑی احتیاط سے کمرے میں داخل ہو گیا۔ اس نے حتی المقدور احتیاط کی کہ ہلکی سی بھی آواز پیدا نہ ہو اور وہ اس بات میں کامیاب بھی ہو گیا۔ اندر داخل ہو کر اس نے آہستہ سے دروازہ بند کیا اور پھر آٹومیٹک لاک کی اندر سے "کی" گھما دی۔ اب دروازہ جب تک اندر سے نہ کھولا جاتے باہر سے اسے کسی طرح بھی نہیں کھولا جا سکتا تھا۔

ٹائیگر ریوالور ہاتھ میں پکڑے خاموش کھڑا ٹرانسمیٹر پر ہونے والی بات چیت سنتا رہا۔

"نمبر اے مقری و بی ون! ۔۔۔ ہم چاہتے ہیں کہ مشن جلد از جلد کامیاب ہو ۔۔۔ تم مقامی طور پر ڈی۔ آئی۔ اے کے سرکردہ افراد میں سے ہو اس لیے تم دونوں اچھی طرح کر سکتے ہو ۔۔۔ کوشش کرو کہ وہ جلد از جلد مشن ختم کر کے واپس آجائیں ۔۔۔ دوسری طرف سے ایک سپاٹ سی آواز نے کہا۔

"یس باس! ۔۔۔ مگر وہ دونوں مشہور و معروف ایجنٹ ہیں اور پھر ہم سے بہت سینیئر ہیں اس لیے ہم انہیں اسسٹ تو کر سکتے ہیں مگر اپنی مرضی سے نہیں چلا سکتے ۔۔۔ ہاں! البتہ اگر آپ ان دونوں کو واپس بلا لیں تو ہم اس بات کی گارنٹی دیتے ہیں کہ ہماری مقامی برانچ خود ہی ایجنٹو کو بے نقاب کر لے گی۔ اوور"۔ نمبر اے مقری نے جواب دیا۔

"شٹ اپ ۔۔۔ اعلیٰ حکام جو فیصلہ کرتے ہیں ٹھیک کرتے ہیں ۔۔۔ آئندہ ان کے فیصلے پر نکتہ چینی نہ کرنا۔ اوور"۔۔۔ دوسری طرف سے غراہٹ آمیز لہجے میں آواز آئی۔

اور نمبر اے مقری کانپ کر رہ گیا۔ اس سے پہلے کہ وہ کوئی جواب دیتا۔ اچانک اس کے قریب بیٹھے ہوئے بی ون نے غیر ارادی طور پر مڑ کر دیکھا اور پھر ٹائیگر کو بڑے سکون سے وہاں کھڑا دیکھ کر اس کی حیرت سے سٹی گم ہو گئی۔ مگر دوسرے ہی لمحے وہ انتہائی تیزی سے مڑ کر کھڑا ہو گیا اور اس بار اس کے ہاتھ میں ریوالور تھا۔

ٹائیگر کے دونوں ہاتھ پشت پر تھے اور وہ بڑے سکون کے ساتھ کھڑا تھا اس کے چہرے پر بڑی عجیب سی مسکراہٹ کھیل رہی تھی۔

"کون ہو تو" ۔۔۔ ؟ بی ون چیتے کی طرح غرایا۔

اے مقری نے بھی فوراً اوور اینڈ آل کہا اور پھر ٹرانسمیٹر کا بٹن آف کر کے بڑی پھرتی سے ہیڈ فون سر سے اتار پھینکا۔ اب وہ بھی الرٹ ہو گیا تھا۔ اس کے ہاتھ میں بھی ریوالور چمک رہا تھا۔

ٹائیگر نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ اسی طرح بڑی خاموشی اور اطمینان سے کھڑا تھا۔

"کون ہو تم ــــ ؟ اور یہاں کیسے پہنچے" ــــ ؟ بی ون پھر غرایا۔ اور ان دونوں کے ریوالوروں کے رخ ظاہر ہے ٹائیگر کی طرف ہی تھے اور ان کی انگلیاں ٹریگرز پر جمی ہوئی تھیں۔

"تم دونوں نے آپس میں بات چیت ختم کر لی ــــ یا ــــ ابھی کچھ باقی رہ گئی ہے" ــــ ؟ ٹائیگر نے ان دونوں سے ایسے لہجے میں پوچھا جیسے خود ان کا باس ہو۔

"شٹ اپ ــــ اینڈ ہینڈز اپ" ــــ نمبر اے مقری کو ٹائیگر کے سکون پر جلال آگیا۔

ٹائیگر کا اطمینان سے بھرپور لہجہ واقعی مخالف کے شدید غصے کا محرک بن جاتا تھا اور ٹائیگر تو شاید خود اسی بات کے انتظار میں تھا کہ وہ ہینڈز اپ کا آرڈر دیں۔

چنانچہ اس نے ہاتھ اٹھانے کے لیے دونوں ہاتھوں کو حرکت دی اور پھر دونوں کو ایسے محسوس ہوا جیسے بجلی چمکی ہو۔

دوسرے لمحے دو دھماکے ہوئے اور مقابل میں دونوں افراد کے ہاتھوں سے ریوالور نکل کر دور جا گرے تھے۔

اب ٹائیگر کے ہاتھ میں ریوالور چمک رہا تھا اس کی نال سے اب تک ہلکا ہلکا دھواں نکل رہا تھا۔ واقعی وہ کمال کا نشانہ باز ثابت ہوا تھا۔ اتنی تیزی اور اتنی پھرتی کہ وہ دونوں تصور بھی نہ کر سکتے تھے۔

"اب تم دونوں اپنے ہاتھ اوپر کر لو ــــ خبردار! اگر شرارت کی" ــــ ٹائیگر نے اسی طرح انہیں اطمینان سے حکم دیا۔ لیکن وہ بھی شرارت کرنے سے باز نہ آئے۔ اور ہاتھ اٹھاتے اٹھاتے اچانک بی ون کا ہاتھ حرکت میں آیا اور قریب پڑی کرسی بندوق کی گولی کی طرح ٹائیگر کی طرف لپکی۔

ٹائیگر نے کرسی سے بچنے کے لیے پھرتی سے ایک طرف چھلانگ لگائی اور اسی وقت مقری نے بھی اس پر چھلانگ لگا دی۔ گو ٹائیگر نے اسے ڈاج دینے کی بیحد کوشش کی لیکن وہ دونوں ایک دوسرے میں الجھ کر دروازے کے قریب گر گئے۔

اسی لمحے دروازے کی دوسری طرف سے بھی شور بلند ہوا۔ جیسے دو تین آدمی ادھر آ رہے ہوں۔

اسی شور نے اے مقری اور بی ون کو ایک لمحے کے لیے چونکا دیا اور اسی لمحے سے ٹائیگر نے فائدہ اٹھایا اور دوسرے لمحے وہ یوں اچھل کر کھڑا ہو گیا جیسے اس کا جسم سپرنگوں سے بنا ہوا ہو۔

ریوالور تو ٹائیگر کے ہاتھ سے نکل چکا تھا مگر اس سے پہلے کہ اے مقری اٹھتا بی ون اس پر جھپٹ پڑا۔ ٹائیگر نے اپنے جسم کو ہلکا سا خم دیا اور پھر دوسرے لمحے بھاری بھرکم بی ون مٹی کے بے جان کھلونے کی طرح اس کے ہاتھوں پر بلند ہوتا چلا گیا۔

اسی لمحے دروازہ زور سے کھلا اور کاؤنٹر مین کی خوفناک شکل دروازے پر نظر آئی دوسرے لمحے ٹائیگر نے اپنے ہاتھوں کو جھٹکا دیا اور ہاتھوں پر اٹھا ہوا بی ون راکٹ کی طرح سیدھا کاؤنٹر مین کے سینے سے جا ٹکرایا۔ کاؤنٹر مین کے پیچھے بھی دو آدمی موجود تھے۔

بی ون کا ٹکرانا ان تینوں کے لیے ہولناک ثابت ہوا۔ اور وہ تینوں وہیں گیلری میں ہی لڑھک گئے۔

اس دوران اے مقری ایک داؤ ٹائیگر پر استعمال کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ اس نے جھپٹ کر ٹائیگر کو پشت کی طرف سے دونوں بازوؤں میں جکڑ لیا اور دوسرے لمحے

اس نے چاہا کہ ٹائیگر کو اپنے بازوؤں کے سہارے فرش پر دے مارے کہ ٹائیگر نے دونوں کہنیاں پوری قوت سے اے مقری کے پہلوؤں میں ماریں اور پھر اے مقری کے حلق سے ایک چیخ بلند ہوئی اور ٹائیگر کے گرد بازوؤں کا حلقہ ڈھیلا پڑ گیا۔ ٹائیگر بجلی کی سی تیزی سے مڑا اور دوسرے لمحے اے مقری اس کے سینے سے آلگا۔ اب اے مقری کی پشت ٹائیگر کے سینے سے ٹکرا رہی تھی اور اس کا ایک بازو اس کی گردن اور دوسرا اس کی کمر پر لپٹا ہوا تھا۔

اب اے مقری بری طرح ٹائیگر کے شکنجے میں جکڑا جا چکا تھا۔ گو اس نے چھڑانے کی بے حد کوشش کی مگر شکاری کا جال سخت تھا۔ جیسے ہی اے مقری رہا ہونے کی جدوجہد کرتا۔ ٹائیگر گردن پر دباؤ مزید بڑھا دیتا۔ اے مقری کی آنکھیں اپنے حلقوں سے باہر امنڈ آئیں۔ اور چہرہ سرخ ہوگیا۔ اس کا دم گھٹ رہا تھا۔ اور اس کی پشت پر ٹائیگر کھڑا بڑے اطمینان سے مسکرا رہا تھا۔ جیسے شاہین نے پنجوں میں ایک ننھی سی چڑیا کو دبوچ رکھا ہو۔

بی ون، کاؤنٹر مین اور اس کے دو ساتھی سامنے دروازے پر کھڑے حیرت سے اس منظر کو دیکھ رہے تھے۔ اے مقری ان کے وسیع حلقے میں آئرن مین کے نام سے یاد کیا جاتا تھا۔ آج تک بڑے بڑے شہزور اس کے مقابلے میں دو تین منٹ سے زیادہ نہ جم سکے تھے۔ اور اس کا چیلنج تھا کہ وہ چار آدمیوں سے بیک وقت لڑ سکتا ہے اس وقت ایک نوجوان کے شکنجے میں جکڑا ہوا بے بس نظر آ رہا تھا۔ اب تو اس کی زبان بھی حلق سے قدرے باہر نکل آئی تھی اور تکلیف کی شدت سے آنکھوں سے مسلسل پانی بہہ رہا تھا۔

اور ٹائیگر واقعی ٹائیگر تھا۔ بے مثال اور شہ زور قوت کا حامل۔

"تمہارا اے مقری اس وقت موت اور زندگی کے دوراہے پر کھڑا ہے ___ صرف ایک جھٹکا اس کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اس دنیا سے چھٹکارا دلا سکتا ہے" ___ ٹائیگر نے بڑے اطمینان سے ان چاروں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"چھوڑ دو اسے ورنہ تمہیں گولی مار دیں گے" ___ بی ون ہذیانی انداز میں چیخا۔ اس کے لہجے اور گھبراہٹ سے ٹائیگر کو معلوم ہوگیا کہ اے مقری کسی غیر معمولی حیثیت کا حامل ہے۔

چنانچہ ٹائیگر نے فوری طور پر فیصلہ کر لیا کہ اے مقری کو وہ ہر قیمت پر اپنے ساتھ لے جائے گا۔ اس کو واثق یقین تھا کہ اے مقری عمران کے لیے ایک اچھا تحفہ ثابت ہوگا۔

"مار دو گولی" ___ ٹائیگر اے مقری کو لے کر آگے دروازے کی طرف آہستہ آہستہ بڑھنے لگا۔

"رک جاؤ ___ چھوڑ دو اسے" ___ اچانک کاؤنٹر مین نے ریوالور نکال لیا۔ اور پھر اس کے سر کے اشارے پر اس کے پیچھے موجود دو آدمی بھی ہاتھ میں ریوالور لیے سائیڈوں میں بکھر گئے۔ وہ شاید ٹائیگر کو چاروں طرف سے گھیرنے کا پروگرام بنا رہے تھے۔ ٹائیگر کے ہاتھ میں ریوالور نہ تھا۔ اس لیے اگر وہ گھیرا ڈال لیتے تو یقیناً ٹائیگر کا پروگرام ناکام ہو سکتا تھا۔

"رک جاؤ ___ اگر تم نے ذرا بھی حرکت کی تو میں اے مقری کی گردن توڑ دوں گا"۔ ٹائیگر نے غراتے ہوئے کہا۔

اور پھر بی ون کے اشارے سے وہ سب رک گئے۔ کیونکہ بی ون کو یقین ہو گیا تھا کہ ٹائیگر جو کچھ کہہ رہا ہے کر گزرے گا۔

"اپنے ریوالور پھینک دو ___ اور دور ہٹ جاؤ ___ جلدی کرو" ___ ٹائیگر نے اب مزید وقت ضائع کرنا مناسب نہ سمجھا۔ اس کے لہجے میں بے پناہ سختی تھی۔

بی ون کے اشارے پر سب نے ریوالور پھینک دیئے اور پیچھے ہٹتے چلے گئے۔

ٹائیگر اے مقری کو گھسیٹتا ہوا کمرے سے گیلری میں لے آیا۔ دروازے سے گزرتے ہوئے اس نے اچانک ایک ایسی حرکت کی جو باقی سب کے لیے یقیناً حیران کن ثابت ہوئی۔

ٹائیگر اچانک اے مقری کو لیے ہوئے تیزی سے جھکا اور پھر بجلی کی سی پھرتی سے اس نے اے مقری کی کمر سے ہاتھ اٹھایا۔ دوسرے لمحے فرش پر پڑا ہوا ریوالور اس کے ہاتھ میں تھا۔ مگر اے مقری کیلئے اتنا وقفہ کافی تھا۔

اس سے پہلے کہ ٹائیگر ریوالور پکڑ کر سیدھا ہوتا۔ اے مقری نے اچانک اپنے جسم کو جھٹکا دیا اور دوسرے لمحے ٹائیگر اچھل کر برآمدے میں جاگرا۔ پھر سب اس پر بری طرح ٹوٹ پڑے۔ ٹائیگر ان سب کے درمیان دب گیا۔ مگر دوسرے ہی لمحے اس نے پوری قوت سے اپنے جسم کو جھٹکا دیا اور اس سے لپٹے ہوئے تینوں آدمی دیواروں سے جا ٹکرائے۔

ٹائیگر نے ہاتھ میں پکڑے ہوئے ریوالور کا ٹریگر دبا دیا اور پھر وہ ٹریگر مسلسل دباتا چلا گیا اور نتیجے میں گیلری میں چیخوں کا طوفان آگیا۔

کاؤنٹ مین، اس کے دو ساتھی اور بی ون ڈھیر ہو چکے تھے۔ اے مقری جو اب تک اپنی گردن مسلنے میں لگا ہوا تھا۔ اکیلا رہ گیا۔ اس کے تصور میں بھی نہیں تھا کہ پانسہ یوں اچانک پلٹ جائے گا۔

اس سے پہلے کہ وہ سنبھلتا۔ ٹائیگر نے آگے بڑھ کر لفٹ ہک پوری قوت سے اس کی بائیں کنپٹی پر جما دیا۔ اور اے مقری لڑکھڑا گیا۔ اور پھر ٹائیگر نے لاتوں اور مکوں کی اے مقری پر بارش کر دی۔

جب ٹائیگر کو یقین ہو گیا کہ اب اے مقری کم از کم دو تین گھنٹوں کے لیے ہوش و حواس سے ہاتھ دھو بیٹھا ہے۔ تو اس نے اپنے ہاتھ روکے اور پھر جھک کر ایک

ے بے ہوش اے مقری کو اٹھا کر کاندھے پر لادا اور کیفے کے ہال کے بڑے دروازے ف بڑھا۔

جب وہ دروازہ کھول کر ہال میں آیا تو ہال تقریباً خالی تھا۔ چند بیرے اِدھر اُدھر ے تھے۔

ٹائیگر نے کسی طرف بھی توجہ دیئے بغیر تیزی سے آؤٹ گیٹ کی طرف چھلانگ ی۔ اس سے پہلے کہ بیرے صورت حال کو سمجھتے۔ کیفے کے باہر کھڑی کار کا دروازہ ل کر وہ اے مقری کو اندر پھینک چکا تھا۔ دوسرے لمحے اس نے ڈرائیونگ سیٹ بھال لی۔ مگر اب مسئلہ تھا اگنیشن کی چابی کا۔ اس نے پھرتی سے جیب میں ہاتھ ڈالا پیپر فاؤنٹین پن نکال کر اس کا ایک سرا توڑ دیا۔ اس کے دوسرے سرے سے ایک ماسٹر ی باہر نکل آئی۔

اب بیرے بھی کار کے گرد اکٹھے ہو گئے تھے۔ ایک بیرے نے جھٹکے سے دروازہ لا مگر اتنے میں ٹائیگر کی اگنیشن میں ڈال کر گاڑی سٹارٹ کر چکا تھا۔ اس نے ک جھٹکے سے کار آگے بڑھا دی۔ مگر وہ حرام صورت بیرہ کار کے شدید جھٹکے کے وجود اندر آنے میں کامیاب ہو گیا اور دوسرے بیرے شور مچاتے ہوئے کار کے پیچھے دوڑنے لگے۔

ٹائیگر نے ایک ہاتھ سے ریوالور نکالنے کی کوشش کی مگر بیرہ بجلی کا بنا نکلا اس نے پھرتی سے ایک ہاتھ ریوالور پر مار دیا اور ریوالور ٹائیگر کے ہاتھ سے نکل کر سیٹ کے نیچے جا پڑا۔ بیرہ اب ٹائیگر سے لپٹ گیا اور اس نے ایک ہاتھ سٹیرنگ پر ڈال دیا تھا۔ گاڑی چونکہ کافی تیز رفتاری سے جا رہی تھی لہذا ان دونوں کے آپس کے جھگڑے سے گاڑی لڑکھڑانے لگی۔

ٹائیگر نے اچانک بیرے کی گردن پر ہاتھ ڈال دیا اور پھر پوری قوت سے دبانے

لگا۔ بیرہ اس دوران گردن چھڑانے کی بجائے ایک ہاتھ سے لگاتار ٹائیگر کے پہلو میں مکے مار رہا تھا۔ دوسرا ہاتھ بدستور سٹیئرنگ کو قابو کئے ہوئے تھا۔

ٹائیگر کے لیے عجیب صورت حال پیدا ہو گئی تھی۔ اس کی توجہ کار کی سٹیئرنگ سے ہٹ کر بیرے پر مرکوز ہو گئی۔ پھر اس نے پوری قوت سے اس کی گردن دبا دی۔ بیرے کے ہاتھ ڈھیلے پڑ گئے اور ٹائیگر نے اس سے جان چھڑا کر دوبارہ کار کی طرف توجہ دی۔

مگر اتنے میں کار گو ہلکی سپیڈ میں ہونے کے باوجود خاصی تیزی سے جا رہی تھی کیونکہ پیچھے بیرے بدستور شور مچاتے بھاگے چلے آ رہے تھے اس لیے وہ کار کو بالکل نہ روک سکا۔ کیونکہ ایک بیرے سے جان چھڑانا مشکل ہو گیا تھا۔ سب اکٹھے ہو جاتے تو ـــ

ٹائیگر نے جب کار کی طرف توجہ دی تو وقت گزر چکا تھا۔ کار چھوٹی سڑک سے نکل کر مین روڈ کے چوک میں پہنچ چکی تھی۔ اور پھر اس سے پہلے کہ ٹائیگر بریک لگائے اچانک ایک تیز رفتار ٹرک عین کار کے اوپر چڑھ آیا۔ ٹائیگر نے کار تیزی سے موڑ دی۔ دوسرے لمحے ایک خوفناک دھماکے سے ماحول گونج اٹھا۔



اس اچانک افتاد سے وہ تینوں ٹھٹھک کر کھڑے ہو گئے۔ فوجی تعداد میں

چھ تھے۔ اور سب کے ہاتھوں میں مشین گنیں تھیں۔

" ان کی تلاشی لو" ـــ ایک آفیسر نے دوسرے فوجی کو حکم دیا۔

" کیا بات ہے ـــ؟ آپ کیا چاہتے ہیں" ـــ؟ شارپ وائلی نے سخت لہجے میں کہا۔ جیسے وہ اس طرح اچانک روک لیے جانے پر چراغ پا ہو گیا ہو۔

" آپ براہ کرم خاموش رہیں" ـــ اسی آفیسر نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

پھر ایک فوجی مشین گن کندھے سے لٹکا کر آگے بڑھا۔

وہ تینوں بے بس کھڑے تھے۔ ظاہر ہے چھ مسلح فوجیوں کے سامنے وہ کیا کر سکتے تھے۔ اگر زیادہ بھی پھرتی کرتے تو زیادہ سے زیادہ ایک فوجی کو مار لیتے۔ مگر ان تینوں کے جسموں میں مشین گن کی گولیاں جتنے سوراخ بناتی۔ اس کے تصور سے ہی ان کی روح کانپ اٹھتی تھی۔

ادھر ظاہر ہے کہ ان تینوں کی جیبوں میں ریوالور موجود تھے اور یہ بات بھی اظہر من الشمس تھی کہ ان تینوں کے پاس ان ریوالوروں کے لائسنس نہیں تھے۔ اس طرح معاملہ طول کھینچ سکتا تھا۔ ظاہر ہے فوجی انہیں شیشے میں اپنے ہیڈ کوارٹر لے جاتے اور پھر وہاں جا کر ان کے میک اپ کا بھی پول کھل جاتا۔ اور وہ حقیر چوہوں کی طرح حکومت کے ہتھے چڑھ جاتے۔ عجیب سی سچوئشن پیدا ہو گئی تھی۔ نہ جائے ماندن نہ پائے رفتن والا معاملہ تھا۔

فوجی تیزی سے ان تینوں کی تلاشی لینے کے لیے بڑھا اور ابھی وہ شارپ وائلی کے قریب پہنچا ہی تھا کہ اچانک وہ بوڑھا پھاٹک سے باہر نکلا۔ وہ اپنی بھینچی آنکھوں سے اس منظر کو دیکھنے لگا۔ اس کے جھریاں پڑے چہرے پر حیرت کے آثار نظر آ رہے تھے۔ اس سے پہلے کہ فوجی شارپ وائلی کی جیب میں ہاتھ ڈالتا۔ بوڑھا زور سے چیخا

" یہ آپ لوگ کیا کر رہے ہیں ـــ؟ یہ میرے معزز گاہک ہیں ـــ کیا آپ میرا فارم

بند کرانا چاہتے ہیں" ——؟

فوجی ٹھٹھک کر رک گیا۔

بوڑھا تیزی سے آگے بڑھ آیا اور پھر وہ شارپ وائی اور فوجیوں کے درمیان کھڑا ہو گیا۔

"میرا نام جیکسن ہے —— اور میں پچھلے چالیس سال سے اس ملک کا محب وطن باشندہ ہوں —— آپ میرے معزز گاہکوں کی توہین کر کے اس ملک کے ایک آزاد شہری کی تجارت میں رخنہ اندازی کر رہے ہیں —— یہ جرم ہے —— زیادتی ہے" —— بوڑھا ہذیانی انداز میں شور مچا رہا تھا۔

"آپ کا کس چیز کا فارم ہے" ——؟ فوجی بوڑھے کے لہجے اور الفاظ سے زیادہ اس کی بزرگی سے متاثر معلوم ہوتا تھا۔

"میں شہد کی مکھیاں پالتا ہوں اور شہد بیچتا ہوں —— میرے پاس حکومت کا اے کلاس کا لائسنس موجود ہے اور مجھے ملک کی خدمت کے عوض حکومت کی طرف سے اعزاز بھی مل چکا ہے" —— بوڑھے نے فوجی آفیسر پر رعب جمایا۔

"دراصل بات یہ ہے کہ" —— فوجی آفیسر نے حکومت کی طرف سے اعزاز ملنے کا سن کر انتہائی نرم لہجے میں کچھ کہنا چاہا۔

"آپ لوگ اندر تشریف لے آئیں —— اب میں اتنا گیا گزرا بھی نہیں کہ اپنے ملک کے قابلِ فخر فوجیوں کی معمولی سی خدمت بھی نہ کر سکوں" —— بوڑھے نے بھی اس دفعہ انتہائی خلیق لہجے میں جواب دیا۔

"چلیں" —— فوجی افسر نے بوڑھے کی بات مان لی۔

"اچھا ہمیں اجازت" —— شارپ وائی نے اجازت طلب نظروں سے فوجی آفیسر کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"نہیں —— آپ بھی ہمارے ساتھ اندر چلیں —— ہم جب تک مطمئن نہیں ہو جائیں گے —— آپ کو جانے کی اجازت نہیں دی جائے گی" —— فوجی آفیسر اپنے فرائض سے غافل نہیں تھا۔

شارپ وائی نے یوں کندھے جھٹکے جیسے وہ سخت بیزاری محسوس کر رہا ہو، پھر وہ سب فارم کے اندر ڈرائینگ روم میں جا کر بیٹھ گئے۔

"آپ تشریف رکھیں —— میں آپ حضرات کے لیے کافی بنا لاؤں" —— بوڑھے نے انہیں بٹھانے کے بعد کہا۔

"نہیں محترم! —— آپ تشریف رکھیے —— پہلے ہمیں اپنا فرض انجام دے دینے دیجیے اس کے بعد میں نے مناسب سمجھا تو آپ کی طرف سے کافی کی دعوت قبول کر لوں گا" —— فوجی آفیسر نے اس بار قدرے سخت لہجے میں کہا۔ اور بوڑھا خاموشی سے بیٹھ گیا۔

"دیکھیے بات یہ ہے کہ دو مجرم یہاں سے تقریباً چار میل دور سے ایک جیپ میں سوار ہو کر فرار ہوئے ہیں —— وہ انتہائی خوفناک مجرم ہیں —— جیپ کے ٹائروں کے نشانات آپ کے فارم کی طرف سیدھے آتے ہیں اور پھر آپ کے فارم سے آگے تقریباً دو سو گز تک چلے گئے ہیں۔ اس کے بعد ٹائروں کے نشانات یوں غائب ہو گئے ہیں جیسے گدھے کے سر سے سینگ —— ہم نے ارد گرد کا سارا علاقہ چھان مارا ہے ہمیں کہیں بھی جیپ کے ٹائروں کے نشانات نہیں ملے —— اس سے صاف ظاہر ہے کہ آپ کا فارم مشکوک ہے —— یا تو مجرم یہیں چھپے ہوئے ہیں یا پھر آپ کے علم میں ہے کہ مجرم کہاں گئے ہیں —— ہمیں اس بات کا اطمینان کرا دیں کہ آپ کا مجرموں سے کوئی تعلق نہیں —— ہم واپس چلے جائیں گے" —— فوجی آفیسر نے بات کی وضاحت کر دی۔

"لیکن مجھے تو قطعی علم نہیں کہ کب یہاں جیپ آئی اور کہاں گئی" ــــ بوڑھے نے بڑے پُراعتماد لہجے میں جواب دیا۔

"ہوں ــ یہ آپ کے گاہک ہیں" ــ ؟ فوجی آفیسر نے اب ان کی طرف بغور دیکھتے ہوئے کہا۔

"جی ہاں" ــ بوڑھے نے جواب دیا۔

"آپ اس فارم میں کب تشریف لائے تھے" ــ ؟ فوجی آفیسر اس بار براہِ راست بلیک کلارک سے مخاطب ہوا۔

"دو گھنٹے پہلے" ــ بلیک کلارک نے انگریزی میں جواب دیا۔

بلیک کلارک چونکہ فوجی آفیسر سے پہلی بار بولا تھا اس لیے فوجی آفیسر اس کا لہجہ سن کر چونک پڑا۔

بلیک کلارک کا لہجہ خالص ایکریمی تھا۔ جبکہ اس نے میک اپ مقامی آدمی کا کیا ہوا تھا۔

فوجی آفیسر کو چونکتے دیکھ کر شارپ وائلی، ڈی الیون اور بوڑھا تینوں کھٹک گئے کہ معاملہ خراب ہو گیا ہے۔

"آپ مقامی ہیں" ــ ؟ فوجی آفیسر نے دوبارہ بلیک کلارک سے پوچھا۔ اس کے لہجے میں ہلکا سا طنز موجود تھا۔

"اوہ! ــ آپ شاید میرے ایکریمی لہجے پر چونکے ہیں ــ بات دراصل یہ ہے کہ میں بچپن سے ہی اپنے والد کے ساتھ ایکریمیا چلا گیا تھا۔ مجھے اس ملک میں آئے ہوئے پانچ سال ہوئے ہیں اس لیے میرا لہجہ ایکریمی ہے" ــ بلیک کلارک نے وضاحت کی۔ اور آفیسر اس کی وضاحت سے قدرے مطمئن نظر آنے لگا۔ باقی لوگوں نے بھی اطمینان کی سانس لی۔ کیونکہ ایک بڑا مسئلہ بلیک کلارک نے چند فقروں

میں حل کر دیا تھا۔

"آپ کس چیز پر فارم آئے تھے" ــ ؟ اس دفعہ فوجی آفیسر نے ایک اور سوال کیا۔

بوڑھا فوجی آفیسر کی ذہانت کی دل ہی دل میں داد دینے لگا۔

"کار پر" ــ شارپ وائلی نے جواب دیا۔ وہ چونکہ مختلف لہجوں پر بخوبی قادر تھا اس لیے اس کا لہجہ قطعی مقامی معلوم ہو رہا تھا۔

"وہ کار کہاں ہے" ــ ؟ آفیسر نے کھرے لہجے میں سوال کیا۔

"دراصل بات یہ ہے جناب! کہ انہوں نے میرے کہنے پر کار واپس بھیج دی۔ کیونکہ آفس میں ان کے سیکرٹری کو کار کی اشد ضرورت تھی ــ اب یہ میری کار میں واپس جائیں گے" ــ بوڑھے نے بات کو سنبھالا دیتے ہوئے کہا۔

"ہونہہ ــ مگر محترم! ــ باہر اس جیپ کے علاوہ اور کسی کار کے ٹائروں کے نشانات نہیں ہیں ــ اس سے میں کیا سمجھوں" ــ ؟ فوجی آفیسر نے نیا نکتہ نکالا۔

اور اس بات سے ان تینوں کے علاوہ بوڑھے کی شخصیت بھی مشکوک ہو گئی۔

"یہ عجیب بات ہے ــ کار آئی ہے اور اس کے ٹائروں کے نشانات بھی ضرور ہونے چاہئیں" ــ بوڑھے نے عجیب سے لہجے میں کہا۔

"لیکن میں کہہ رہا ہوں کہ نشانات نہیں ہیں ــ ہم نے آپ کے فارم کے ارد گرد کا کافی علاقہ بغور چیک کیا ہے" ــ آفیسر نے اس بار بے حد سخت لہجے میں جواب دیا۔

"لیکن میں کہتا ہوں کہ کار کے نشانات موجود ہیں" ــ شارپ وائلی نے کہا۔

"تو کیا میں جھوٹ بول رہا ہوں" ــ فوجی آفیسر شارپ وائلی پر چڑھ گیا۔

"ارے آپ لڑیں نہیں ——— ہم سب باہر جاکر دیکھ لیتے ہیں کہ کس کی بات صحیح ہے ——— ابھی فیصلہ ہو جائے گا" ——— بوڑھے نے بڑی حلیمی سے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"او کے ——— ٹھیک ہے چلیں" ——— فوجی آفیسر کھڑا ہو گیا۔ اس کا چہرہ غصے سے سرخ ہو رہا تھا۔

"ٹھہریئے! ——— ابھی چلتے ہیں ——— میں آپ کے لیے کافی تو لے آؤں۔ پھر باہر جاکر نشانات چیک کر کے آپ کی تسلی کرا دیتے ہیں" ——— بوڑھے نے اٹھ کر باقاعدہ فوجی آفیسر کا بازو پکڑ کر اسے زبردستی بٹھا دیا۔

فوجی آفیسر اس بار بوڑھے کی دعوت پر انکار نہ کر سکا۔ فوجی سپاہی بھی سٹین گنیں سنبھالے خاموشی سے کمرے میں بیٹھے تھے۔

بوڑھا ڈرائینگ روم سے باہر چلا گیا۔

تقریباً پندرہ منٹ بعد بوڑھا کافی کی ٹرالی دھکیلتا ہوا ڈرائینگ روم میں داخل ہوا۔ اس نے میز کے قریب ٹرالی روکی اور پھر کافی پیالیوں میں ڈال کر اس نے ایک ایک پیالی تمام کے ہاتھ میں پکڑا دی۔ فوجی سپاہی انکار کرنے لگے لیکن آفیسر کے اشارے پر انہوں نے کافی لے لی۔ کافی پینے کے بعد سب نے پیالیاں ٹرے میں واپس رکھ دیں۔

"چلئے حضرات" ——— فوجی آفیسر نے اب وقت ضائع کرنا مناسب نہ سمجھا۔

"ہاں جناب چلیں" ——— بوڑھے نے اس بار نہایت مؤدبانہ انداز میں جواب دیا اس کی ادھ کھلی آنکھوں میں عجیب سی چمک تھی۔

وہ سب چلتے ہوئے جیسے ہی فارم کے کمپاؤنڈ میں پہنچے۔ اچانک فوجی آفیسر اور سپاہیوں کو یوں محسوس ہوا جیسے دنیا ان کی نظروں میں اندھیر ہو گئی ہو۔ اور پھر انہوں نے لاکھ سنبھلنے کی کوشش کی مگر ذہن پر چھا جانے والی اچانک تاریکی کو وہ اجالے میں تبدیل نہ کر سکے اور دوسرے لمحے وہ سب کمپاؤنڈ میں ہی ڈھیر ہو گئے۔

بوڑھے نے اپنی استطاعت سے بڑھ کر زوردار قہقہہ لگایا۔ شارپ وائی، بلیک کلارک اور ڈی الیون تحسین آمیز نظروں سے بوڑھے کو دیکھ رہے تھے۔ بوڑھے نے واقعی لاجواب کارنامہ سرانجام دیا تھا۔

"مگر یہ ہوا کیسے ——— ہم سب نے اسی کافی دانی سے کافی پی تھی جس سے ان فوجیوں نے پی تھی" ——— شارپ وائی نے سوالیہ لہجے میں بوڑھے سے پوچھا۔

"میں نے ان کی پیالیوں میں ایک بے رنگ سفوف ڈال دیا تھا۔ اور یہ ضروری تھا کیونکہ اگر میں ایسا نہ کرتا تو ہم سب کی شخصیت مشکوک ہو چکی ہوتی ——— یہ فوجی آفیسر فوجیوں کی عام روایات سے زیادہ ذہین اور چالاک ہے اور اس نے باتوں باتوں ہی میں ہم سب کو پھنسا لیا تھا" ——— بوڑھے نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔

"اب کیا پروگرام ہے ——— یہ میرے خیال میں مر چکے ہیں۔ ان کی لاشوں کو ٹھکانے لگانے کا بھی بندوبست کرنا ہو گا" ——— بلیک کلارک نے کہا۔

"وہ سب ہو جائے گا ——— آپ لوگ ایسا کریں کہ ان سب کو اٹھا کر میک اپ روم میں لے چلیں اور میرے خیال میں آپ تینوں ان فوجیوں کا میک اپ کر کے اپنے کپڑوں کے اوپر ان کی وردیاں چڑھا لیں" ——— بوڑھے نے تجویز پیش کی۔

"یہ تو ٹھیک ہے ——— اس طرح ہم باآسانی ان کی جیپ کے ذریعے شہر پہنچ جائیں گے مگر ان کا میک اپ کرنے کی کیا ضرورت ہے خالی وردیاں ہی کافی ہیں شہر جاکر ہم ان وردیوں اور جیپ سے چھٹکارا حاصل کر لیں گے ورنہ ہمیں میک اپ بھی بدلنا پڑے گا" ——— شارپ وائی نے کہا۔

"ہاں ٹھیک ہے ۔۔۔ آپ صرف ان کی وردیاں اپنے کپڑوں کے اوپر ہی پہن لیں"۔۔۔ بوڑھے نے شارپ والی کی تجویز کی تائید کی۔

اور پھر ان تینوں نے مل کر ان سپاہیوں اور آفیسر کی لاشیں اٹھائیں اور اندر لے آئے۔ اس کے بعد ان تینوں نے ان سپاہیوں کی وردیاں اتاریں اور اپنے کپڑوں کے اوپر پہن لیں۔

"ان کو اٹھا کر میرے پیچھے آؤ ۔۔۔ میں ان کو ٹھکانے لگاتا ہوں"۔۔۔ بوڑھے نے ان کی طرف سے مطمئن ہوتے ہوئے کہا۔ اور پھر وہ چلتا ہوا فارم کے آخری کونے میں موجود ایک چھوٹے سے کمرے میں آیا۔ اس کمرے میں ایک بہت بڑی بھٹی موجود تھی جو بجلی سے گرم ہوتی تھی۔

"یہ بھٹی میں نے شہد کو صاف کرنے کے لیے بنوائی ہوئی ہے"۔۔۔ بوڑھے نے کہا اور پھر ایک سائیڈ میں لگا ہوا بٹن دبا دیا۔

بھٹی کے منہ پر لگا ہوا ڈھکن بوڑھا پہلے ہی اتار چکا تھا۔ تقریباً دس منٹ بعد بھٹی میں نیلے نیلے شعلے اٹھنے لگے۔

"ایک لاش اٹھا کر اندر پھینک دو"۔۔۔ بوڑھے نے ڈی الیون سے کہا اور اس نے ایک سپاہی کی لاش اٹھا کر بھٹی کے اندر پھینک دی۔

لاش اندر جاتے ہی ایک جھماکا ہوا اور دوسرے لمحے سفید گاڑھے دھوئیں کا بادل سا بھٹی کے بیرونی پائپ کی طرف بڑھنے لگا۔

چند لمحوں بعد جب دھواں چھٹا تو بھٹی خالی تھی۔ لاش کی ہڈیاں تک بھسم ہو کر راکھ میں تبدیل ہو چکی تھیں۔

بوڑھے کے اشارے پر ڈی الیون لاشیں اٹھا اٹھا کر باری باری بھٹی میں جھونکتا رہا اور بھٹی کی سطح پر راکھ کی تہوں میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔

آخر میں جب فوجی آفیسر کی لاش بھی بھٹی کی سطح پر راکھ کی ایک اور تہہ کا اضافہ بن گئی تو بوڑھے نے بٹن بند کر دیا اور اس کے ساتھ ہی بھٹی کا منہ بھی ڈھکن سے بند کر دیا۔

"اچھا۔۔۔ اب آپ لوگ بے فکر ہو کر جائیے"۔۔۔ بوڑھے نے ان تینوں سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا۔ اس کی آنکھیں اپنی کامیابی پر مسرت سے چمک رہی تھیں۔

"محترم!۔۔۔ ایک بات بتلایئے ۔۔۔ کیا واقعی یہاں کی حکومت نے آپکی خدمات کے عوض آپ کو اعزاز دیا ہوا ہے ۔۔۔ یا ۔۔۔ آپ نے آفیسر پر رعب جمانے کے لیے کہا تھا"۔۔۔؟ بلیک کلارک نے جاتے جاتے پوچھ ہی لیا۔

"میں نے ٹھیک کہا ہے مسٹر!۔۔۔ میرے پاس اس ملک کا سب سے بڑا سول اعزاز ہے"۔۔۔ بوڑھے نے معنی خیز انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔ اور وہ تینوں اس کے انداز پر مقامی حکومت کی لاعلمی اور بے خبری پر قہقہے لگاتے ہوئے فارم کے دروازے سے باہر نکل گئے۔



عمران کو کیپٹن شکیل، جولیا اور باقی تمام ممبران نے ایکسٹو کے کمرے سے نکلتے ہی گھیر لیا۔

" تمہیں ہمارے ساتھ شامل ہونا پڑے گا" ــــ جولیا نے پُرتحکم لہجہ میں عمران سے کہا۔

" ایک شرط پر" ــــ عمران نے بڑی سنجیدگی اور سعادت مندی سے جواب دیا۔

" کونسی شرط" ــــ ؟ جولیا عمران کے لہجہ پر چونکی۔

" پہلے تم وعدہ کرو کہ شرط منظور کر لوگی" ــــ عمران نے شرط بتلانے سے پہلے یقین دہانی چاہی۔

" نہیں ــ پہلے تم شرط بتلاؤ ــ جلدی کرو" ــــ جولیا کھٹک گئی۔

" تمہیں ابھی اور اسی وقت مجھ سے شادی کرنا ہوگی" ــــ عمران نے بڑے رومانٹک لہجے میں شرط بتائی۔

تمام ممبران نے شرط سنتے ہی ایک زوردار قہقہہ لگایا۔ مگر جولیا نجانے کیوں شرما گئی۔

" ہُرا ــــ ویری گڈ ــــ کیپٹن شکیل! تم فوراً ایک مولوی کا میک اپ کر کے آؤ اِدھر جولیا مجھ سے شادی کرے گی ــــ اُدھر میں ایکسٹو کو کان سے پکڑ کر یہاں بے نقاب کر دونگا" ــــ عمران خوشی سے چھلانگیں مار رہا تھا۔

تمام ممبران حیرت سے جولیا کی طرف دیکھ رہے تھے۔ ان کو جولیا سے قطعی مختلف ردِعمل کی توقع تھی۔ مگر جولیا تو یوں شرما رہی تھی جیسے وہ ایسی مشرقی لڑکی ہو جسے آجکل کے ترقی یافتہ افراد اللہ میاں کی گائے کے نام سے پکارتے ہیں اور ماں باپ اس گائے کو جس کھونٹے سے بھی باندھ دیں ساری عمر اسی کھونٹے کے گرد گھومتی ہوا گزار دیتی ہے۔

تنویر جواب تک خاموش کھڑا اپنے ہونٹ چبا رہا تھا۔ آخر زیادہ دیر تک خاموش نہ رہ سکا۔

" یہ کیا بکواس لگا رکھی ہے ــــ ہماری جان پر بنی ہوئی ہے اور تمہیں مذاق سوجھ رہا ہے" ــــ تنویر جھلا کر بولا۔

" اوہ! ــــ میرا ہونے والا سالا بھی یہاں موجود ہے" ــــ عمران نے چونک کر تنویر کی طرف دیکھا جیسے اس سے پہلے تنویر کو اس نے نہ دیکھا ہو۔

تنویر کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا۔ اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتا یا کرتا جولیا کی آواز کمرے میں گونجی۔

" میں عمران سے شادی کرنے پر تیار ہوں ــــ بشرطیکہ یہ ایکسٹو کو بے نقاب کرنے میں ہماری مدد کرے" ــــ جولیا کی آواز تھرا رہی تھی۔ آج تمام ٹیم کے سامنے اس نے پہلی بار عمران سے درپردہ محبت کا اقرار کر لیا تھا۔

" ارے باپ رے ــــ مارے گئے ــــ مس جولیا! میں تو سلیمان کی شادی کی بات کر رہا تھا ــــ تم نے میرے متعلق سمجھ لیا ہے ــــ اگر سلیمان سے شادی کرنے کے لیے تم تیار ہو تو" ــــ عمران نے شاید کچھ اور کہنا چاہا مگر جولیا چیخ پڑی۔

" شٹ اپ ــــ یو سن آف بیچ بلڈی فول" ــــ جولیا کو جیسے دورہ پڑ گیا۔ وہ ہذیانی طور پر گالیاں دے رہی تھی۔ اس کے منہ سے کف نکلنے لگا۔

شاید یہ زبردست جذباتی دھچکا جو عمران کی طرف سے جولیا کو پہنچا تھا۔ اور پھر عمران نے خوفزدہ ہو کر ہال سے باہر چھلانگ لگا دی۔ وہ چیخ رہا تھا۔

" ارے جولیا پر جن چڑھ گیا ــــ جن چڑھ گیا"۔

اور تمام ممبران جولیا کو سنبھالنے میں مصروف ہو گئے۔

عمران تیزی سے ہال سے باہر نکلا اور پھر مختلف کمروں اور برآمدوں سے گزرتا ہوا وہ ایک چھوٹے سے کمرے میں داخل ہو گیا۔

بلیک زیرو ابھی تک منہ پر نقاب لگائے صوفے پر بیٹھا تھا۔ عمران کو یوں اندر آتا

دیکھ کر وہ احتراماً اٹھ کھڑا ہوا۔

"دروازہ بند کر دو بلیک زیرو" ـــــ عمران نے ریت کے بورے کی طرح ایک صوفے پر ڈھیر ہوتے ہوئے کہا۔

بلیک زیرو نے آگے بڑھ کر دروازہ بند کر دیا اور پھر اس کی چٹخنی بھی چڑھا دی۔

"اب نقاب اتار دو" ـــــ عمران نے کہا اور بلیک زیرو نے نقاب اتار کر الماری میں رکھ دیا۔

کمرے میں موجود ریفریجریٹر کا دروازہ کھول کر بلیک زیرو نے دو کوکا کولا کی بوتلیں نکالیں اور درمیانی میز پر رکھ دیں۔

"عمران صاحب! ـــ آپ نے بڑا سخت چیلنج ٹیم کو دے دیا ہے ـــ اب اس کا انجام کیا ہوگا" ـــ بلیک زیرو نے بڑے سنجیدہ لہجے میں عمران سے کہا۔

"وہی ہوگا جو منظورِ خدا ہوگا" ـــ عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"مگر عمران صاحب! ـــ ٹیم کی ناکامی کی صورت میں ہمیں تمام ٹیم سے ہاتھ دھونا پڑیں گے" ـــ بلیک زیرو کا لہجہ بے حد سنجیدہ تھا۔ جیسے اسے ٹیم کی ناکامی سامنے نظر آ رہی ہو۔ اس کے لہجے میں ہلکا سا درد تھا۔

"ہاتھ صابن سے دھوئے جاتے ہیں مسٹر طاہر! ـــ ٹیم سے نہیں ـــ اور دوسرا اب میں اس ٹیم سے تنگ آگیا ہوں۔ مجھے بہانہ مل گیا ہے اور اس طرح میں تمام ٹیم سے بآسانی جان چھڑا لوں گا" ـــ عمران نے انتہائی سنجیدگی سے جواب دیا۔

بلیک زیرو یوں عمران کو آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے لگا جیسے اسے عمران کی دماغی حالت مشکوک معلوم ہونے لگی ہو۔

"مگر ٹیم نے کیا قصور کیا ہے ـــ؟ ایسی محنتی، قابل اور بااعتماد ٹیم پھر کب بن

نا ہے" ـــ بلیک زیرو کھلم کھلا ٹیم کی طرف داری پر اتر آیا۔

"تم اس کی فکر نہ کرو ـــ میں اگر چاہوں تو اکیلا بھی کام کر سکتا ہوں۔ مجھے ٹیم کی ورت نہیں ـــ یہ ٹیم تو میں نے صرف ایکسٹو کا نام اچھالنے کے لیے پال رکھی ہے۔ مجھے اتنا لمبا چوڑا کھڑاک پھیلانے کی کیا ضرورت ہے" ـــ عمران نے بے حد ہدگی سے کہا۔

اور بلیک زیرو کو کیپٹن شکیل، صفدر، جولیا، تنویر، چوہان سب سڑکوں پر پاگلوں رح پھرتے نظر آتے اور تصور میں ہی یہ منظر دیکھ کر اس کی آنکھوں میں آنسو لانے لگے۔ اس نے آنسو چھپانے کے لیے منہ پھیر لیا۔

عمران جو بغور بلیک زیرو کو دیکھ رہا تھا۔ دھیرے سے مسکرایا۔ مگر اس کی مسکراہٹ بھی چٹانوں کی سی سختی تھی۔ مخصوص مسکراہٹ۔

طاہر! ـــ جذباتی مت بنو ـــ یہ ٹھیک ہے کہ تم بھی ٹیم کے ایک رکن ہو تو دوسری بات ہے کہ ٹیم سے چھپ کر دوسری نوعیت کا کام کرتے ہو مگر اپنی ٹیم کے تو اتنے جذبات وابستہ نہ کرو کہ کسی وقت یہ جذبات ہمارے فرض کے راستے میں رٹ بن جائیں" ـــ عمران نے باقاعدہ تقریر جھاڑ دی۔

"مگر ٹیم نے کیا قصور کیا ہے جس کی اسے اتنی بڑی سزا دی جا رہی ہے"۔

ک زیرو ایک بار پھر ٹیم کی حمایت میں بول رہا تھا۔

"میں سزا دے رہا ہوں ـــ؟ شرائط تم انہیں سنا آئے ہو ـــ اپنا حکم تم ان کو کر آئے ہو اور اب ناراض مجھ سے ہو رہے ہو" ـــ عمران نے ہنستے ہوئے ب دیا۔

اور عمران کا موڈ ٹھیک دیکھ کر بلیک زیرو کی جان میں جان آئی۔

"یہ سب کچھ تو میں نے آپ کے کہنے پر کیا ہے۔ ورنہ خدا جانتا ہے کہ جب میں شرائط

انہیں بتلا رہا تھا۔ میرا دل رو رہا تھا کہ جب یہ لوگ ناکام ہو جائیں گے تو ان کا کیا حشر ہوگا"۔۔۔۔ بلیک زیرو نے کہا۔

"تو تم کیا سمجھتے ہو کہ جب یہ ناکام ہو جائیں گے تو میں ان کے گلے میں خوشبوؤں کے ہار ڈالوں گا اور انہیں سینے سے لگا کر شاباش دوں گا ۔۔۔ نہیں ۔۔۔ ان کا وہی حشر ہوگا جو انہیں بتلایا جا چکا ہے ۔۔۔ ایکسٹو اپنی بات پر عمل کرنا اور عمل کروانا جانتا ہے ۔۔۔ یہ ایکسٹو کے وقار کا سوال ہے اور ایکسٹو نے جو کہہ دیا ہے وہی ہوگا"۔ عمران انتہائی سنجیدگی سے بولا۔ اس کے چہرے پر اتنی ٹھوس سنجیدگی پھیلی ہوئی تھی کہ بلیک زیرو نے گھبرا کر آنکھیں جھپکا لیں۔

"سنو! ۔۔۔ آج سے تم میک اپ میں کام کرو گے ۔۔۔ تمہارا ٹارگٹ شارپ ٹائی بلیک کلارک اور مقامی ڈی آئی اے ہے"۔۔۔۔ عمران نے اس دفعہ بلیک زیرو کو حکم دیا اور اسے تفصیلات بتلائیں۔

"بہتر جناب"۔۔۔۔ بلیک زیرو نے جواب دیا۔

"مجھ سے رابطہ ٹرانسمیٹر اے ٹو پر قائم رکھنا"۔۔۔۔ عمران نے مزید ہدایت دی اور پھر دروازہ کھول کر کمرے سے باہر نکل گیا اور بلیک زیرو بے بسی سے ہونٹ چباتا رہ گیا۔

ٹائیگر نے کار پر چڑھتے ہوئے ٹرک کو دیکھتے ہی پوری تیزی سے سٹیرنگ کو دائیں طرف کاٹا۔ اور دوسرے لمحے ماحول ایک خوفناک دھماکے سے گونج اٹھا۔

ٹائیگر کی کار تو یو ٹرن لیتی ہوئی نکلتی چلی گئی مگر دوسری طرف سے آنے والی ایک مسافر بس پوری قوت سے ٹرک سے ٹکرا گئی۔ اور یہ خوفناک دھماکہ ان دونوں کے ٹکرانے کا تھا۔

ٹائیگر کی قسمت اچھی تھی کہ اس نے ہوش و حواس قائم رکھے اور کار کو تیزی سے دائیں طرف کاٹ لیا۔ ورنہ اس کے تو ایک طرف، کار کا بھی ایک پرزہ سلامت نہ رہتا۔

تصادم کے باوجود ٹائیگر نے کار نہیں روکی بلکہ اس نے رفتار پہلے سے بھی زیادہ بڑھا دی۔ وہ دراصل پہلی فرصت میں اے ہتھری کو عمران کے حوالے کرنا چاہتا تھا۔ اے ہتھری کو بیہوش ہوئے کافی دیر ہو چکی تھی۔ ٹائیگر نہیں چاہتا تھا کہ وہ اس بڑی سڑک پر چلتے ہوئے ہوش میں آ جائے۔

کافی تیز رفتاری سے کار دوڑاتا ہوا ٹائیگر شادمان کالونی پہنچ گیا۔ کالونی میں داخل ہوتے ہی بائیں بلاک کی دوسری کوٹھی کے گیٹ پر اس نے کار روک دی اور پھر کار کا دروازہ کھول کر وہ نیچے اترا۔ اس نے تیزی سے پھاٹک کے بائیں طرف دیوار میں ایک

چھوٹے سے سوراخ میں اپنی چھوٹی انگلی کی پہلی پور داخل کی اور دوسرے لمحے کوٹھی کا پھاٹک تیزی سے کھلتا چلا گیا۔

دروازہ کھلتے ہی وہ واپس کار کے سیٹرنگ پر آن بیٹھا اور پھر کار کوٹھی کے اندر داخل ہو گئی اور پھر پھاٹک دوبارہ خود بخود بند ہوتا چلا گیا۔ کار سیدھی کوٹھی کے خوبصورت پورچ میں آن رکی۔

ٹائیگر تیزی سے کار سے نیچے اترا۔ اس نے سائیڈ کا دروازہ کھول کر پہلے پچھلی سیٹ پر بے ہوش پڑے اے مقری کو گھسیٹ کر کندھے پر لادا اور برآمدے میں سے ہوتا ہوا ایک چھوٹے سے کمرے میں جا کر اسے ایک پلنگ پر لٹا دیا۔ اور کمرے سے باہر آکر اس نے کمرے کا دروازہ بند کر کے اسے باقاعدہ لاک کر دیا۔ پھر وہ دوبارہ کار کے قریب آیا اور اس نے سٹیرنگ سائیڈ کی دوسری طرف پڑے ہیرے کو گھسیٹا اور پھر وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ ہیرہ صرف بیہوش ہی نہیں تھا بلکہ اس دنیا کی سرحدوں کو پار کر کے انجانی دنیا کی سیر کو نکل چکا تھا۔

ٹائیگر نے ہیرے کی لاش کو کار کے اندر ہی رہنے دیا اور پھر تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا ایک اور کمرے میں داخل ہوا۔ کمرے میں داخل ہو کر اس نے کمرے کا دروازہ بند کیا اور پھر ایک سائیڈ میں پڑے ہوئے صوفے کو دھکیل کر دیوار کی دوسری سائیڈ سے لگا دیا۔

جس جگہ صوفہ پہلے موجود تھا وہاں جھک کر ٹائیگر نے ایک اینٹ کو نیچے کی طرف دبایا۔ اینٹ کے دبتے ہی اس جگہ ایک تختہ فرش سے اٹھتا چلا گیا۔ یہ ایک لکڑی کا مضبوط تختہ تھا جس پر روغن اور مینا کاری کچھ اس مہارت سے کی گئی تھی کہ بغور دیکھنے کے باوجود آدمی یہ محسوس نہیں کر سکتا تھا کہ یہ اینٹیں نہیں بلکہ صرف اینٹوں کے ڈیزائن ہیں۔

تختہ اوپر اٹھتے ہی نیچے کی طرف جاتی ہوئی پختہ سیڑھیاں صاف نظر آنے لگیں ٹائیگر مڑا اور پھر دروازہ کھول کر کمرے سے باہر نکل گیا۔ چند لمحوں بعد جب وہ کمرے میں داخل ہوا تو اس کے کندھے پر اے مقری کا بیہوش جسم لدا ہوا تھا۔ وہ سیڑھیاں اترتا ہوا نیچے ایک کمرے میں پہنچا۔ اس نے اے مقری کو ایک بنچ نما تختے پر لٹا دیا اور خود کمرے سے باہر نکل آیا۔

کمرے کا دروازہ بند کر کے اس نے باقاعدہ اسے لاک کر دیا اور پھر سیڑھیاں چڑھ کر اوپر کمرے میں پہنچا۔ اس نے اس اینٹ کو دبا کر تختہ دوبارہ فرش سے ملا دیا اور پھر صوفہ دھکیل کر اس نے تختے کے اوپر رکھا اور اطمینان سے ہاتھ جھاڑتا ہوا کمرے سے باہر نکل آیا۔

دوسرے کمرے میں آکر ٹائیگر نے جیب سے ایک ٹرانسمیٹر نکالا اور پھر اس کا بٹن آن کر دیا۔

چند لمحوں بعد رابطہ قائم ہو گیا۔

"ہیلو۔ ٹائیگر سپیکنگ اوور" ۔۔۔ ٹائیگر نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

"یس۔ عمران سپیکنگ دس اینڈ اوور" ۔۔۔ دوسری طرف سے عمران کی تحکمانہ آواز سنائی دی۔

"سر!۔۔۔ ڈی۔آئی۔اے کا اہم رکن اے مقری اس وقت ٹائیگر سنٹر نمبر فور کے تہہ خانے میں موجود ہے۔ اوور" ۔۔۔ ٹائیگر نے اے مقری کے متعلق عمران کو اطلاع دیتے ہوئے کہا۔

"اسے کہاں سے ٹریپ کیا ہے۔ اوور" ۔۔۔ عمران نے انتہائی سنجیدگی سے پوچھا۔ اس کے لہجے میں ہلکی سی غراہٹ بھی شامل تھی جیسے اسے اس خبر پر یقین نہ آیا ہو۔

ٹائیگر نے تمام تفصیلات بتلادیں۔

" او۔کے ـــــ میں اسے چیک کرلوں گا ـــــ تم ہوٹل مالابار کی دوسری منزل کے چھٹے ـ ساتویں ـ اور آٹھویں کمرے میں موجود افراد کی نگرانی کرو ـــــ یہ صفدر، جولیا اور کیپٹن شکیل ہیں ـــــ جلد از جلد مجھے رپورٹ ملنی چاہیئے اوور" ـــــ عمران نے ٹائیگر کو نیا حکم دیتے ہوئے کہا۔

" او۔کے سر اوور" ـــــ ٹائیگر نے جواب دیا۔

" اوور اینڈ آل" ـــــ عمران نے دوسری طرف سے کہا اور پھر سلسلہ منقطع ہوگیا۔

ٹائیگر نے ٹرانسمیٹر کا بٹن آف کر کے اسے جیب میں ڈالا اور خود اٹھ کر سیدھا پورچ میں چلا گیا۔ کار کا دروازہ کھول کر وہ سٹیرنگ پر بیٹھ گیا اور دوسرے لمحے کار سیدھی پھاٹک کی طرف بڑھتی چلی گئی۔

پھاٹک کے قریب کار روک کر ٹائیگر نیچے اترا۔ اس نے پھاٹک کی بائیں سائیڈ کی دیوار پر لگا ہوا ایک چھوٹا سا بٹن دبا دیا اور خود دوبارہ کار میں آ بیٹھا۔

کوٹھی کا گیٹ بے آواز کھلتا چلا گیا۔

ٹائیگر نے کار سٹارٹ کی اور پھر کار آہستہ آہستہ رینگتی ہوئی پھاٹک سے باہر نکل آئی۔ مگر اس سے پہلے کہ وہ ٹرن لے کر سڑک پر پہنچے۔ اچانک ایک دھماکہ ہوا اور اسے دوسرے لمحے کار روکنی پڑی۔ کیونکہ پچھلے ایک ٹائر کے پرخچے اڑ چکے تھے۔

ٹائیگر نے کار روکی اور پھر بیک مرر میں بغور دیکھنے لگا۔ اس کے ایک ہاتھ میں ریوالور تھا۔

تقریباً چند لمحوں بعد تک خاموشی رہی۔ پھر ایک کار اچانک اس کے قریب آ کر رک گئی۔ دوسرے لمحے کار سے دو آدمی نکل کر اس کی طرف بڑھے۔ ٹائیگر نے ریوالور آہستہ

سے اونچا کیا۔ اور پھر لگاتار دو دھماکے ہوئے اور وہ دونوں جو تیزی سے ہاتھوں میں ریوالور پکڑے ٹائیگر کی طرف بڑھ رہے تھے۔ لہراتے ہوئے سڑک پر گرتے چلے گئے۔

ٹائیگر نے پھرتی سے دروازہ کھولا اور پھر بھاگتا ہوا آنے والی کار کا دروازہ کھول کر اندر گھس گیا۔

اردگرد سے لوگ اکٹھے ہونے شروع ہو گئے تھے۔

ٹائیگر نے کار آگے بڑھا دی۔

مگر اسی لمحے نیچے گرتے ہوتے دشمن نے جسے ٹائیگر نے بے دریغ گولی ماری تھی اچانک پلٹا کھایا اور دوسرے لمحے اس کا ہاتھ تیزی سے گھوما۔ اور پھر اس کے ہاتھ سے نکل کر کوئی چیز اڑتی ہوئی کار کی طرف بڑھی۔

ٹائیگر کی یہ کار ابھی چند فٹ ہی آگے بڑھی تھی کہ مرتے ہوئے آدمی کے ہاتھ سے نکلی ہوئی چیز کار سے ٹکرائی۔ ایک ہولناک دھماکہ ہوا اور کار کے پرخچے اڑ گئے۔

اور ہر طرف دھواں ہی دھواں چھا گیا تھا۔

گہرا دھواں۔



صفدر، کیپٹن شکیل اور جولیا تینوں خاموش بیٹھے تھے۔ ان تینوں کے چہروں

پر گہری فکرمندی کے آثار تھے۔

صفدر آج ہی ہسپتال سے فارغ ہو کر آیا تھا۔ گو اس کے چہرے سے ابھی تک نقاہت کے آثار نمایاں تھے۔ مگر جس انداز میں وہ دانت پر دانت جمائے میز کی سطح کو گھور رہا تھا اس سے ظاہر ہوتا تھا کہ وہ اس وقت اپنی کمزوری کو مدنظر رکھنے کی بجائے پاتال سے بھی زیادہ گہری سوچ میں غرق تھا۔

"ہم سے واقعی اس وقت بے وقوفی سرزد ہوئی ہے —— مگر ہمیں نہیں معلوم تھا کہ ایکسٹو اس بات پر اتنا برہم ہو جائے گا" —— صفدر نے سر اٹھا کر کہا۔

کیپٹن شکیل اور جولیا اسے یوں دیکھنے لگے جیسے اس نے بات کر کے ان کی سوچ کے ساکن پانی میں تموج پیدا کر دیا ہو۔

"اب دو دن تو سوچتے سوچتے گزر گئے ہیں مگر ہمیں کچھ ہاتھ پیر مارنے چاہئیں ورنہ پندرہ دن تو ایسے ہی گزر جائیں گے اور پھر ایکسٹو کسی کی نہیں سنے گا" —— کیپٹن شکیل نے کہا۔

"میرے خیال میں ہمیں دانش منزل پر ریڈ کرنا چاہیئے —— وہاں اس بات کے واضح ثبوت مل جائیں گے کہ ایکسٹو کون ہے" —— صفدر نے کہا۔

"لیکن ایکسٹو تو دانش منزل میں موجود نہیں ہے" —— جولیا نے پہلی بار گفتگو میں حصہ لیا۔

"یہ تو اور بھی اچھی بات ہے —— ہم دانش منزل کا ریکارڈ اور دیگر کاغذات دیکھ کر پتہ چلا لیں گے" —— صفدر نے جواب دیا۔

"نہیں —— میں اس بات کی رائے نہیں دوں گی —— اول تو ایکسٹو بیوقوف نہیں کہ کھلے عام دانش منزل میں اتنا اہم اور سیکرٹ ریکارڈ رکھے —— اور دوسری بات یہ کہ ہر شخص دانش منزل میں داخل ہو جاتے۔ میں یہ تسلیم نہیں کرتی" —— جولیا

نے باقاعدہ بحث شروع کر دی۔

جولیا کی بات سن کر صفدر اور کیپٹن شکیل دونوں خاموش ہو گئے۔ جولیا کی بات واقعی وزن دار تھی۔

اچانک کیپٹن شکیل کے ذہن میں ایک جھماکا ہوا اور وہ اچھل پڑا۔

"ویری گڈ آئیڈیا —— ونڈر فل" —— کیپٹن شکیل اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ اس کی آنکھیں مسرت سے چمک اٹھی تھیں۔

"کیا بات ہو گئی" ——؟ صفدر اور جولیا حیران و پریشان کیپٹن شکیل کو دیکھنے لگے۔ جیسے اس کی دماغی صحت پر شک کرنے لگے ہوں۔

"ابھی ایکسٹو کی اصلیت کا پتہ چل جاتا ہے" —— کیپٹن شکیل نے کہا اور پھر ٹیلیفون اٹھا کر اس رسیور ہاتھ میں پکڑ لیا۔

"تم کسے ٹیلیفون کرنا چاہتے ہو" ——؟ صفدر نے کریڈل پر ہاتھ رکھتے ہوئے سخت لہجے میں کیپٹن شکیل سے پوچھا۔

"سر سلطان کو" —— کیپٹن شکیل نے جواب دیا۔

"کیوں" ——؟ وہ دونوں بیک وقت چیخ پڑے۔

"بس دیکھتے رہو —— ابھی ایکسٹو کی اصلیت کا پتہ چل جاتا ہے —— صرف ایک منٹ اور" —— کیپٹن شکیل کا لہجہ مسرت سے لرزاں تھا۔

"نہیں —— میں اس بات کی اجازت نہیں دونگا —— یہ ہوٹل کا کمرہ ہے۔ یہاں سے کی جانے والی ہر بات آپریٹر کے کانوں میں پڑے گی" —— صفدر نے سنجیدگی سے کہا۔

"ٹھیک ہے —— میں کسی پبلک فون بوتھ سے بات کر لیتا ہوں" —— کیپٹن شکیل نے رسیور کریڈل پر رکھتے ہوئے کہا۔

" مگر بات کیا ہے ___ ؟ کچھ ہمیں بھی تو بتاؤ " ___ جولیا سے رہا نہ گیا
اور اس نے مجبوراً پوچھ لیا۔

" میں بات کر لوں ___ پھر بتلاؤں گا " ___ کیپٹن شکیل اٹھ کر دروازے کی طرف بڑھا اور دوسرے لمحے وہ دروازہ کھول کر کمرے سے باہر نکل گیا۔

" جولیا! ___ ہمیں اس انداز سے سوچنا چاہیئے کہ اگر ہم غیر ملکی ایجنٹ ہوتے تو ہم اپنا ورکنگ پلان کس طرح تیار کرتے " ___ صفدر نے جولیا کو کام کرنے کی ایک راہ بتلائی۔

" ٹھیک ہے ___ مگر لائن آف ایکشن کیا ہونی چاہیئے " ___ جولیا نے جواب دیا۔

" ہاں ___ یہی لائن آف ایکشن کا سارا پرابلم ہے ___ دیکھو شکیل کیا کرتا ہے " ___ صفدر نے جواب دیا۔

پھر کیپٹن شکیل کے آنے تک خاموشی رہی۔

کیپٹن شکیل کے اندر داخل ہوتے ہی وہ دونوں چونک کر پر امید نظروں سے اس کو دیکھنے لگے۔

لیکن کیپٹن شکیل کی بجھی ہوئی آنکھیں اور لٹکا ہوا جبڑا دیکھ کر وہ سمجھ گئے کہ وہ ناکام آیا ہے۔

" کیا ہوا " ___ ؟ صفدر نے پوچھا۔

" ناکامی " ___ کیپٹن شکیل نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔

" تفصیل بتلاؤ تو ہمیں بھی کچھ پتہ چلے " ___ صفدر نے کہا۔

" دراصل میرے ذہن میں یہ خیال آیا تھا کہ ایکسٹو سر سلطان سے باتیں تو کرتا ہی رہتا ہے ___ کیوں نہ ایکسٹو کے لہجے میں سر سلطان سے بات کی جائے۔ شاید کوئی بات ایسی کر جائیں جس سے ہم کامیاب ہو جائیں " ___ کیپٹن شکیل نے اپنا پلان بتلایا۔

" آئیڈیا تو واقعی بہت اچھا تھا ___ پھر کیا ہوا " ___ ؟ جولیا نے آئیڈیے کی داد دیتے ہوئے پوچھا۔

" ہونا کیا تھا ___ میں نے جیسے ہی رابطہ قائم ہونے پر ایکسٹو کی مخصوص آواز کی نقل اتارتے ہوئے کہا ___ " ایکسٹو سپیکنگ " ___ دوسری طرف سے سر سلطان نے غصے سے بھرپور لہجے میں جواب دیا۔

" شٹ اپ ___ نان سنس " ___ اور رسیور رکھ دیا۔

" میں نے ایک بار پھر ٹرائی کی ___ مگر جواب پہلے سے بھی زیادہ سخت ملا " ___ کیپٹن شکیل نے اپنی ناکامی کی روئیداد سنائی۔

" ہوں ___ تو اس کا مطلب ہے کہ کبھی ایکسٹو کی گفتگو سر سلطان سے ہوتی ہو گی تو کسی اور لہجے میں، اور کسی اور نام سے ہوتی ہے " ___ صفدر جو اب تک خاموش بیٹھا تھا، بولا۔

" تو اب کیا کیا جائے ___ ہمیں کوئی ٹھوس لائحہ عمل تیار کرنا چاہیئے ___ ورنہ دن گزر جائیں گے اور ہم تو ہم۔ ہماری ٹیم کے تمام ارکان بھی مارے جائیں گے ___ وہ سب اب ہماری طرف آس لگائے بیٹھے ہیں " ___ جولیا نے صفدر اور کیپٹن شکیل سے مخاطب ہو کر کہا۔

اور وہ دونوں خاموش ہو گئے۔ ان دونوں کے ذہن کچھ اس طرح زرد ہو گئے تھے کہ انہیں کام کرنے کے لیے کوئی کلیو ہی نہیں مل رہا تھا۔

اچانک دروازے پر دستک ہوئی اور وہ تینوں چونک پڑے۔

کیپٹن شکیل نے اٹھ کر دروازہ کھولا تو سامنے ایک خوبصورت غیر ملکی نوجوان کھڑا

مسکرا رہا تھا۔

"آپ کا نام شکیل ہے" ۔۔۔۔ ؟ اس نے بڑے مؤدبانہ لہجے میں پوچھا۔

اور کیپٹن شکیل یوں چونک کر دو قدم پیچھے ہٹ گیا جیسے اسے اچانک کسی بچھو نے کاٹ کھایا ہو۔

"تم کون ہو" ۔۔۔۔ ؟ کیپٹن شکیل نے سنبھل کر قدرے سخت لہجے میں پوچھا۔

"کیا آپ مجھے اندر آنے کی اجازت نہیں دیں گے" ۔۔۔۔ ؟ نوجوان نے قدرے جھکتے ہوئے کہا۔

کیپٹن شکیل چند لمحے سوچنے کے بعد دروازہ چھوڑ کر ایک طرف ہٹ گیا۔

"تشریف لائیے" ۔۔۔۔ اس نے سپاٹ لہجے میں نوجوان سے کہا۔ اور نوجوان اس کا شکریہ ادا کرتا ہوا کمرے میں داخل ہو گیا۔

صفدر اور جولیا بھی حیرت میں گم کھڑے اس نوجوان کو دیکھ رہے تھے۔

"ہیلو مسٹر صفدر اینڈ مس جولیا ۔۔۔۔ مجھے مارٹن کہتے ہیں" ۔۔۔۔ نوجوان نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور ان دونوں کی طرف ہاتھ بڑھا دیا۔

نوجوان کے اس جملے کا وہی شدید جھٹکا صفدر اور جولیا کو بھی لگا جس کا تجربہ ابھی ابھی کیپٹن شکیل کو ہو چکا تھا۔

وہ تینوں حیران اس لیے تھے کہ وہ تینوں ہی میک اپ میں تھے اور اس ہوٹل کے مختلف کمروں میں جعلی ناموں سے ٹھہرے ہوئے تھے۔ اب بھی وہ تینوں اس طرح مل بیٹھے تھے جیسے مسافر ایک دوسرے سے واقفیت پیدا کر کے میل جول بڑھانے کے لیے ایک دوسرے کے کمرے میں آتے جاتے رہتے ہیں۔ اس لیے ایک غیر ملکی نوجوان کا نہ صرف ان کا نام جاننا بلکہ انہیں میک اپ کے باوجود بھی پہچان لینا واقعی حیرت انگیز تھا۔

"تشریف رکھیے" ۔۔۔۔ کیپٹن شکیل نے جو دروازہ بند کر کے واپس آ چکا تھا نوجوان کو صوفے پر بیٹھنے کے لیے کہا۔

نوجوان صوفے پر اطمینان سے بیٹھ گیا۔

"مسٹر مارٹن! ۔۔۔ آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے ۔۔۔ ہم میں سے کسی کا نام صفدر شکیل اور جولیا نہیں ہے" ۔۔۔۔ کیپٹن شکیل نے مارٹن سے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"میرا نام ریاض ہے ۔۔۔ ان کا نام راشد ۔۔۔ اور یہ ہیں مس مارگریٹ" ۔۔۔ کیپٹن شکیل نے اپنا تعارف کرایا۔

نوجوان جواب میں کھل کھلا کر ہنس پڑا۔ مگر اچانک ہی اس کا قہقہہ دم توڑ گیا۔ کیونکہ کیپٹن شکیل نے جھنجھلا کر ایک زوردار تھپڑ نوجوان کو جڑ دیا تھا۔ اور تھپڑ اتنا زوردار پڑا تھا کہ نوجوان اچھل کر صوفے سے نیچے جا گرا تھا۔

"تم ہمارا مذاق اڑاتے ہو!" ۔۔۔۔ کیپٹن شکیل نے غراتے ہوئے کہا۔ اس کی آنکھوں سے شعلے نکل رہے تھے۔

نوجوان خاموشی سے فرش سے اٹھا۔ وہ دائیں ہاتھ سے اس گال کو مسل رہا تھا جس پر کیپٹن شکیل کی پانچوں انگلیاں نشان چھوڑ گئی تھیں۔

"آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے ۔۔۔ میں آپ کا مذاق نہیں اڑا رہا تھا بلکہ مجھے آپ کے جھوٹ بولنے پر ہنسی آ رہی تھی کہ آپ کس روانی سے جھوٹ بول رہے ہیں"۔ نوجوان نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

اور وہ تینوں چونک پڑے۔

"سیدھی طرح بتاؤ کہ تم کون ہو ۔۔۔۔ ؟ ورنہ تم اس کمرے سے زندہ واپس نہیں جا سکتے" ۔۔۔۔ صفدر کو بھی نوجوان پر جلال آ گیا۔

"آپ گھبرائیں مت ـــ میں آپ کا دوست ہوں ـــ دشمن نہیں ـــ مجھے میری پارٹی نے آپ لوگوں سے بات چیت کرنے کے لیے بھیجا ہے" ـــ نوجوان نے حلیمانہ لہجے میں جواب دیا۔

"کونسی پارٹی" ـــ ؟ جولیا نے سوال کیا۔

"مجھے شارپ وائی اور بلیک کلارک نے بھیجا ہے" ـــ نوجوان نے انکشاف کیا۔

"اوہ" ـــ وہ تینوں اچھل پڑے۔

"ہمیں پتہ چلا ہے کہ ایکسٹو نے آپ کو چیلنج کر دیا ہے کہ پندرہ دن کے اندر اندر اسے بے نقاب کر دیں ورنہ آپ کو سیکرٹ سروس کی رکنیت سے علیحدہ کر کے سزائے موت دے دی جائے گی" ـــ نوجوان نے مسکراتے ہوتے وضاحت کی۔

"تم جھوٹ بولتے ہو ـــ ہمیں ایسی کوئی ہدایت نہیں کی گئی" ـــ جولیا نہ رہ سکی۔ وہ چیخ پڑی۔

"مس جولیا! ـــ ہمارے ہاتھ بہت لمبے ہیں ـــ شارپ وائی اور بلیک کلارک یہاں اکیلے کام نہیں کر رہے بلکہ ان کی پشت پر ڈی۔آئی۔اے کی وسیع اور طاقتور تنظیم ہے" ـــ نوجوان نے سخت لہجے میں کہا۔

ڈی۔آئی۔اے کا نام سنکر وہ تینوں چونک پڑے۔

"اس ملک میں ڈی۔آئی۔اے کی تنظیم موجود ہے" ـــ ؟ صفدر کی سیکرٹ سروس والی رگ پھڑک اٹھی۔

"جی ہاں! ـــ یہ تنظیم کام ہی نہیں کر رہی بلکہ اس کی جڑیں اتنی گہری ہیں کہ کسی بھی وقت موجودہ حکومت کا تختہ الٹا جا سکتا ہے" ـــ نوجوان نے بڑے فخریہ لہجے میں جواب دیا۔

"ہوں" ـــ کیپٹن شکیل، صفدر اور جولیا تینوں عجیب سی الجھنوں میں پھنس گئے تھے۔

"اب تم کیا چاہتے ہو" ـــ ؟ آخر صفدر نے خاموشی کا طلسم توڑا۔

"دراصل ہم چاہتے ہیں کہ سیکرٹ سروس کے تمام ارکان ڈی۔آئی۔اے کے رکن بن جائیں اور آپ لوگ، شارپ وائی اور بلیک کلارک سب مل کر ایکسٹو کو بے نقاب کر دیں" ـــ نوجوان نے اپنا اصل مطلب ظاہر کر دیا۔

"مگر سیکرٹ سروس کے رکن ڈی۔آئی۔اے کے کارکن کیسے بن سکتے ہیں" ـــ ؟ کیپٹن شکیل نے کہا۔

"جب ہم آپ کو قبول کرنے کے لیے تیار ہیں تو آپ کیسے نہیں رکن بن سکتے" ـــ نوجوان نے کہا۔

"آپ کا مطلب یہ ہے کہ ہم سیکرٹ سروس کے رکن رہنے کے باوجود ڈی آئی اے کے لیے کام کریں" ـــ ؟ صفدر نے سوال کیا۔

"جی ہاں ـــ اور اس کے عوض ڈی۔آئی۔اے آپ کو منہ مانگا معاوضہ اور مراعات دے گی" ـــ نوجوان نے کہا۔

"ہمیں کس کے تحت کام کرنا ہوگا" ـــ ؟ جولیا نے سوال کیا۔

"چیف کے تحت" ـــ نوجوان نے چیف کا نام بڑے مؤدبانہ انداز میں لیتے ہوئے کہا۔

"چیف کا نام کیا ہے" ـــ ؟ کیپٹن شکیل نے سوال کیا۔

اور نوجوان کیپٹن شکیل کے اس سوال پر مسکرا پڑا۔ اور اس نے مسکراتے ہوئے ہی جواب دیا۔

"چیف کا نام چیف ہے"۔

"تم چیف کو جانتے ہو" ___ ؟ صفدر نے پوچھا۔

"آپ لوگ کہیں یہ کوشش تو نہیں کر رہے کہ میں ڈی۔ آئی۔ اے کے متعلق تمام معلومات آپ کو مہیا کر دوں اور آپ ان معلومات کو ایکسٹو تک پہنچا کر سرخرو ہونے کی کوشش کریں" ___ نوجوان کیپٹن شکیل اور صفدر کا مقصد سمجھ گیا تھا۔

"اوہ! ___ ایسا نہیں ہے ___ بلکہ ہم ڈی۔ آئی۔ اے میں شامل ہونے کا فیصلہ کرنے سے پہلے اس کے متعلق تمام بنیادی باتیں سمجھ لینا چاہتے ہیں" ___ صفدر نے جواب دیا۔

"آپ ڈی آئی اے کے متعلق اتنا سوچ لیں کہ ڈی آئی اے کو معلوم ہے کہ ایکسٹو نے رانا ہاؤس میں آپ لوگوں سے کیا گفتگو کی اور آپ لوگ دراصل کون ہیں اور کس ہوٹل میں ٹھہرے ہوئے ہیں" ___ نوجوان نے انہیں بتلایا۔ اور وہ واقعی ڈی۔ آئی۔ اے کی گہری تنظیم کے قائل ہو گئے۔

"اچھا ہم سوچیں گے" ___ جولیا نے اب بات ختم کرنا چاہی۔

"میں ایک گھنٹے بعد ٹیلیفون کر کے آپ لوگوں کا فیصلہ معلوم کر لوں گا ___ شمولیت کے سلسلے میں آپ کا علیحدہ گروپ قائم کر دیا جائے گا اور آپ میں سے ہی کسی کو اس گروپ کا انچارج بنا دیا جائے گا ___ آپ کو براہ راست چیف کی طرف سے احکام ملیں گے ___ شمولیت نہ کرنے کے سلسلے میں اتنا بتلا دوں کہ ہوٹل کا یہ کمرہ صرف ایک سیکنڈ میں اڑایا جا سکتا ہے ___ اچھا اب اجازت" ___ نوجوان نے بڑی سنجیدگی سے کہا اور پھر پُروقار انداز میں چلتا ہوا کمرے کا دروازہ کھول کر باہر نکل گیا۔

"صفدر اس کا تعاقب کرو" ___ کیپٹن شکیل نے کہا۔

صفدر چونک کر اٹھ کھڑا ہوا۔ اس نے تیزی سے کمرے سے باہر قدم رکھا اور گیلری کو سنسان دیکھ کر وہ نیچے سیڑھیاں اترتا چلا گیا۔

جیسے ہی صفدر نظروں سے غائب ہوا۔ وہی نوجوان قریب کے کمرے سے نمودار ہوا۔ اس نے مسکراتے ہوئے ایک نظر سیڑھیوں پر ڈالی۔ اور پھر دوسری طرف مڑ کر تیز تیز چلنے لگا۔

تھوڑی دیر بعد وہ نوجوان کچن کے راستے ہوٹل سے باہر نکل جانے میں کامیاب ہو گیا۔

ظاہر ہے صفدر کو ناکام لوٹ آنا پڑا۔



شارپ وائلی اور بلیک کلارک جیسے ہی کمرے میں داخل ہوئے۔ کمرے میں بیٹھے ہوئے چار افراد جنہوں نے اپنے چہرے نقابوں کے پیچھے پوشیدہ کر رکھے تھے ان کے استقبال کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے۔ یہ مقامی ڈی۔ آئی۔ اے کے سربراہ تھے۔

شارپ وائلی اور بلیک کلارک دونوں خالی کرسیوں پر بیٹھ گئے۔ ان کے بیٹھتے ہی باقی افراد بھی بیٹھ گئے۔

"دوستو! ___ ہم جانتے ہیں کہ اس ملک میں آپ کی تنظیم کی جڑیں انتہائی گہری ہیں اور آپ نے ہمارے سابقہ پلان میں ہماری جس بے دریغ طریقے سے مدد کی ہے ہم اس

کے لیے آپ کے بیحد مشکور ہیں ـــــ ہمیں افسوس ہے کہ ہمارا پلان فیل ہوگیا اور نتیجہ میں ایک تو ہمارا سب سنٹر ہمارے ہاتھ سے ہمیشہ کے لیے نکل گیا ہے ـــــ دوسرا ہمارے کئی بہترین ساتھی اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھے ہیں ـــــ اب ہم ایک بار پھر اکٹھے ہوئے ہیں۔ اس لیے کہ آپ کے سامنے اپنا پلان رکھیں ـــــ میں سمجھتا ہوں کہ یہ پلان ہر لحاظ سے مکمل اور جامع ہے اور اگر ہم نے اس پلان پر کامیابی سے عمل کر لیا تو کوئی وجہ نہیں کہ ایکسٹو ہماری مٹھی میں نہ ہو" ـــــ شارپ وائی نے باقاعدہ تقریر کرتے ہوئے کہا۔

"پلان کی تفصیلات بتلایئے" ـــــ ایک نقاب پوش نے کھڑے ہو کر پوچھا۔

شارپ وائی نے بلیک کلارک کی طرف اشارہ کیا اور بلیک کلارک نے ایک فائل نقاب پوشوں کے درمیان رکھ دی۔ شارپ وائی اور بلیک کلارک دونوں خاموشی سے بیٹھ کر نقاب پوشوں کی طرف دیکھنے لگے۔

فائل میں عبارت کے ساتھ ساتھ مختلف نقشے بھی بنے ہوئے تھے۔ نقاب پوش مل کر بغور اس فائل کو پڑھتے رہے۔ تمام فائل کا مطالعہ کرنے کے بعد انہوں نے ایک طویل سانس لی اور فائل بند کر دی۔

"کیا خیال ہے ـــــ کیسا پلان ہے یہ" ـــــ شارپ وائی نے پوچھا۔

"بہترین اور انتہائی جامع پلان ہے ـــــ ہم سب متفقہ طور پر آپ کے ذہنوں کی داد دیتے ہیں ـــــ جیسا آپ کے متعلق سنا کرتے تھے۔ آپ دونوں کو ویسا ہی پایا" ـــــ ایک نقاب پوش نے خوشامدانہ لہجے میں کہا۔

"اب آپ لوگ اس پلان پر عمل درآمد کی تیاری کریں" ـــــ بلیک کلارک جو ان خوشامدی باتوں سے انتہائی نفرت کرتا تھا۔ بول پڑا۔

"جی ہاں ـــــ آپ بے فکر رہیں ـــــ آج سے ہی اس پلان پر عملدرآمد شروع ہو جائے گا اور کلائمکس پر آپ کو اطلاع کر دی جائے گی" ـــــ ایک نقاب پوش نے ان دونوں کو تسلی دیتے ہوئے کہا۔

"او کے ـــــ ہم چلتے ہیں ـــــ فریکوئنسی سکس تھری الیٹ فور نارتھ سکس پر ہم سے رابطہ قائم کیجئے" ـــــ شارپ وائی نے اپنی مخصوص فریکوئنسی نمبر بتلایا اور پھر وہ دونوں واپس دروازہ کھول کر باہر چلے گئے۔



صفدر کے ناکام لوٹ آنے پر تینوں کے درمیان ٹی۔آئی۔اے کے متعلق بحث چھڑ گئی۔

جولیا کسی قیمت پر بھی ٹی۔آئی۔اے میں شامل ہونے کے لیے راضی نہیں تھی البتہ صفدر اور کیپٹن شکیل نیم رضامند تھے۔

"ایکسٹو ہمیں کسی قیمت پر بھی معاف نہیں کرے گا" ـــــ جولیا نے ان دونوں کو نیم رضامند دیکھ کر غصے سے چیختے ہوئے کہا۔

کیپٹن شکیل بغیر کوئی جواب دیئے اٹھا اور پھر اس نے خوب اچھی طرح کمرے کی ایک ایک انچ جگہ چھان ماری مگر کہیں بھی ڈکٹا فون کا نشان نہ ملا۔ صفدر اور جولیا خاموشی سے یہ تمام کارروائی دیکھ رہے تھے۔

"کچھ نہیں ہے" ـــــ کیپٹن شکیل نے دوبارہ اپنی جگہ پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"ہونہہ" ——— صفدر نے کچھ سوچتے ہوئے ہونٹ کاٹا۔ پھیرا۔

"مس جولیا! ——— ہم انتہائی خطرناک پوزیشن میں پھنس چکے ہیں ——— ایکسٹو نے ہمیں فی الحال علیحدہ کر دیا ہے اور اس کے ساتھ ہی پندرہ دنوں کا مشروط چیلنج بھی اگر ہم چیلنج میں ناکام رہے تو آپ یقین کریں کہ ایکسٹو اپنے فیصلے پر عمل ضرور کرے گا ——— اب آیئے دوسری طرف ——— ہم اس وقت ایسے راستے پر کھڑے ہیں جس کے آگے گھور اندھیرا ہے۔ روشنی کی ایک معمولی سی کرن بھی نہیں ——— ہمارے پاس کوئی ایسا کلیو نہیں ہے جس پر چل کر ہم ایکسٹو کو بے نقاب کر سکیں ——— ایکسٹو دانش منزل کو فی الحال خیرباد کہہ چکا ہے ——— اب وہ کہاں ہے ———؟ کون ہے؟ کیسے معلوم ہو سکتا ہے ———؟ ہم میں سے کسی نے اس کی شکل نہیں دیکھی۔ وہ اگر نقاب اتار دے اور ہمارے ساتھ اس ہوٹل میں بیٹھ کر چائے پیتا رہے تو ہم کیسے معلوم کریں گے کہ یہ ایکسٹو ہے ———؟ عمران کو آپ جانتی ہیں کہ وہ ہمارا ساتھ دینے سے زیادہ ایکسٹو کا ساتھ دینا پسند کرتا ہے کیونکہ بہرحال ہم سے ہزار گنا زیادہ اس کے ایکسٹو سے مفادات ہیں چنانچہ یقیناً وہ ایکسٹو کی حمایت کرے گا ——— اب ہمارے سامنے کون سا راستہ ہے ———؟ آپ اس کے متعلق سوچیے ——— اگر ہم یونہی بیٹھے رہے اور سوچنے میں پندرہ دن گزر گئے تو ہمارا کیا حشر ہو گا یہ اظہر من الشمس ہے" ——— کیپٹن شکیل کا لہجہ بے حد جارحانہ تھا۔

"مگر ملک سے غداری اور ملک دشمن تنظیم کا رکن بننا کہاں کی عقلمندی ہے" ———؟ جولیا بھی غصہ میں بھرے ہوئے لہجے میں بولی۔

"مگر ہم کب ملک دشمنی کی خاطر ایسا کر رہے ہیں ——— کیا اس سے پہلے ایسا نہیں ہوا کہ ہم دشمن تنظیم میں ان کے رکن بن کر شامل ہوتے رہے ———؟ کیا ہم نے پہلے دشمن تنظیموں میں شامل ہو کر ان کی جڑیں نہیں کھودیں ———؟ پھر اب کوئی نئی

بات ہو گئی ہے کیا" ———؟ کیپٹن شکیل نے بھی جھنجھلا کر جواب دیا۔

"اوہ ہاں! ——— یہ بات ٹھیک ہے اس طرح ہم ڈی۔آئی۔اے کی تنظیم کو گھیر کر لگا سکتے ہیں" ——— اب جولیا کی سمجھ میں بات آ گئی۔

پھر صفدر نے بھی تائید کر دی۔ چنانچہ یہ جھگڑا بخیر و خوبی نپٹ گیا۔

"تو ٹھیک ہے ——— ڈی۔آئی۔اے کے ایجنٹ کا ٹیلیفون آئے تو ہم رضامندی کا اظہار کر دیں گے" ——— کیپٹن شکیل نے کہا۔

اور صفدر اور جولیا نے تائید میں سر ہلا دیا۔

اب کمرے میں گہری خاموشی چھا گئی۔ تینوں اپنی اپنی سوچ میں غرق تھے۔ شاید آنے والے واقعات کے متعلق سوچ رہے تھے۔

اچانک ٹیلیفون کی گھنٹی نے خاموشی کا یہ طلسم توڑ دیا۔ کیپٹن شکیل نے آگے بڑھ کر رسیور اٹھا لیا۔

"ہیلو ——— کون بول رہا ہے" ———؟ اس نے سخت لہجے میں پوچھا۔

"فرمایئے جناب! ——— آپ لوگوں نے کیا فیصلہ کیا ہے" ———؟ دوسری طرف سے اسی نوجوان کی آواز سنائی دی۔

"کیسا فیصلہ ———؟ اور آپ کون ہیں" ———؟ کیپٹن شکیل نے غراتے ہوئے پوچھا۔

"میں وہی ہوں جناب! ——— جس کے گال پر ابھی تک آپ کی پانچوں انگلیوں کے نشان ثبت ہیں" ——— نوجوان نے چہکتے ہوئے جواب دیا۔

"اوہ ——— ٹھیک ہے ——— ہم نے فیصلہ آپ کے حق میں کیا ہے" ——— کیپٹن شکیل نے صفدر اور جولیا کی طرف معنی خیز نظروں سے دیکھتے ہوئے جواب دیا۔

"ویری گڈ ——— ویری گڈ ——— آپ نے بڑا دانش مندانہ فیصلہ کیا ہے ——— اب آپ

ایسا کریں کہ سپیشل کالونی کی کوٹھی نمبر ۱۲۰ میں تشریف لائیں تاکہ چیف آپ کو مزید ہدایات اور پروگرام سے آگاہ کر سکے ــــ ویسے ایک بات کا خیال رکھیں کہ کسی قسم کی غلط حرکت یا دھوکہ بازی آپ کے لیے ہی نقصان دہ ثابت ہو سکتی ہے" ــــ نوجوان نے سخت لہجے میں تنبیہ کی۔

"مسٹر! ــــ ہم بچے نہیں ہیں کہ آپ ہمیں سبق پڑھا رہے ہیں" ــــ کیپٹن شکیل کو اس کی بات پر غصہ آگیا۔

"اوہ ــــ ساری مسٹر شکیل ــــ واقعی مجھ سے غلطی ہو گئی ــــ ابھی اس ملک میں تعلیم بالغاں نے رواج نہیں پکڑا" ــــ نوجوان کا لہجہ طنزیہ تھا۔

اس سے پہلے کہ کیپٹن شکیل اسے کوئی جواب دیتا۔ دوسری طرف سے رسیور رکھا جا چکا تھا۔



عمران نے کار شادمان کالونی کی طرف موڑ دی۔ تھوڑی دیر پہلے اسے ٹائیگر کا پیغام ملا تھا۔

شادمان کالونی کے بلاک نمبر ۲ کی دوسری کوٹھی کے قریب پہنچتے ہی اس نے اضطراری طور پر کار روک دی۔ کیونکہ گیٹ کے سامنے لوگوں کا کافی ہجوم تھا اور پولیس کی سرخ ٹوپیوں کی تعداد بھی کافی تھی۔

عمران نے کار روکی اور تیز تیز چلتا ہوا ہجوم کے اندر گھس گیا۔ ہجوم میں راستہ بناتا وہ سب سے اگلی صف میں پہنچا تو اس نے دیکھا کہ ایک کار تباہ ہوئی پڑی کار کی پوزیشن دیکھ کر وہ پہلی ہی نظر میں تاڑ گیا کہ کار پر دستی بم پھینک کر تباہ کیا گیا ہے۔

اس کار سے چند فٹ پر ایک اور کار موجود تھی جس کا ایک ٹائر پھٹا ہوا تھا۔ دونوں کاروں کے درمیان دو آدمی مرے پڑے تھے۔ عجیب الجھا ہوا منظر تھا۔

عمران نے کوٹھی کے گیٹ پر نظر ڈالی اور دوسرے لمحے اس کی نظر سوپر فیاض پر جو پہلی بار کار کی پچھلی طرف سے نکل کر اب دوسری کار کی طرف بڑھ رہا تھا۔

"ہیلو ــــ میرے خیال میں یہ دونوں کاریں نیلامی میں خریدی ہیں" ــــ عمران سوپر فیاض سے مخاطب ہو کر زور سے کہا۔

اور پھر عمران کی آواز سنتے ہی سوپر فیاض ٹھٹھک کر رک گیا۔ اور پھر عمران پر پڑتے ہی وہ تیر کی طرح عمران کی طرف بڑھا۔

"خدا کی قسم سوپر! ــــ مجھے نہیں پتہ تھا کہ یہ کاریں تمہاری بیوی کو جہیز میں ملی ورنہ میں ــــ مم ــــ مم" ــــ فیاض کے قریب پہنچ جانے پر عمران نے ہکلانے شاندار اداکاری کی۔

"شٹ اپ ــــ تم بغیر موقع محل دیکھے بکواس کیے جاتے ہو" ــــ فیاض کو جلال وجہ سے بھی ضرورت سے زیادہ آ رہا تھا کہ لوگ عمران کی باتیں سن کر بے تحاشہ قہقہے مار رہے تھے۔ اور پھر لوگ تو ایک طرف رہے پولیس کے سپاہی بھی اپنی ہنسی روک سکے۔

"بھئی سوپر! ــــ میں تاریخ میں قطعی نکما ہوں ــــ تاج محل ٹوٹا ہوا ہے یہ موقع محل کہاں واقع ہوا ہے ــــ یہ موقع محل کسی بادشاہ کا نام تھا؟ شہزادوں

کا — یا — کسی پولیس کے بہت بڑے افسر کا" —— عمران کی زبان چل پڑی اور فیاض جھنجھلا گیا۔

"خاموش رہو" —— فیاض نے پیر پٹکتے ہوئے غصے سے بھرپور لہجے میں کہا۔ اس کے چہرے پر غصے سے قوس و قزح کے تمام رنگ اکٹھے ہو گئے تھے۔

"بڑی اچھی پکچر تھی —— شوہر اپنی بیویوں کو خصوصی طور پر یہ فلم دکھانے لے جاتے تھے اور جب فلم کا نام سکرین پر ابھرتا ہے تو سرگوشی میں بیوی سے کہتے ہیں کہ دیکھا کتنا اچھا مشورہ ہے —— نیک بیویاں اچھے مشوروں پر ہمیشہ عمل کرتی ہیں —— مگر اس کے جواب میں جب بیگم صاحبہ کی زبان چلتی ہے تو شوہر صاحب کو مجبوراً اس نیک مشورے پر عمل کرنا پڑتا ہے" —— عمران کی زبان چل رہی تھی۔ اور وہ ساتھ ساتھ یوں ہاتھوں کو ہلا رہا تھا کہ لوگوں کے ہنستے ہنستے پیٹ میں بل پڑ رہے تھے۔

اور تو اور سوپر فیاض بھی مسکرا رہا تھا۔ بیچارہ کیا کرتا۔ گویم مشکل و نگویم مشکل۔ اور پھر اچانک اسے ایک خیال آیا۔

"بھگاؤ ان سب لوگوں کو" —— اس نے چیخ کر سپاہیوں سے کہا جو عمران کی باتوں پر یوں ہنس رہے تھے جیسے بچے مداری کے الٹے سیدھے کرتبوں پر دل کھول کر ہنستے ہیں۔

سوپر فیاض کی دھاڑ سنتے ہی سپاہی چونک کر الرٹ ہو گئے اور پھر انہوں نے بے تحاشہ لوگوں پر ڈنڈے برسانے شروع کر دیئے۔ چند ہی لمحوں بعد میدان صاف تھا اور فیاض اس کامیابی پر دل ہی دل میں خوش ہو رہا تھا۔

عمران اس دوران آگے بڑھ کر سنجیدگی سے ان دو لاشوں کو دیکھ رہا تھا یہ دونوں مقامی غنڈے تھے۔

"ایک لاش ادھر پڑی ہے —— یہ اس کار میں سے نکلی ہے اور اس کی موت گلا دبنے سے ہوئی ہے اور ان دونوں لاشوں سے کافی دیر پہلے اس کی موت واقع ہوئی ہے" —— سوپر فیاض نے ایک اور لاش کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

عمران اس کی طرف بڑھا اور پھر یہ دیکھ کر بری طرح چونک پڑا کہ لاش کے جسم پر بیرے کی وردی موجود تھی اور سینے پر کیفے کا نام بھی لکھا ہوا تھا۔

"یہ لاش کس کار سے نکلی ہے" —— ؟ عمران نے پوچھا۔ اور فیاض نے ہاتھ سے پھٹے ہوئے ٹائر والی کار کی طرف اشارہ کر دیا۔

"اور تو کوئی لاش نہیں ملی" —— ؟ عمران نے گہری سنجیدگی سے پوچھا۔ ویسے لہجے کی نچلی سطح پر موجزن اضطراب کی لہر صاف محسوس ہو رہی تھی۔

"ہاں —— اس تباہ شدہ کار کے قریب ایک نوجوان بیہوشی کے عالم میں ملا تھا۔ اس کے جسم پر معمولی سی خراشیں آئی تھیں اور وہ بھی کار سے باہر گرنے سے۔ وہ شاید کار تباہ ہونے سے ایک دو سیکنڈ پہلے کار سے باہر کود گیا تھا۔ ورنہ کار کے ساتھ ساتھ اس کے جسم کے حصے بھی ڈھونڈنے پڑتے۔ اسے میں نے ہسپتال بھجوا دیا ہے" —— فیاض نے عمران کو باقاعدہ رپورٹ دیتے ہوئے کہا۔

اور عمران نے اطمینان کی ایک طویل سانس لی جیسے اس کے سر سے ایک بہت بڑا بوجھ اتر گیا ہو۔

"اچھا میں چلوں — میں ایک دوست کو ملنے آیا تھا —— یہ سامنے والی کوٹھی اسی کی ہے" —— عمران نے سامنے والی کوٹھی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"ہائیں! — یہ کوٹھی تمہارے دوست کی ہے —— یہ تو خالی پڑی ہے —— میں نے ساری کوٹھی چھان ماری ہے" —— فیاض نے حیرت زدہ لہجے میں عمران سے کہا۔

"ارے تم اندر کیوں گئے تھے ——" عمران نے چونک کر پوچھا۔

"یہ کار اس کوٹھی سے باہر نکل رہی تھی کہ اس کا ٹائر پھٹا اور پھر دوسری کا سپر بم مارا گیا یہ نشانات دیکھ رہے ہو" —— فیاض نے کاروں کے ٹائروں کے نشانات دکھاتے ہوئے کہا۔

"ہوں —— تو وہ جو زخمی ہوا ہے وہ کہیں میرا دوست نہ ہو" —— عمران نے اپنے لہجے کو گلوگیر بناتے ہوئے کہا۔

"نہیں —— اس نے ہوش میں آنے کے بعد اس کوٹھی سے لاتعلقی ظاہر کی تھی" —— فیاض نے جواب دیا۔

اور عمران اچھل پڑا۔

"لاتعلقی —— ارے آج میں نے اخبار میں اشتہار پڑھا تھا کہ ڈیڈی نے مجھ سے اعلان لاتعلقی کیا ہے —— ارے مجھے تو خیال نہیں رہا۔ میں ابھی جا کر لغات میں لاتعلقی کا مطلب دیکھتا ہوں —— ویسے میرے خیال میں پرانے زمانے میں جاگیرداروں کو تعلقہ دار کہا جاتا تھا۔ یہ لاتعلقی شاید جاگیرداری کو کہتے ہوں گے" —— عمران نے کہا اور پھر فیاض کو حیرت زدہ چھوڑ کر تیزی سے دوڑا۔

اور پھر فیاض کی "رکو —— رکو —— رک جاؤ —— خبردار" —— کی آوازوں پر کان دھرے بغیر دوڑتا ہوا اپنی کار کا دروازہ کھول کر سٹیرنگ سیٹ پر بیٹھ گیا۔ دوسرے لمحے اس کی کار نے تیزی سے ٹرن لیا اور واپس شہر کی طرف دوڑتی چلی گئی۔

عمران کی تسلی ہو گئی تھی کہ ٹائیگر کو کوئی خطرہ نہیں ہے۔ ہسپتال جانا فضول تھا۔ کیونکہ ظاہر ہے کہ مرہم پٹی کے بعد ٹائیگر نے پہلی کوشش ہسپتال سے فرار ہونے کی کی ہو گی۔

عمران کار دوڑاتا گیا اور پھر تھوڑی دیر بعد اس نے کار مین روڈ سے ایک بائی روڈ پر ڈال دی۔ تھوڑی دور جا کر اس نے کار روکی اور پھر کار سے اتر کر آگے بڑھنے لگا۔ اور

جلد ہی اسے اس کیفے کا بورڈ نظر آ گیا جس کا ذکر ٹائیگر نے اپنی رپورٹ میں کیا تھا اور جس کا بیج اس نے مردہ بیرے کے سینے پر لگا ہوا دیکھا تھا۔

کیفے کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔

عمران کیفے میں داخل ہو گیا۔ کیفے میں کوئی خاص رونق نہیں تھی۔ اکا دکا میزیں آباد تھیں۔

کاؤنٹر پر ایک آدمی بیٹھا نظر آ رہا تھا۔ کاؤنٹر کے ساتھ ہی عمران کو وہ دروازہ بھی نظر آ گیا تھا جو تہہ خانے میں جاتا تھا اور جس کے متعلق ٹائیگر نے وضاحت کی تھی۔

عمران سیدھا کاؤنٹر کی طرف گیا اور پھر اس نے قریب جا کر دونوں کہنیاں کاؤنٹر پر ٹکائیں اور بڑے پراسرار انداز میں کاؤنٹر مین کی آنکھوں میں گھورنے لگا۔

کاؤنٹر مین اس طرح عمران کے گھورنے سے نروس سا ہو گیا۔ عمران کی آنکھوں سے اسے بجلی کی لہریں سی نکلتی ہوئی نظر آ رہی تھیں اور اسے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے اس کے ارد گرد سمندر کی موجیں سر پٹک رہی ہوں۔ ایک عجیب سی خواب ناک دھند اس کے ذہن پر قبضہ جمانے لگی۔

کاؤنٹر مین نے بڑی کوشش کی کہ وہ عمران کی آنکھوں میں دیکھنے کی بجائے اپنی توجہ دوسری طرف کر لے مگر بے سود۔

چند لمحوں بعد عمران سانپ کی طرح پھنکارا۔

"تم میرے حکم کی تعمیل کرو گے —— جو میں کہوں گا ویسے ہی کرو گے"۔

اور کاؤنٹر مین کو یوں محسوس ہوا جیسے کہ ایک نادیدہ قوت اس کے اعصاب پر کنٹرول کر چکی ہو۔

"میں تعمیل حکم کروں گا" —— بے اختیار اس کے منہ سے نکلا۔

"مجھے تہہ خانے میں لے چلو" —— عمران نے سابقہ لہجے میں اسے حکم دیا اور پھر اس سے

نظریں ہٹا کر کیفے پر طائرانہ نظریں ڈالنا شروع کر دیں۔

کاؤنٹر مین ایک دو لمحوں تک اپنی جگہ پر بے حس و حرکت کھڑا رہا۔ اور پھر اچانک چونک کر بولا۔

"چلئے جناب! ۔۔۔ میں آپ کو تہہ خانے میں لے چلتا ہوں" ۔۔۔ اس کا لہجہ بیحد مؤدبانہ تھا۔ اور اس کی آواز سے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ کہیں دور سے بول رہا ہو۔

عمران مسکرایا اور پھر اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

کاؤنٹر مین نے کاؤنٹر کی دراز کھول کر ایک چابی نکالی اور پھر اس دروازے کی طرف مڑ گیا۔ اس نے چابی سے آٹومیٹک لاک کھولا اور پھر عمران کو لیے دروازے کے اندر چلا گیا۔

جلد ہی وہ اس کمرے میں پہنچ گئے جہاں کافی بڑا ٹرانسمیٹر موجود تھا۔

عمران تیزی سے ٹرانسمیٹر کے سامنے کرسی پر بیٹھ گیا۔

"فریکونسی اور ہیڈ کوارٹر کوڈ بتلاؤ" ۔۔۔ عمران نے ایک بار پھر کاؤنٹر مین کی آنکھوں میں اپنی سانپ کی طرح چمکتی ہوئی آنکھیں ڈال کر تحکمانہ لہجے میں کہا۔

"فریکونسی ۔۔ ٹونٹی ایٹ ایٹ فور سادھتھ ۔۔۔ کوڈ ڈینجر" ۔۔۔ کاؤنٹر مین نے یوں بتلایا جیسے کوئی ٹیپ چل رہا ہو۔

عمران نے ٹرانسمیٹر کا بٹن آن کیا اور پھر کاؤنٹر مین کی بتلائی ہوئی فریکونسی سیٹ کر کے ہیڈ فون کانوں پر چڑھا لیا۔

جلد ہی ٹرانسمیٹر سے ابھرنے والا شور بند ہو گیا اور ایک غراتی ہوئی آواز سنائی دی۔

"ہیڈ کوارٹر سپیکنگ اوور"

"اے متھری سپیکنگ سر اوور" ۔۔۔ عمران نے ایسے لہجے میں بات کی جیسے اسے شدید زکام ہو گیا ہو۔

"کوڈ" ۔۔۔ ؟ دوسری طرف سے پہلے سے بھی زیادہ سخت لہجے میں پوچھا گیا۔

"ڈینجر" ۔۔۔ عمران نے بڑے اطمینان سے جواب دیا۔

"اے متھری! ۔۔۔ تمہاری آواز کو کیا ہو گیا ہے ۔۔۔ ؟ تمہاری آواز کافی بدلی ہوئی ہے ۔۔۔ جلدی جواب دو۔ اوور" ۔۔۔ دوسری طرف سے انتہائی سخت لہجے میں پوچھا گیا۔

"سر ۔۔۔ ایکسٹو کی ٹیم سے جھڑپ ہو گئی تھی جس سے میرے ناک پر شدید چوٹ آئی ہے اس وجہ سے مجھے بولنے میں بے حد تکلیف ہو رہی ہے۔ اوور" ۔۔۔ عمران نے ایک معقول بہانہ بنایا۔

"ہوں ۔۔۔ مشن کا کیا ہوا۔ رپورٹ دو۔ اوور" ۔۔۔ شاید ہیڈ کوارٹر عمران کے بہانے پر مطمئن ہو گیا تھا۔

"سر ۔۔۔ ابھی تک کوئی عملی قدم نہیں اٹھایا گیا۔ اوور" ۔۔۔ عمران نے گول مول سا جواب دیا۔

"اے متھری ۔۔۔ تم لوگوں کی کارکردگی بے حد سست رہی ہے ۔۔۔ تمہیں جلد از جلد مشن کو پایۂ تکمیل تک پہنچانا چاہیئے۔ اوور" ۔۔۔ ہیڈ کوارٹر کی طرف سے بولنے والے کا لہجہ لمحہ بہ لمحہ سخت ہوتا جا رہا تھا۔

"سر ۔۔۔ کوئی لائن آف ایکشن ہی سمجھ میں نہیں آ رہی۔ اوور" ۔۔۔ عمران نے جان بوجھ کر یہ فقرہ کہا۔

"نمبر اے اور نمبر ڈی کیا کر رہے ہیں ۔۔۔ ؟ کیا اس ملک میں جا کر ان کی تمام صلاحیتیں ختم ہو گئی ہیں۔ اوور" ۔۔۔ ؟ ہیڈ کوارٹر نے دھاڑتے ہوئے پوچھا۔

عمران سمجھ گیا کہ اسے اور ٹو کا اشارہ شارپ وائٹ اور بلیک کلارک کے متعلق ہے۔

"سر —— میں کیا کہہ سکتا ہوں —— ہم تو ان کے پابند ہیں اگر ہمیں کھلی اجازت دی جائے تو ہم اپنی مرضی سے اس کیس سے نپٹ لیں۔ اوور" —— عمران نے بات بنائی۔

جواب میں چند لمحوں تک خاموشی رہی۔ پھر آواز آئی۔

"ٹھیک ہے —— میں انہیں بھی آرڈر دے دیتا ہوں کہ وہ علیحدہ کام کریں اور تم علیحدہ کام کرو —— ہاں اگر انہیں ضرورت پڑے تو تم انہیں ہر قسم کی امداد دینے کے پابند ہو گے اور تم دونوں پارٹیوں کے درمیان تصادم نہیں ہونا چاہیئے —— تم دونوں فریق ایک دوسرے کو روزانہ کارکردگی کی رپورٹ دو گے —— میں تمہیں بطور ڈی آئی اے کے سربراہ تمام اختیارات دیتا ہوں۔ اوور" —— دوسری طرف سے احکام صادر کیے جانے لگے اور عمران کی آنکھیں مسرت سے چمکنے لگیں۔ کیونکہ وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو گیا تھا۔

واقعی ٹائیگر نے بڑے کام کے آدمی پر ہاتھ ڈالا تھا۔ اسے مقری ڈی۔ آئی۔ اے کا مقامی سربراہ تھا۔

"او کے سر —— آپ قطعی بے فکر رہیں —— ڈی۔ آئی۔ اے چند دنوں ہی میں ایکسٹو کو بے نقاب کر دے گی۔ اوور" —— عمران نے جب یہ کہا تو وہ دل ہی دل میں ہنس رہا تھا۔ اسے اس تصور سے ایک عجیب سی فرحت محسوس ہو رہی تھی کہ اگر ہیڈ کوارٹر کو اس وقت یہ معلوم ہو جائے کہ اس سے بات کرنے والا ہی دراصل ایکسٹو ہے تو کیسی رہے گی۔

"ٹھیک ہے —— تم مجھے ڈیلی رپورٹ دو گے۔ اوور" —— ہیڈ کوارٹر سے حکم دیا گیا۔

"او کے سر۔ اوور" —— عمران اب بات چیت ختم کرنا چاہتا تھا۔

"او کے —— اوور اینڈ آل" —— حسب توقع دوسری طرف سے کہا گیا اور عمران مسکراتے ہوئے ٹرانسمیٹر کا بٹن آف کر دیا۔ سر پر چڑھا ہیڈ فون اتار کر اس نے ٹرانسمیٹر کی ہک سے لٹکایا اور پھر اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

عمران کے پیچھے کھڑا ہوا کاؤنٹر مین خاموش تھا۔

"سنو! —— میری بات غور سے سنو! —— تم میرے حکم کی تعمیل کرو گے اور تم کیفے سے میرے ساتھ چلو گے اور جو میں پوچھوں گا اس کا صحیح صحیح جواب دو گے" —— عمران نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتے ہوئے اسے حکم دیا۔

"میں تمہارے حکم کی تعمیل کروں گا" —— کاؤنٹر مین نے ڈوبے ہوئے لہجے میں جواب دیا اور عمران اطمینان سے سر ہلاتا ہوا واپس کیفے کی طرف بڑھ گیا۔ کاؤنٹر مین اس کے پیچھے چل رہا تھا۔

جب وہ دونوں کیفے کے ہال میں داخل ہوتے تو اچانک عمران ٹھٹھک کر رک گیا۔ سامنے دروازے سے دو غیر ملکی اندر داخل ہو رہے تھے۔ عمران اور کاؤنٹر مین کو اس خصوصی دروازے سے نکلتے وہ دیکھ چکے تھے۔

اس سے پہلے کہ عمران کچھ کہتا ان دونوں نے انتہائی پھرتی سے ریوالور نکال لیے۔

"ہینڈز اپ" —— انہوں نے چیخ کر عمران سے کہا۔

عمران نے خاموشی سے ہاتھ اٹھا دیئے۔

"کون ہو تم اور تہہ خانے میں کیوں گئے تھے" —— ایک غیر ملکی نے چیخ کر پوچھا۔

"میں میونسپل کارپوریشن کا تہہ خانہ انسپکٹر ہوں —— کیفے کا تہہ خانہ چیک کرنے گیا تھا" —— عمران نے اطمینان سے جواب دیا۔

عمران کے جواب سے ایک دو لمحے کے لیے ان کے چہروں پر سراسیمگی سی پھیل گئی۔

"شٹ اپ —— تم جھوٹ بول رہے ہو" —— دو منٹ کی خاموشی کے بعد ان میں سے ایک بولا۔

"تم بتاؤ جیگر ـــــ یہ تمہارے ساتھ تہہ خانے میں کیا کرنے گیا تھا" ـــــ؟ اب انہوں نے کاؤنٹر مین جس کا نام جیگر تھا سے سوال کیا۔

"جناب میں حکم کی تعمیل کروں گا" ـــــ کاؤنٹر مین ابھی تک ٹرانس میں تھا اس لیے اس نے وہی جملہ دہرا دیا۔

"کیا بکواس ہے" ـــــ ایک غیر ملکی نے جھنجلا کر کہا۔

"اسے گرفتار کر لو" ـــــ اس نے اردگرد کھڑے بیروں کو حکم دیا۔ اور اس کا حکم ملتے ہی سب بیرے مل کر عمران کی طرف بڑھے۔

جیسے ہی وہ عمران کے قریب آئے۔ عمران اچانک برق کی طرح لہرایا اور دوسرے لمحے قریب کھڑا ایک بیرہ اس کے ہاتھوں پر اٹھتا ہوا سامنے کھڑے ہوتے غیر ملکیوں سے جا ٹکرایا۔

ایک غیر ملکی تو اس کے دھکے سے دوسری طرف الٹ گیا۔ مگر دوسرا اپنا پہلو بچا گیا اس نے پہلو کاٹتے ہی ٹریگر دبا دیا۔ گو اس نے نشانہ عمران کا لیا تھا مگر عمران اس کی زد میں کہاں آتا تھا۔ وہ تیزی سے ایک سائیڈ میں ہو گیا اور گولی اس کے بجائے اس کے پیچھے کھڑے کاؤنٹر مین کے سینے میں گھستی چلی گئی۔ اور کاؤنٹر مین ایک خوفناک چیخ مارتا ہوا ڈھیر ہو گیا۔ ہال میں سراسیمگی اور خوف کی ایک لہر دوڑ گئی۔

عمران نے ایک زوردار جمپ لگایا اور وہ اٹھتے ہوتے غیر ملکیوں کے سر سے ہوتا ہوا دروازے میں جا گرا۔

اس سے پہلے کہ غیر ملکی اور بیرے سنبھلتے یا پوزیشن سمجھتے۔ عمران نے پھرتی سے دروازے کے دونوں پٹ کھینچ کر بند کر دیئے۔ اسی لمحے ایک غیر ملکی نے فائر کر دیا۔ مگر گولی عمران کے بجائے دروازے میں لگی۔ عمران نے انتہائی تیزی سے دروازہ بند کر کے باہر سے کنڈی لگا دی۔ اب وہ کچھ دیر کے لیے محفوظ ہو گیا تھا۔ چنانچہ وہ آرام سے چلتا ہوا اپنی کار تک پہنچا۔ دوسرے لمحے اس کی کار فراٹے بھرتی ہوئی بائی روڈ سے مین روڈ کی طرف مڑ گئی۔

عمران کو بس اتنا افسوس ضرور تھا کہ وہ کاؤنٹر مین کو اپنے ساتھ نہ لے آ سکا ورنہ وہ اس سے اچھی خاصی معلومات حاصل کر لیتا۔

جلد ہی اس کی کار شادمان کالونی کی اسی کوٹھی پر پہنچ گئی جہاں کچھ دیر پہلے سوپر فیاض تفتیش میں مصروف تھا اور جس سے جان چھڑانے کے لیے وہ وہاں سے بھاگا تھا۔ اب وہ جگہ خالی تھی۔ دونوں گاڑیاں اور لاشیں لے جائی جا چکی تھیں۔

عمران نے کار گیٹ کے سامنے روکی اور پھر اتر کر اس نے گیٹ کے قریب سوراخ میں انگلی ڈال دی۔ دوسرے لمحے گیٹ کھلتا چلا گیا۔ عمران کار اندر لے گیا۔ اس نے کار پورچ میں کھڑی کی اور پھر اتر کر اندر کمرے میں بڑھ گیا۔ لیکن کمرے میں گھستے ہی وہ ٹھٹھک کر رک گیا۔ تہہ خانے کا خفیہ دروازہ کھلا ہوا تھا۔

عمران نے جیب سے ریوالور نکالا اور پھر جھپٹ کر تہہ خانے کی سیڑھیاں اترتا چلا گیا۔ اور پھر اس کے بدترین اندیشوں کی تصدیق ہو گئی۔

ٹائیگر کی رپورٹ کے مطابق لے مقری کو تہہ خانے میں موجود ہونا چاہیئے تھا مگر خالی تہہ خانہ اس کا منہ چڑھا رہا تھا۔

لے مقری غائب تھا۔

"ہوں ـــــ اس کا مطلب ہے کہ ڈی۔ آئی۔ اے خاصی مستعد اور فعال تنظیم ہے" ـــــ عمران نے دل ہی دل میں سوچا اور واپس مڑ گیا۔

دراصل اس سے غلطی ہوئی تھی۔ وہ فیاض کی وجہ سے چلا گیا تھا۔ مگر فیاض کے جاتے ہی ڈی۔ آئی۔ اے، لے مقری کو لے اڑی اور اس طرح عمران کی تمام سکیم چوپٹ ہو کر رہ گئی تھی۔ ویسے اب اسے یقین تھا کہ وہ کیفے بھی تباہ کیا جا چکا ہو گا۔ اس لیے

فی الحال ہر طرف اندھیرا ہی اندھیرا تھا۔

تہہ خانے کا دروازہ بند کر کے عمران دوبارہ کار میں آبیٹھا اور پھر اس کی کار جلد ہی کوٹھی سے نکل کر سڑک پر دوڑنے لگی۔

پریذیڈنٹ سیکرٹریٹ کی عمارت آدھی رات کے وقت بھی روشنیوں سے جگمگا رہی تھی۔ اس عمارت کے گرد سرچ لائٹوں کا ایسا انتظام کیا گیا تھا کہ عمارت کا چپہ چپہ روشن تھا اور پھر ملٹری پولیس اور سیکرٹریٹ کا خصوصی حفاظتی عملہ بے حد چوکنا رہتا تھا۔ اس عمارت کے اندر ملک کے خفیہ ترین راز پوشیدہ تھے اور ان رازوں کی حفاظت کے لیے ہی ایسا انتظام کیا گیا تھا کہ پہرہ داروں کی نظروں سے گزرے بغیر کبھی بھی اندر داخل نہیں ہو سکتی تھی۔

عمارت سے کافی دور ایک خالی مکان کی چھت پر شارپ وائی اور بلیک کلارک لیٹے ہوئے بغور عمارت کی طرف دیکھ رہے تھے۔

"بڑا زبردست حفاظتی انتظام کیا گیا ہے" ——— شارپ وائی نے سرگوشی کرتے ہوئے کہا۔

"ہاں!—— مگر انہیں معلوم نہیں کہ ان کا پالا کن سے پڑا ہے" —— بلیک کلارک نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"دیکھو کیا ہوتا ہے ـــــ؟ ویسے مجھے اُمید تو ہے کہ ہمارا پلان کامیاب رہے گا" شارپ وائلی نے تذبذب بھرے لہجے میں کہا۔

"بالکل کامیاب ہوگا ـــــ ہمارا پلان ہی ایسا ہے کہ یہ سوچ بھی نہیں سکتے" ـــــ بلیک کلارک کا لہجہ اعتماد سے بھرپور تھا۔

پھر کافی دیر تک وہ دونوں خاموش رہے۔ ان کی نظریں اب بھی عمارت پر ہی لگی ہوئی تھیں۔

"ابھی تک انہیں شبہ نہیں ہوا ـــــ ورنہ ضرور پہرہ داروں میں ہل چل پیدا ہو جاتی" ـــــ شارپ وائلی نے دوبارہ سرگوشی کی۔

"دیکھتے جاؤ ـــــ ان کو شبہ بھی نہیں ہوگا اور ہم اپنا کام کر جائیں گے" ـــــ بلیک کلارک ضرورت سے زیادہ پُر امید تھا۔

اس سے پہلے کہ شارپ وائلی کوئی جواب دیتا۔ ان کے کانوں میں ایک ہلکی سی سیٹی کی آواز گونجی۔ سیٹی کی آواز مکان کے نچلے حصے سے آرہی تھی۔ اور وہ دونوں ہی چونک پڑے۔

"میں چلتا ہوں ـــــ میرا خیال ہے کہ کام مکمل ہو گیا ہے ـــــ تم یہاں سے نگرانی کرو۔ اگر کوئی گڑبڑ ہو تو مجھے ٹرانسمیٹر پر اشارہ کرنا" ـــــ شارپ وائلی نے بلیک کلارک سے کہا۔ اور پھر رینگتا ہوا سیڑھیوں کی طرف بڑھ گیا۔

بلیک کلارک نے ایک لمحہ کے لیے مڑ کر شارپ وائلی کو جاتے ہوئے دیکھا اور پھر دوبارہ عمارت پر نظریں جما دیں۔

شارپ وائلی تیزی سے سیڑھیاں اترتا ہوا نیچے ایک ہال میں پہنچ گیا۔ ہال میں اس وقت دس کے قریب مسلح آدمی کھڑے تھے۔ ہال کے فرش پر ایک کونے میں سیڑھیاں نیچے جا رہی تھیں۔ شارپ وائلی تیزی سے سیڑھیاں اترتا چلا گیا۔ سیڑھیاں اتر کر وہ کافی نیچے بنے ہوئے ایک تہہ خانے میں پہنچ گیا۔ یہاں تقریباً پانچ آدمی موجود تھے۔ تہہ خانے کی ایک دیوار میں کافی بڑا سوراخ بنا ہوا تھا جو آگے کی طرف چلا گیا تھا۔

"کام مکمل ہو گیا" ـــــ؟ شارپ وائلی نے ایک آدمی سے پوچھا۔

"یس سر ـــــ نقشے کے مطابق سرنگ ٹھیک ریکارڈ روم میں نکلی ہوگی" ـــــ اس آدمی نے جواب دیا۔

"ویری گڈ ـــــ کوئی دقت تو نہیں ہوئی" ـــــ؟ شارپ وائلی نے مسرت بھرے لہجے میں پوچھا۔

"سر ـــــ ان لوگوں نے اپنی طرف سے تو بہت اچھا انتظام کیا ہوا تھا۔ عمارت کی بنیادیں اور نچلی دیواریں سیسے کی بنی ہوئی ہیں جن میں سرنگ لگانا تقریباً ناممکن ہے ـــــ مگر ہماری یہ جدید ترین مشین زیرو نور بنائی ہی اسی خدشے کے پیش نظر گئی ہے۔ اس نے سیسے کی دیوار کو یوں کاٹ دیا جیسے تار صابن کو کاٹتا ہے" ـــــ اس آدمی نے فرش پر پڑی ہوئی ایک چھوٹی سی مشین کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بتایا۔

"چوہا بھیج کر تسلی کر لی گئی ہے" ـــــ؟ شارپ وائلی نے سرنگ کھودنے والی جدید ترین ایٹمک مشین کی طرف تحسین بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"نہیں ـــــ میں نے سوچا کہ یہ کام آپ کے سامنے سرانجام دیا جائے تاکہ آپ کی مکمل تسلی ہو جائے" ـــــ اس آدمی نے جو شاید اس آپریشن کا انچارج تھا جواب دیا۔

"بھیجو" ـــــ شارپ وائلی نے کہا۔ اور اس نے پاس کھڑے ایک آدمی کو اشارہ کیا۔ اس آدمی نے تھیلے میں سے ایک موٹا تازہ چوہا نکال کر انچارج کے ہاتھ میں دے دیا۔

چوہے کی کمر میں باقاعدہ بیلٹ بندھی ہوئی تھی اور اس بیلٹ کے ساتھ ایک نائیلون کی باریک رسی تھی۔

انچارج نے بیلٹ سے پکڑ کر چوہے کو سرنگ کے دہانے پر چھوڑ دیا اور خود رسی کا دوسرا سرا ہاتھ میں پکڑ لیا۔ چوہا جو اس کے ہاتھ میں تڑپ رہا تھا آزادی ملتے ہی تیزی سے سرنگ کے اندر دوڑ گیا۔

کافی دیر تک رسی کھسکتی رہی۔ پھر اس کی رفتار آہستہ ہو گئی۔ حتیٰ کہ چند لمحوں بعد رسی ختم ہو گئی۔

انچارج نے رسی ختم ہوتے ہی اسے دوبارہ کھینچنا شروع کر دیا۔ وہ رسی کو تیزی سے کھینچتا چلا گیا۔

سب لوگ بڑے اشتیاق سے یہ تماشہ دیکھ رہے تھے۔ شارپ وائلی کی نظریں بھی سرنگ کے دہانے پر جمی ہوئی تھیں۔

چند لمحوں بعد رسی کے ساتھ بندھا ہوا چوہا بھی کھنچتا ہوا سرنگ کے باہر آ گیا وہ باریک آواز میں چیں چیں کر رہا تھا۔ شاید یوں زبردستی کھینچے جانے پر احتجاج کر رہا تھا مگر اس کے احتجاج کی وہاں کیا پرواہ تھی۔ انچارج اور شارپ وائلی بغور چوہے کے جسم کا ملاحظہ کر رہے تھے۔

"یہ دیکھیے ــــ سیسے کے ذرات اس کے جسم سے چمٹے ہوئے صاف نظر آ رہے ہیں" ــــ انچارج نے مسرت آمیز لہجے میں کہا۔

"ہاں ٹھیک ہے ــــ سرنگ واقعی کامیابی سے لگائی گئی ہے ــــ اچھا اب میں جاتا ہوں" ــــ شارپ وائلی نے مسرت بھرے لہجے میں کہا۔ اور پھر ریوالور کا چیمبر چیک کر کے اس نے ہاتھ میں پنسل ٹارچ اور ایک طرف پڑا ہوا کیمرہ نما آلہ اٹھایا اور سرنگ کے اندر داخل ہو گیا۔

سرنگ کے اندر وہ گھٹنوں کے بل چلتا ہوا جا رہا تھا۔ ہاتھ میں پکڑی ہوئی پنسل ٹارچ روشن تھی۔ اس کی باریک سی شعاع اسے راستہ دکھانے میں خاصی معاون ثابت ہو رہی تھی۔

تیزی سے آگے بڑھتا ہوا وہ جلد ہی اس جگہ پہنچ گیا جہاں سیسے کی دیوار تھی۔ اس میں بنا ہوا سوراخ گو قدرے تنگ تھا لیکن اتنا ضرور تھا کہ وہ آسانی سے اندر داخل ہو سکتا تھا۔ چنانچہ وہ بڑی احتیاط سے اندر داخل ہو گیا۔ دیوار کراس کرتے ہی وہ ایک کافی بڑے ہال میں پہنچ گیا۔ ہال میں چاروں طرف بڑی بڑی الماریاں موجود تھیں جن پر نمبر لگے ہوئے تھے۔

شارپ وائلی نے جیب سے ایک کاغذ نکالا اور پھر پنسل ٹارچ کی روشنی میں اس نے کاغذ پہ بنا ہوا نقشہ بغور دیکھا۔ اس نے کاغذ دوبارہ جیب میں رکھا اور پھر ہاتھ میں پکڑے ہوئے کیمرے نما آلے کا رخ ایک الماری جس پہ نمبر ۲ لکھا ہوا تھا۔ کی طرف کر دیا۔ اب وہ آہستہ آہستہ اس الماری کی طرف بڑھ رہا تھا۔ الماری کے قریب پہنچ کر اس نے ایک لمحے کے لیے ادھر ادھر دیکھا اور پھر نظریں الماری پر گاڑ دیں۔ اسے اتنا تو اچھی طرح معلوم تھا کہ یہاں موجود ہر الماری کے گرد حفاظت کے جدید سائنسی انتظامات ضرور کیے گئے ہوں گے۔

ایک لمحے تک سوچنے کے بعد اس نے آلے کے دستے پر لگا ہوا بٹن دھیرے سے دبا دیا۔ بٹن دبتے ہی آلے کی نال سے سرخ رنگ کی باریک شعاع نکلی اور الماری پر پڑتے ہی ایک جھماکا ہوا جیسے کوئی سرکٹ ٹوٹ گیا ہو۔

شارپ وائلی دھیرے سے مسکرایا۔ حفاظتی نظام کا سرکٹ اسی ایورون شعاع کی وجہ سے ختم ہو چکا تھا۔

شارپ وائلی نے آلے کا ایک اور بٹن دبایا اور اس دفعہ سرخ شعاع کی بجائے

سبز رنگ کی تیز شعاعیں نکلیں اور الماری کے اوپر والے حصے پر پڑنے لگیں۔

تقریباً ایک سیکنڈ بعد الماری کا وہ حصہ پگھلنا شروع ہو گیا۔ وہ شعاعوں کو آہستہ آہستہ نیچے کرنے لگا اور الماری کا فولادی سینہ ان شعاعوں کی حدت سے پگھلنے لگا۔

اس نے چند لمحوں بعد بٹن آف کیا اور پھر تیزی سے ہاتھ بڑھا کر الماری کے سوراخ کے اندر سے ایک موٹی سی فائل نکال لی۔ یہ سبز رنگ کی کافی موٹی فائل تھی۔ اس نے بڑی بے چینی سے فائل کے اوپر لگی ہوئی سیل توڑی اور پھر فائل نے کھلتے ہی اسے اچھلنے پر مجبور کر دیا۔

یہ فائل اس ملک اور ایک اور ملک کے درمیان موجود ایک اہم دفاعی معاہدے کے کاغذات سے بھری ہوئی تھی۔ یہ ایک ایسی فائل تھی جس کی بنا پر شارپ وائی کا ملک اس ملک کو تگنی کا ناچ نچا دیتا۔

ایک انتہائی خفیہ راز اس کے ہاتھ چڑھ چکا تھا۔ اس نے آہستہ سے فائل کو ایک طرف فرش پر رکھا اور الماری کے اندر موجود دوسری فائلوں کو چیک کرنے لگا مگر کوئی بھی فائل اس کے کام کی نہ تھی اور جس کام کے لیے وہ آیا تھا وہ ہنوز نامکمل تھا۔ شارپ وائی نے اندر ہاتھ ڈال کر الماری کا لاک اوپن کیا اور الماری کے پٹ کھول دیئے۔

الماری میں تقریباً سو کے قریب فائلیں موجود تھیں۔ اس نے ساری فائلیں دیکھ لی تھیں مگر اس کی مطلوبہ فائل اسے ابھی تک نہیں مل سکی تھی۔ اور خالی الماری اس کا منہ چڑا رہی تھی۔

اس ناکامی نے اسے جھنجلا دیا۔ اچانک اس کے ذہن میں ایک جھماکا ہوا اور اس نے پنسل ٹارچ کی روشنی میں الماری کی دیواروں کو بغور دیکھنا شروع کر دیا۔ جلد ہی بائیں کونے پر ایک چھوٹے سے بٹن پر اس کی ٹارچ سے نکلنے والی روشنی ٹھہر گئی۔

اس نے انگلی سے اس بٹن کو دبا دیا۔ بٹن دبتے ہی الماری کی پچھلی دیوار ایک طرف سرکتی چلی گئی۔

اب سامنے ایک چھوٹے سے تہہ خانے میں سرخ رنگ کی ایک فائل نظر آنے لگی۔ اس نے فائل پکڑنے سے پہلے اس کیمرہ نما آلے کا رخ اس فائل کی طرف کیا اور ایک بٹن دبا دیا۔ سرخ رنگ کی شعاع تیزی سے اس فائل پر پڑی اور ایک جھماکا ہوا۔ اس نے آلے کا بٹن بند کر کے اطمینان کی ایک طویل سانس لی۔

اس کی احتیاط کی عادت کام کر گئی تھی۔ ورنہ وہ جیسے ہی فائل کو ہاتھ لگاتا خطرے کے الارم بج اٹھتے اور سارا مشن ہی ناکام ہو جاتا۔

اب اس نے اطمینان سے فائل کو اٹھا لیا۔ فائل کے اوپر سنہرے الفاظ میں صرف دو لفظ درج تھے۔ "ایکسٹو" ---- اور ---- "انتہائی اہم - انتہائی خفیہ" کے الفاظ صاف نظر آ رہے تھے۔

شارپ وائی نے تیزی سے فائل ایک طرف رکھی اور پھر باقی فائلیں اٹھا اٹھا کر واپس الماری میں رکھنی شروع کر دیں۔ صرف ایکسٹو کی فائل اور وہ پہلے والی موٹی فائل اس نے باہر رہنے دی۔ پھر اس نے دونوں فائلیں اٹھائیں اور واپس سرنگ کی طرف چل دیا۔

اس کا دل مسرت سے لبریز تھا اور ذہن میں اپنی کامیابی کا تصور ---- وہ ایکسٹو کی خفیہ ترین فائل کے ساتھ ساتھ ایک ایسی فائل بھی لیے جا رہا تھا جس پر یقیناً اس کی حکومت اسے زبردست خراج تحسین ادا کرے گی۔

وہ سرنگ میں رینگتا ہوا واپس بخیر و عافیت کمرے میں پہنچ گیا جہاں موجود افراد دل ہی دل میں اس کی کامیابی کی دعائیں مانگ رہے تھے۔

"کامیابی ---- بہت بڑی کامیابی" ---- شارپ وائی نے کمرے میں داخل ہوتے ہی نعرہ لگایا اور وہاں موجود افراد کے دل مسرت سے لبریز ہو گئے۔

ٹائیگر نے بیک مرر میں ایک آدمی کو ہاتھ اٹھاتے دیکھا اور وہ سمجھ گیا کہ دوسرے لمحے کیا ہونے والا ہے۔ اس نے چلتی کار میں سے دروازہ کھول کر باہر چھلانگ لگا دی۔ وہ کافی دور تک لڑھکنیاں کھاتا ہوا چلا گیا۔

اسی لمحے ایک زوردار دھماکہ ہوا اور پھر کار کے چند پرزے اڑ کر اس پر آ گرے۔ نجانے چوٹیں کہاں کہاں لگی تھیں کہ اس کا ذہن اچانک تاریکی میں ڈوبتا چلا گیا اور جب اسے ہوش آیا تو اس نے اپنے آپ کو ایک ہسپتال میں موجود پایا۔

اس کے سر اور بازو پر پٹیاں بندھی ہوئی تھیں۔ وہ ایک چھوٹے سے کمرے میں اکیلا تھا۔ اس کے جسم پر ابھی تک اس کا اپنا ہی لباس تھا۔ ابھی شائد اسے ہسپتال کا مخصوص لباس نہیں پہنایا گیا تھا۔

ہوش میں آتے ہی وہ چند لمحوں تک تو خالی الذہن کی کیفیت میں پڑا چھت کو دیکھتا رہا۔ پھر اس کے ذہن کی سلیٹ پر ہلکے ہلکے مدھم سے نقوش ابھرنے شروع ہو گئے۔ اس کا شعور بیدار ہو رہا تھا اور پھر اسے گزرے ہوئے تمام واقعات یاد آ گئے اور وہ چونک کر اٹھ بیٹھا۔

اس نے اپنے بازو اور ٹانگیں ہلا کر دیکھا۔ سب کچھ ٹھیک ٹھاک تھا۔ شائد سر کی چوٹ کی بنا پر وہ بے ہوش ہو گیا تھا۔ اپنے آپ کو صحیح پا کر حقیقت میں اسے بیحد خوشی ہوئی۔

ٹائیگر آہستہ سے پلنگ سے نیچے اترا۔ پلنگ کے نیچے موجود بوٹ پہنے اور پھر دبے پاؤں دروازے کی طرف بڑھا۔

دروازہ بند تھا۔ اس نے اس کی معمولی سی جھری میں سے جھانک کر دیکھا تو باہر دروازے پر ایک سپاہی رائفل پکڑے کھڑا تھا۔

"تو میں اس وقت پولیس کی تحویل میں ہوں" ——— اس نے دل ہی دل میں سوچا اور پھر مسکرا دیا۔

اب اس کا دھیان کمرے میں موجود کھڑکیوں کی طرف گیا۔ کھڑکیاں وہاں موجود ضرور تھیں مگر ان پر لگی ہوئی موٹی موٹی سلاخیں بھی اس کو صاف نظر آ گئیں۔ وہ سوچنے لگا کہ سپاہی کو کس طرح جل دے کر باہر نکلنا چاہیئے۔

وہ پولیس کی پوچھ گچھ سے پہلے ہی ہسپتال سے فرار ہونا چاہتا تھا اور وہ یہ بھی اچھی طرح جانتا تھا کہ اس کے پاس وقت بہت کم ہے۔ کسی بھی لمحے نرس یا ڈاکٹر اسے چیک کرنے آ سکتا ہے۔ چنانچہ اور کوئی صورت نہ پا کر اس نے براہِ راست اقدام کا فیصلہ کیا اور پھر اس نے دروازے کی ایک طرف کھڑا ہو کر زور سے زمین پر پیر مارا۔ ہلکا سا کھٹکا ہوا اور اس کی توقع کے عین مطابق رائفل بردار سپاہی نے دروازہ کھول کر اندر جھانکا اور پھر دوسرے لمحے بیڈ خالی دیکھ کر وہ تیزی سے اندر داخل ہوا۔

دوسرے لمحے دروازے کے پیچھے موجود ٹائیگر کا ہاتھ لہرایا اور ایک زوردار مکہ سپاہی کی کنپٹی پر پڑا۔ ایک ہی مکہ حیرت زدہ اور بے خبر سپاہی کے لیے کافی ثابت ہوا۔ وہ لہراتا ہوا فرش پر ڈھیر ہونے لگا تو ٹائیگر نے تیزی سے آگے بڑھ کر اسے ایک ہاتھ سے سنبھال لیا اور دوسرے ہاتھ سے اس کی رائفل پکڑ لی۔

اس نے بیہوش سپاہی کو گھسیٹ کر دروازے کے پیچھے کونے میں ڈال دیا اور دیوار کے ساتھ ہی اس کی رائفل بھی ٹکا دی۔ یہ کام کرتے ہی اس نے دروازے سے

جھانکا۔ سامنے نظر آنے والا برآمدہ خالی تھا۔

وہ اطمینان سے چلتا ہوا برآمدہ کراس کرنے لگا۔ برآمدے کے آخری حصے سے مڑ کر وہ ہسپتال کے گیٹ کے قریب پہنچ گیا۔

موڑ مڑتے ہی اس کا ٹکراؤ ایک نرس سے ہوا جو اپنی بھرپور جوانی کے نشے میں لہریں اٹھلاتی ہوئی آ رہی تھی۔ ٹائیگر اطمینان سے چلتا ہوا اس کے قریب سے گزر گیا۔ نرس نے بھی ایک اچٹتی نظر اس پر ڈالی اور آگے بڑھ گئی۔ مگر چند قدم چل کر وہ ٹھٹھک کر رک گئی جیسے اچانک اس کے دماغ میں کوئی خیال آ گیا ہو۔ اس نے پیچھے مڑ کر ٹائیگر کی طرف دیکھا۔ شائد وہ اسے پہچان گئی تھی۔

مگر اس وقت ٹائیگر دروازہ کراس کر چکا تھا۔ ٹائیگر نے پیچھے مڑ کر دیکھنے کی حماقت نہیں کی تھی۔ اس لیے نرس اس کی نظر سے غائب ہوتے ہی کندھے جھٹک کر آگے بڑھ گئی۔ اس کا شبہ شائد یقین کی حد تک نہیں پہنچ سکا تھا۔

ہسپتال سے باہر نکل کر ٹائیگر نے اطمینان کی ایک سانس لی۔ اب وہ آزاد تھا۔ وہ تیزی سے فٹ پاتھ پر چلتا ہوا آگے بڑھتا چلا گیا۔ وہ جلد از جلد ہسپتال کی عمارت سے دور جانا چاہتا تھا۔ کیونکہ کسی بھی لمحے سپاہی کی بے ہوشی اور اس کے فرار کا راز ظاہر ہو سکتا تھا۔

تقریباً دو سو گز کا فاصلہ طے کرنے کے بعد اسے ایک خالی ٹیکسی مل گئی۔

"شادمان کالونی" —— اس نے اندر بیٹھتے ہی ڈرائیور سے کہا۔ اور ڈرائیور نے سر ہلا کر گاڑی آگے بڑھا دی۔

جلد ہی ٹیکسی شادمان کالونی کے پہلے موڑ پر پہنچ گئی۔

"یہیں روک دو" —— ٹائیگر نے ڈرائیور سے کہا۔

ڈرائیور نے بریکیں لگا دیں۔ ٹائیگر نے گاڑی سے اتر کر جیب جیب میں ہاتھ ڈالا تو اس کے ذہن میں دھماکے سے ہونے لگے۔

اس کی جیبیں خالی تھیں۔ پولیس نے شائد تمام کاغذات اور بٹوہ اپنی تحویل میں لے لیا تھا۔

اب ڈرائیور کو رقم دینے کا مسئلہ تھا۔ اس نے ایک لمحے کے لیے سوچا اور پھر اس کی نظریں قمیض کے سونے کے کف لنکس پر پڑیں۔ اس نے خاموشی سے ایک کف لنک اتارا اور ڈرائیور کی طرف بڑھا دیا۔

"میں بٹوہ گھر بھول گیا ہوں —— یہ سونے کا کف لنک رکھ لو" —— ٹائیگر نے ڈرائیور سے کہا۔

ڈرائیور حیرت سے سونے کے کف لنک کو دیکھنے لگا۔ یہ کف لنک شائد اس کے کرایہ سے سو درجے زیادہ قیمتی تھا۔

"کوئی بات نہیں صاحب —— آپ یہ رکھ لیں" —— ڈرائیور نے انتہائی ہمدردانہ لہجے میں جواب دیا۔

"نہیں —— یہ تم رکھو —— میں نے تمہاری گاڑی کا نمبر نوٹ کر لیا ہے۔ میں تمہارا کرایہ دے کر کسی بھی وقت یہ واپس لے لوں گا —— یہ میری تمہارے پاس امانت ہے" —— ٹائیگر نے کہا اور پھر کف لنک اس کے ہاتھ پر رکھ کر لاپرواہی سے چلتا ہوا آگے بڑھ گیا۔

ڈرائیور چند لمحوں تک اسے حیرت سے دیکھتا رہا اور پھر وہ گاڑی موڑ کر واپس چلا گیا۔

ٹائیگر تیزی سے آگے بڑھتا چلا گیا۔ اور پھر جیسے ہی وہ بلاک نمبر دو کی طرف مڑا بے اختیار ٹھٹھک کر رہ گیا۔

کوٹھی کے گیٹ سے تھوڑے فاصلے پر ایک سبز رنگ کی کار کھڑی تھی اور دو

آدمی گیٹ کے سامنے کھڑے تھے۔ اندھیرا چونکہ پھیل چکا تھا۔ اس لیے ان کی شکلیں صاف نظر نہیں آ رہی تھیں۔

ٹائیگر ایک درخت کی آڑ میں رک گیا۔ اسے معاملہ کچھ ضرورت سے زیادہ مشکوک نظر آ رہا تھا۔

اور پھر وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ ایک آدمی دیوار پر چڑھا اور اس نے جھک کر اندر سے ایک آدمی کو بازوؤں سے پکڑ کر اوپر دیوار پر کھینچا اور ادھر کھڑے ہوئے آدمیوں کے حوالے کر دیا۔ وہ آدمی بے ہوش تھا۔

اسی لمحے ٹائیگر کے ذہن میں ایک خیال آیا کہ کہیں یہ آدمی ڈی۔آئی۔اے کے افراد نہ ہوں اور اسے مقری کو لے جا رہے ہوں۔

"تو اس کا مطلب ہے کہ عمران ابھی تک کوٹھی نہیں پہنچا"۔۔۔۔ ٹائیگر نے دل ہی دل میں سوچا اور پھر اس کا ذہن ان لوگوں کے تعاقب کے متعلق سوچنے لگا۔ وہ چاہتا تھا کہ ان کے مین سینٹر کا پتہ چلائے۔

یہ فیصلہ کرتے ہی وہ تیزی سے دوسری گلی میں مڑ گیا اور پھر تیز تیز چلتا ہوا جب وہ ایک اور گلی کے موڑ سے نکلا تو اس سے تقریباً تین فٹ کے فاصلے پر کار موجود تھی۔ دوسرے لمحے اسے بھاگ کر کار کے قریب جانا پڑا کیونکہ کار سٹارٹ ہو رہی تھی۔

دوسرے لمحے وہ تیزی سے آگے بڑھا اور پھر اس نے ایک ہلکی سی چھلانگ لگائی اور پلک جھپکتے ہی وہ کار کے اوپر لگا ہوا جنگلہ پکڑ کر بندر کی طرح جنگلے پر چڑھ گیا۔ کار اب تیزی سے آگے بڑھ رہی تھی۔

کار میں بیٹھے ہوئے افراد نے ٹائیگر کی ایک جھلک سی محسوس کی مگر انہوں نے اسے اپنا وہم سمجھ کر اسے ٹال دیا۔ ان کے تو ذہن میں بھی نہیں آ سکتا تھا کہ کوئی شخص آنکھ جھپکنے کی دیر میں چلتی گاڑی پر یوں چڑھ سکتا تھا۔

کار تیزی سے آگے بڑھتی رہی اور ٹائیگر کار کی چھت پر لگے ہوئے جنگلے پر الٹا لیٹا سوچ رہا تھا کہ اگر کار پر ہجوم اور مصروف سڑک پر پہنچی تو اس کا کیا بنے گا۔ ظاہر ہے کہ چھت پر اس طرح ایک آدمی کا لیٹا ہونا ایک نئی بات ہو گی اور لوگوں نے شور مچا کر کار والوں کو متوجہ کر دینا ہے۔

وہ یہ سوچ رہا تھا اور کار اندھیری سڑکوں پر تیزی سے چلتی ہوئی شہر سے باہر جانے والی ایک سڑک پر دوڑنے لگی۔ کار والے شاید اپنے سفر کے لیے اندھیری سڑکیں جان بوجھ کر منتخب کر رہے تھے۔ شہر سے باہر جانے والی سڑک بھی ایک مضافاتی سڑک تھی۔ اس لیے اس پر نہ تو سٹریٹ لائٹس ہی فٹ تھیں اور نہ ہی ٹریفک۔ اس لیے ٹائیگر بڑے اطمینان سے چھت پر لیٹا ہوا آئندہ کا پروگرام بنا رہا تھا۔

کافی دور تک جانے کے بعد کار کی رفتار آہستہ ہو گئی۔ ٹائیگر چونک کر الرٹ ہو گیا۔ کار اب ایک کچی سڑک پر اتر گئی اور ٹائیگر کو یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے اس کا جسم کسی طوفان کی زد میں آ گیا ہو۔ وہ جنگلے پر ہاتھ پیر ٹکاتے بڑی مشکل سے اپنے آپ کو سنبھالے ہوئے تھا۔ وہ یہ بھی نہیں چاہتا تھا کہ کار والوں کو اس کی موجودگی کا احساس ہو جائے۔

پھر اسے تقریباً دو سو گز دور اندھیرے میں ایک بڑی عمارت کا ہیولہ نظر آنے لگا۔ عمارت قطعی اندھیرے میں ڈوبی ہوئی تھی۔ کار کی رفتار اب کافی آہستہ ہو گئی تھی اس لیے اس نے اپنے آپ کو سنبھالا اور پھر اچانک اس نے ایک بڑی سی جھاڑی کے قریب آتے ہی چھلانگ لگا دی۔ کار آگے بڑھ گئی۔ وہ سنبھل کر جھاڑی میں ہی دبک گیا۔

کار چند فٹ دور جا کر رک گئی۔ کار کے دروازے کھلے اور تین آدمی دروازے کھول کر باہر نکلے۔ انہوں نے ہاتھوں میں مشین گنیں اٹھائی ہوئی تھیں۔ وہ کافی دیر تک بغور ادھر اُدھر دیکھتے رہے۔ شاید انہوں نے ٹائیگر کو گرتے دیکھ لیا تھا یا انہوں نے

اس کے گرنے کا دھماکہ سُن لیا تھا۔

بہرحال وہ اِدھر اُدھر دیکھتے رہے پھر شائد انہوں نے اس کو بھی ـــــ اپنا وہم سمجھ کر دوبارہ کار میں سوار ہو گئے اور کار آگے بڑھ گئی۔

عمارت کے قریب جا کر کار رکی اور پھر تین بار ہلکے ہلکے ہارن بجائے۔ عمارت کا گیٹ کھلا اور پھر کار عمارت کے اندر غائب ہو گئی۔ گیٹ دوبارہ بند ہو چکا تھا۔

کار عمارت کے اندر جاتے ہی ٹائیگر جھاڑی سے نکلا اور پھر تیزی سے عمارت کی طرف بڑھنے لگا۔ جلد ہی وہ عمارت کے قریب پہنچ گیا۔ عمارت کسی پرانے قلعے کی معلوم ہوتی تھی۔ ٹائیگر سمجھ گیا کہ اس قلعے کے تہہ خانوں میں انہوں نے اپنا جال بچھایا ہو گا۔ وہ تیزی سے قلعے کے گرد گھومنے لگا اور پھر اسے اندر جانے کا ایک راستہ نظر آ گیا۔ یہ گندہ پانی نکلنے کا ایک کافی بڑا درہ تھا جو امتداد زمانہ کے ہاتھوں خشک پڑا تھا۔ وہ رینگتا ہوا اس درہ کے راستے اندر پہنچ گیا۔

اندر قلعے کی عمارت قطعی سنسان اور تاریک تھی۔ کھنڈر میں بڑی بڑی گھاس اور جھاڑیاں تھیں، وہ ان میں رینگتا ہوا اصل عمارت کے برآمدے میں پہنچ گیا۔ عمارت کا برآمدہ قطعی سنسان اور شکستہ تھا۔ وہ برآمدے میں سے ہوتا ہوا اندر ایک کمرے میں پہنچ گیا

ابھی وہ کمرے کو اچھی طرح دیکھ بھی نہیں سکا تھا کہ اچانک کمرے کی ایک دیوار اسے کھسکتی ہوئی نظر آئی۔ وہ تیزی سے ایک اینٹوں کے ڈھیر کے پیچھے چھپ گیا۔ دیوار پوری طرح کھسکی تو اب وہاں سیڑھیاں نیچے جاتی ہوئی نظر آ رہی تھی۔ ایک نقاب پوش سیڑھیاں چڑھتا ہوا اس کمرے میں آیا۔ اس نے اِدھر اُدھر دیکھا۔ اس کے ہاتھ میں مشین گن تھی اور پھر وہ اِدھر اُدھر دیکھتا ہوا ان اینٹوں کے ڈھیر کی طرف بڑھ گیا۔ شائد اسے شبہ ہو گیا تھا۔

ٹائیگر اسے اپنی طرف بڑھتا دیکھ کر چوکنا ہو گیا۔ پھر جیسے ہی وہ آدمی قریب آیا۔ ٹائیگر تیزی سے اٹھ کھڑا ہوا۔ اس کے ہاتھ میں اینٹ تھی۔ وہ آدمی اچانک اسے دیکھ کر اضطراری طور پر ٹھٹھک گیا۔

دوسرے لمحے ٹائیگر کا ہاتھ بلند ہوا اور اینٹ پوری قوت سے اس آدمی کے سینے پر پڑی اور وہ نقاب پوش ایک ہلکی سی چیخ مارتا ہوا زمین پر ڈھیر ہو گیا۔ ٹائیگر نے تیزی سے بڑھ کر اس کی کنپٹی پر ایک زوردار مکہ جڑ دیا۔ اب وہ نقاب پوش مکمل طور پر بیہوش ہو چکا تھا۔ اس نے تیزی سے اسے گھسیٹ کر اینٹوں کے ڈھیر کے دوسری طرف ڈال دیا۔ اور پھر اس کے ہاتھ تیزی سے چلنے لگے۔ اس کی وردی اور نقاب اتارا، پھر اس نے اپنے کپڑے اتارے اور نقاب پوش کی وردی پہن کر اسی کا نقاب منہ پر چڑھا لیا اور مشین گن سنبھال کر وہ ان سیڑھیوں کی طرف بڑھا۔ ایک لمحے کے لیے اسے کوئی خیال آیا اور وہ واپس اس بے ہوش آدمی کی طرف آیا اور دوسرے لمحے ایک اینٹ اٹھا کر پوری قوت سے اس کے سر پر مار دی اور اس کے سر کے ٹکڑے اڑ گئے۔ اب ٹائیگر کو اطمینان ہو گیا کہ یہ شخص کسی بھی وقت ہوش میں آ کر اس کے لیے مصیبت نہیں بن سکتا تھا

مشین گن سنبھالے وہ واپس سیڑھیاں اترتا چلا گیا۔ جب وہ تیسری سیڑھی پر پہنچا تو دیوار خود بخود برابر ہو گئی۔ ٹائیگر سسٹم کو سمجھ گیا۔ وہ سیڑھیاں اتر کر ایک کمرے میں پہنچا وہاں ایک اور نقاب پوش دروازے کے اندر کھڑا تھا۔

"کون تھا" ـــــ؟ اس نے پوچھا

"کوئی نہیں" ـــــ ٹائیگر نے بھرائی ہوئی آواز میں جواب دیا اور پھر آگے بڑھ گیا۔

وہ نقاب پوش کندھے جھٹک کر دوبارہ پہرہ دینے کھڑا ہو گیا۔

ٹائیگر اس کمرے سے نکلتا ہوا ایک برآمدے میں پہنچ گیا۔ برآمدے میں تیز روشنی کا انتظام تھا۔ شائد انہوں نے اندر اپنا جنریٹر لگایا ہوا تھا

برآمدے میں ایک کمرے کی درزوں سے روشنی باہر نکل رہی تھی۔ وہ اس کمرے کے

باہر رک گیا۔

اندر سے باتیں کرنے کی آوازیں آ رہی تھیں۔ اس نے دروازے پر ہلکا سا دباؤ ڈالا اور دروازہ کھلتا چلا گیا۔ ٹائیگر ایک لمحے کے لیے جھجک کر اندر داخل ہو گیا۔ یہ ایک بڑا ہال تھا جس میں تقریباً چھ آدمی ایک میز کے گرد بیٹھے ہوئے تھے۔

ٹائیگر کے اندر داخل ہوتے ہی وہ سب چونک کر اسے دیکھنے لگے۔ ایک نقاب پوش نے تحکمانہ لہجے میں پوچھا۔

"کون تھا ــــ ؟"

ٹائیگر آواز پہچان گیا کہ یہ آواز لے مقری کی ہے جسے وہ بیہوش کر کے لے گیا تھا۔

"کوئی نہیں" ــــ ٹائیگر نے بھرائی ہوئی آواز میں جواب دیا۔

لے مقری اس کی آواز سنکر ذرا چونکا مگر شارپ دائکی نے بات کاٹ دی۔

"اچھا چھوڑو ــــ ہم جو بات کر رہے تھے وہ بہت اہم ہے" ــــ شارپ دائکی کے لہجے میں تیزی تھی۔

"ہاں ٹھیک ہے ــــ میرے خیال میں یہ پلان بہترین ہے ــــ ہم اس پلان کے ذریعے بڑی آسانی سے اپنے مشن میں کامیاب ہو سکتے ہیں" ــــ لے مقری نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"مگر ہیڈ کوارٹر سے حکم آیا ہے کہ نمبر لے اور ٹو علیحدہ کام کریں اور ڈی۔ آئی۔ لے مرکز علیحدہ کام کرے" ــــ ایک نقاب پوش نے درمیان میں لقمہ دیا۔

"یہ غلط ہے ــــ میں نے آتے ہی ہیڈ کوارٹر سے بات کر لی ہے ــــ میرے خیال میں سب سنٹر سے کسی غلط آدمی نے انہیں کال کر کے ایسی بات کی ہوگی، جبکہ مجھے اغوا کر لیا گیا تھا۔ میں نے انہیں سمجھا دیا ہے" ــــ لے مقری شاید تمام ذمہ داری اپنے سر لینے سے گھبرا رہا تھا اور پھر وہ سب پلان کی تفصیلات طے کرنے لگے۔

ٹائیگر خاموشی سے مشین گن پکڑے ایک طرف کھڑا تھا۔ ہال میں دوسرے محافظ بھی موجود تھے اور سب خاموش تھے۔

ان کا پلان سن کر ٹائیگر کے ہوش گم ہو گئے۔ جو پلان وہ بنا رہے تھے وہ واقعی انتہائی خطرناک تھا۔ اب وہ سوچ رہا تھا کہ جتنی جلدی ہو سکے عمران کو اس پلان کی اطلاع کرنی چاہیے لیکن اب بغیر کسی وجہ کے وہ باہر بھی نہیں جا سکتا تھا۔ ورنہ مشکوک ہو جاتا۔ اس لیے وہ خاموش کھڑا رہا۔

کافی دیر بعد میٹنگ برخواست ہوئی تو سب ممبران ہال سے باہر نکل آئے۔ اور ان کے پیچھے ہی محافظ بھی تھے۔

برآمدے میں پہنچتے ہی ٹائیگر خاموشی سے ایک ستون کی آڑ میں رک گیا۔ جب باقی لوگ آگے بڑھ کر ایک اور کمرے میں داخل ہوئے تو وہ ستون کی آڑ میں سے نکلا اور پھر تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا زینوں کی طرف بڑھا۔ زینوں پر موجود محافظ کو اس نے بتلایا کہ چیف نے اسے باہر کسی کام کے لیے بھیجا ہے۔ چنانچہ اس نے دروازہ کھول دیا۔ اور پھر وہ عجلت سے سیڑھیاں چڑھتا ہوا واپس اسی شکستہ کمرے میں پہنچا۔ جہاں پہلے محافظ کی لاش اینٹوں کے ڈھیر کے پیچھے پڑی تھی۔ وہ پھرتی سے باہر والے برآمدے میں پہنچا اور پھر تیزی سے بھاگتا ہوا وہ اسی گندے پانی والے درے کے قریب پہنچ گیا۔

اچانک عمارت کی وہ سائیڈ روشن ہو گئی۔ لیکن ٹائیگر اچھل کر ایک ہی جمپ میں درہ کراس کر گیا۔ اب وہ قلعے کے باہر تھا۔ وہ ایک جھاڑی میں دبک گیا۔ چند لمحوں بعد روشنی دوبارہ غائب ہو گئی۔ شاید محافظ ٹائیگر کو چیک نہ کر سکے تھے۔

روشنی غائب ہوتے ہی ٹائیگر پھرتی سے اپنی جگہ سے کھسکا اور پھر جھاڑیوں میں سے ہوتا ہوا وہ تیز تیز قدم اٹھاتا جلد ہی سڑک پر پہنچ گیا۔ اب یہاں سے شہر جانے کے لیے ظاہر ہے اسے پیدل مارچ کرنا پڑے گی۔ چنانچہ اس نے پہلے عمران سے بات کرنا ضروری

سمجھا اور دوسرے لمحے وہ واچ ٹرانسمیٹر پر عمران سے کنکٹ کرنے لگا۔

جلد ہی رابطہ قائم ہو گیا اور ٹائیگر نے عمران کو پوری رپورٹ دے دی اور اب وہ اطمینان سے سڑک سے کافی دُور ہٹ کر شہر کی طرف چلنے لگا۔

کیپٹن شکیل، صفدر، جولیا، تنویر، چوہان اور نعمانی سب اس وقت ارباب کالونی کی ایک کوٹھی کے ہال میں موجود تھے۔ وہ باقاعدہ طور پر ڈی، آئی، اے کے رکن بن چکے تھے۔ اور ڈی۔ آئی۔ اے کے سربراہ نے ان کے گروپ کا فرسٹ چیف اسی نوجوان مارٹن کو بنایا تھا۔ اور ان کی رہائش کا انتظام ارباب کالونی کی ایک کوٹھی میں ڈی۔ آئی۔ اے کی طرف سے کر دیا گیا تھا۔

آج اس کوٹھی میں ان کا پہلا دن تھا۔ وہ سب اچھی طرح جانتے تھے کہ چونکہ یہ کوٹھی انہیں ڈی۔ آئی۔ اے کی طرف سے ملی تھی اس لیے اس کوٹھی میں یقیناً ایسا خفیہ انتظام کیا گیا ہو گا کہ ان کے درمیان ہونے والی تمام بات چیت ہیڈ کوارٹر میں ٹیپ ہوتی رہے۔ گو انہوں نے ڈکٹا فون تلاش کرنے کی بے حد کوشش کی تھی مگر وہ ناکام رہے تھے اس کے باوجود انہیں یقین تھا کہ طاقت ور ڈکٹا فون ضرور یہاں موجود ہوں گے۔

ابھی ابھی انہیں مارٹن کا فون آیا تھا کہ وہ کوٹھی میں آ رہا ہے۔ ایک انتہائی اہم کام درپیش ہے۔ اور اب ہال میں بیٹھے یہ سب اسی اہم کام پر گفتگو کر رہے تھے۔

جولیا جب سے اس کوٹھی میں آئی تھی وہ زیادہ تر خاموش بیٹھی کسی گہری سوچ میں غرق رہتی۔ اسے محسوس ہوتا کہ جیسے وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے سیکرٹ سروس اور ایکسٹو سے بچھڑ گئی ہے اور اسے اپنی موت کا اب مکمل یقین تھا۔ وہ اچھی طرح جانتی تھی کہ ایکسٹو اس بات کو تو شاید معاف کر دے کہ وہ اسے بے نقاب نہیں کر سکے مگر اس بات کو قطعی معاف نہیں کرے گا کہ وہ دشمن اور غیر ملکی تنظیم کے باقاعدہ رکن بن جائیں۔ اسے اپنا لرزہ خیز انجام صاف نظر آ رہا تھا۔ ویسے اسے اس بات پر حیرت ضرور تھی کہ ڈی۔ آئی۔ اے والوں نے سیکرٹ سروس کے رازوں کے متعلق ابھی تک ان سے کوئی پوچھ گچھ نہیں کی۔

چند لمحوں بعد ہال کا دروازہ کھلا اور مارٹن مسکراتا ہوا اندر داخل ہوا۔

" ہیلو ممبران! ۔۔۔ کیا حال ہیں" ۔۔۔ اس نے ایک کرسی پر بڑی بے تکلفی سے بیٹھتے ہوئے کہا۔

" ٹھیک ہے" ۔۔۔ صفدر نے لاپرواہی سے جواب دیا۔

" مس جولیا مجھے کچھ ناراض سی معلوم ہوتی ہے ۔۔۔ شاید ایکسٹو کے فراق میں ان کی یہ حالت ہو گئی ہے" ۔۔۔ مارٹن نے مسکراتے ہوئے کہا

" شٹ اپ! ۔۔۔ تمہیں ہمارے ذاتی معاملات میں دخل دینے کا کوئی حق نہیں" ۔۔۔ جولیا پھٹ پڑی

" سوری مس جولیا ۔۔۔ میرا مقصد آپ کو ناراض کرنا نہیں تھا ۔۔۔ ویسے ایک خوشخبری سن لیجئے کہ ایکسٹو کو آپ کے متعلق علم ہو چکا ہے کہ آپ ڈی۔ آئی۔ اے کے رکن بن چکے ہیں" ۔۔۔ مارٹن کے لہجے میں زہریلا پن نمایاں تھا۔

اس خبر نے سارے ممبران پر ایٹم بم کا اثر کیا۔ وہ سب ہراساں نظر آنے لگے۔ کیپٹن شکیل کے چہرے پر تو حسب معمول اطمینان تھا مگر آنکھوں سے ظاہر ہو رہا تھا کہ جیسے وہ بھی پریشان ہو گیا ہے۔

" ارے آپ لوگ تو گھبرا گئے ۔۔۔ بھلا اس میں گھبرانے کی کیا بات ہے ۔۔۔ اب آپ ڈی۔ آئی۔ اے جیسی موثر تنظیم کے رکن ہیں ۔۔۔ اب ایکسٹو آپ لوگوں کا کیا بگاڑ سکتا ہے اور پھر آخر ایک دن ایکسٹو کو پتہ تو چلنا ہی تھا اور دوسرا یہ کہ اب ایکسٹو کے دن قریب آ گئے ہیں ۔۔۔ جلد ہی بلکہ ہو سکتا ہے کہ آج رات کو ہی ایکسٹو بے نقاب ہو جائے" ۔۔۔ مارٹن نے بڑے سنجیدہ لہجے میں انہیں بتلایا اور وہ سب ششدر بیٹھے اس کی باتیں سن رہے تھے۔

" تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ ایکسٹو کو ہمارے متعلق علم ہو چکا ہے" ۔۔۔ کیپٹن شکیل اور صفدر نے بیک وقت ایک ہی سوال کیا۔

" اوہ! ۔۔۔ تم لوگ ابھی ڈی۔ آئی۔ اے کے متعلق نہیں جانتے۔ ورنہ تم یہ الفاظ نہ کہتے ۔۔۔ تم خود سوچو کہ ڈی۔ آئی۔ اے کو کیسے معلوم ہوا کہ رانا ہاؤس میں ایکسٹو اور تم لوگوں کے درمیان کیا بات چیت ہوئی تھی ۔۔۔ جب ڈی۔ آئی۔ اے اس خفیہ ترین میٹنگ کا حال معلوم کر سکتی ہے تو یہ بات معلوم کرنا کونسا دشوار ہے" ۔۔۔ مارٹن نے جواب دیا اور سب لوگ ڈی۔ آئی۔ اے کے متعلق سوچنے لگے کہ ڈی۔ آئی۔ اے کی تنظیم کی جڑیں کتنی گہری ہیں۔

" اچھا اب آپ لوگ میری بات غور سے سنیں ۔۔۔ ایک اہم مسئلے پر میں آپ سے بات کرنے آیا ہوں۔ آج رات کو شارپ وائی، بلیک کلارک اور اس کے ساتھی ایکسٹو کو بے نقاب کرنے کے لیے اس اہم پلان پر عمل کرنے والے ہیں ۔۔۔ میری یہ ذاتی خواہش ہے کہ ایکسٹو کو بے نقاب کرنے کا سہرا بجائے شارپ وائی اور بلیک کلارک کے ہمارے گروپ کے سر بندھے۔ اس طرح ہیڈ کوارٹر میں ہمارے گروپ کی اچھی پوزیشن بن جائے گی ۔۔۔ میں نہیں چاہتا کہ باہر کے دو ایجنٹ تمام کریڈٹ لے جائیں اس لیے میں نے یہ پلان بنایا ہے کہ آج رات کو جب وہ لوگ پلان مکمل کر کے ہیڈ کوارٹر پہنچیں ہم لوگ

ان پر حملہ کر کے ان سے تمام کریڈٹ چھین لیں تاکہ ہیڈ کوارٹر کو ہم یہ بتلا سکیں کہ اصل کام ہم نے کیا ہے" ۔۔۔۔ مارٹن نے اپنا پلان پیش کیا۔

"ویری گڈ! ۔۔۔ یہ آپ نے خوشخبری سنائی ہے ہم آپ کے بے حد مشکور ہیں" ۔۔۔۔ کیپٹن شکیل کی آنکھوں میں یکدم مسرت چمکنے لگی اور باقی ممبران کے چہرے بھی کھل گئے۔ مارٹن ایک ایک کے چہرے کو بغور دیکھ رہا تھا۔

"ٹھیک ہے ۔۔۔ آپ ایسا کریں کہ رات کے دو بجے یہاں سے نکل کر شہر سے باہر مضافات کی طرف جانے والی سڑک کے بارہویں میل پر پہنچ جائیں۔ میں آپ کو وہیں ملوں گا۔ وہاں سے ہم اکٹھے ہو کر آگے بڑھیں گے اور پھر اپنے پلان پر عمل کریں گے" ۔۔۔ مارٹن نے انہیں بتلایا۔

"ٹھیک ہے ۔۔۔ ہم پہنچ جائیں گے" ۔۔۔ صفدر نے پُرجوش لہجے میں جواب دیا۔

"لیکن یہ خیال رہے کہ ڈی۔آئی۔اے سے کسی قسم کی غداری بھی آپ کو مہنگی پڑے گی ۔۔۔ اگر آپ لوگوں کے ذہن میں ایسا کوئی تصور ہے تو اسے نکال دیں" ۔۔۔ مارٹن کا لہجہ انتہائی سخت ہو گیا۔ وہ کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

سب لوگ خاموش ہو گئے۔ کسی نے کوئی جواب نہ دیا۔

"اچھا اب میں چلتا ہوں ۔۔۔ آپ سب مسلح ہو کر وہاں پہنچ جائیں ۔۔۔ میں وہیں ملوں گا" ۔۔۔۔ مارٹن نے آخری بار ہدایت کی اور پھر دروازہ کھول کر باہر نکل گیا۔

مارٹن کے جاتے ہی ہال میں مدھم سی سرگوشیاں پھیل گئیں۔ کیپٹن شکیل نے منہ پر انگلی رکھ کر انہیں خاموش رہنے کا اشارہ کیا اور پھر جیب سے ایک کاغذ نکال کر اس پر تیزی سے کچھ لکھنے لگا۔ لکھنے کے بعد اس نے کاغذ تیزی سے باری باری سب کے سامنے کھسکا دیا۔ سب نے کاغذ پڑھ کر اثبات میں سر ہلا دیا اور پھر کیپٹن شکیل نے کاغذ کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے۔

بلیک زیرو گہری سوچ میں غرق کمرے میں بیٹھا تھا۔ ممبران سے اس کا رابطہ ختم ہو چکا تھا اور عمران حسب معمول غائب تھا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ یہ اونٹ کس کروٹ بیٹھے گا۔ عجیب سی سچویشن بن چکی تھی۔

اسے نہ ہی یہ علم تھا کہ شارپ وائٹی اور بلیک کلارک اور مقامی ڈی۔آئی۔اے تنظیم کیا کر رہی ہے اور نہ ہی اسے علم تھا کہ آج کل اس کے ممبران کی کیا مصروفیات ہیں اور پندرہ دن گزرنے کے بعد اس کیس کا کیا نتیجہ برآمد ہو گا۔ اس سے پہلے ایسی الجھی ہوئی اور خطرناک پوزیشن سے وہ کبھی دوچار نہیں ہوا تھا۔ اس لیے اس کا ذہن مفلوج سا ہو کر رہ گیا تھا۔

کئی دنوں سے عمران نے اسے رانا ہاؤس سے باہر نکلنے نہیں دیا تھا۔ اس لیے وہ سارا دن اپنے مخصوص کمرے میں بیٹھا اس عجیب و غریب کیس کے متعلق ہی سوچتا رہتا اور وہ جتنا بھی اس پر غور کرتا اتنا ہی وہ معاملہ پیچیدہ ہوتا چلا جا رہا تھا۔

اچانک کمرے میں ایک مخصوص سیٹی کی آواز گونجی اور بلیک زیرو اپنے خیالات کے بھنور سے نکل آیا۔

اس نے میز کے کنارے پر لگا ہوا ایک بٹن دبا دیا۔ بٹن دبتے ہی سامنے دیوار پر لگی ہوئی سکرین روشن ہو گئی۔

سکرین پر عمران کا چہرہ نظر آیا۔ اور بلیک زیرو نے دیکھتے ہی بٹن آف کر دیا۔ سکرین تاریک ہو گئی۔ اور پھر اس نے ایک اور بٹن آن کیا۔ بٹن کے آن ہوتے ہی کمرے کا دروازہ کھل گیا اور عمران اندر داخل ہوا۔

"ہیلو بلیک زیرو! ۔۔۔ کیا حال ہے ۔۔۔ ؟ کیسے گذر رہی ہے ۔۔۔ ؟" عمران نے ایک کرسی پر ڈھیر ہوتے ہوئے پوچھا۔

"بس جناب گذر رہی ہے" ۔۔۔ بلیک زیرو کے لہجے میں مایوسی کی جھلکیاں تھیں۔

"اچھا اب تیار ہو جاؤ ۔۔۔ فیصلہ کن وقت آ گیا ہے" ۔۔۔ عمران نے اطمینان سے کہا۔

"اوہ ویری گڈ" ۔۔۔ بلیک زیرو چونک کر سیدھا ہو گیا۔

اور پھر عمران نے ٹائیگر کی دی ہوئی اطلاع کے مطابق تمام پلان بلیک زیرو کو تفصیل سے بتلا دیا۔

"اوہ ۔۔۔ یہ تو واقعی خطرناک پلان ہے ۔۔۔ اس طرح تو وہ یقیناً ایکسٹو کی اصل شخصیت سے واقف ہو جائیں گے" ۔۔۔ بلیک زیرو کے ذہن میں دھماکے ہونے لگے تھے۔

"ہاں ۔۔۔ شارپ وائی اور بلیک کلارک انتہائی ذہین اور خطرناک ایجنٹ ہیں۔ ان لوگوں نے وہ کچھ سوچ لیا ہے جو عام آدمی نہیں سوچ سکتا۔ اور اس کیس کے ختم ہونے کے بعد میں اس کا بھی انتظام کروں گا" ۔۔۔ عمران نے بڑی سنجیدگی سے جواب دیا۔

"تو اب کیا پروگرام ہے" ۔۔۔ ؟ بلیک زیرو نے پوچھا۔

"پروگرام بعد میں بتلاؤں گا ۔۔۔ پہلے تم ایک نئی خبر سن لو کہ سیکرٹ سروس کے تمام ممبران ڈی۔ آئی۔ اے کے باقاعدہ رکن بن چکے ہیں" ۔۔۔ عمران نے مسکراتے ہوئے انکشاف کیا۔

"کیا کہہ رہے ہیں آپ" ۔۔۔ بلیک زیرو بوکھلا گیا۔

"میں صحیح کہہ رہا ہوں" ۔۔۔ عمران نے اسی طرح اطمینان سے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"یہ کیسے ہو گیا ۔۔۔ ؟ میرا ذہن اس بات کو تسلیم نہیں کرتا" ۔۔۔ بلیک زیرو کے ذہن میں ابھی تک اس خبر سے دھماکے ہو رہے تھے۔

"یہ صحیح ہے ۔۔۔ اچھا چھوڑو۔ وہ خود ہی اپنے انجام کو پہنچ جائیں گے۔ تم اب پروگرام سن لو" ۔۔۔ عمران نے یوں اطمینان سے کہا۔ جیسے سیکرٹ سروس کے ممبران کا دشمن تنظیم کا رکن ہو جانا اس کے لیے کوئی اہم بات نہ ہو۔

پھر عمران نے بلیک زیرو کو اپنا آئندہ پروگرام تفصیل سے سمجھا دیا۔

"ٹھیک ہے ۔۔۔ میں پہنچ جاؤں گا" ۔۔۔ بلیک زیرو نے سر ہلاتے ہوئے جواب دیا۔

"اچھا ۔۔۔ اب میں چلتا ہوں ۔۔۔ تم تمام انتظامات کر کے وقت پر پہنچ جانا ۔۔۔ آج فیصلہ ہو ہی جائے تو بہتر ہے" ۔۔۔ عمران نے کھڑے ہو کر کہا اور پھر دروازہ کھول کر کمرے سے باہر چلا گیا۔

پرانے قلعے کی عمارت حسب دستور مکمل تاریک تھی اور اس کے ساتھ ہی وہ مضافاتی سڑک بھی۔

اچانک دور سے تین کاروں کے ہیولے اس سڑک پر دوڑتے ہوئے نظر آئے۔ ان کی ہیڈلائیٹس بجھی ہوئی تھیں اور کاریں مکمل تاریکی کا ایک حصہ ہی بنی ہوئی تھیں لیکن اتنے گہرے اندھیرے کے باوجود وہ کافی تیز رفتاری سے دوڑتی ہوئی آ رہی تھیں۔ پھر سڑک سے اتر کر وہ قلعے کی طرف جانے والی کچی سڑک پر آگئیں اور تھوڑی دیر بعد وہ تینوں کاریں قلعے کے سامنے رک گئیں۔ تینوں کاروں کی ہیڈلائیٹس تین بار جلیں اور پھر بجھ گئیں۔ اور اس کے ساتھ قلعے کا پھاٹک کھل گیا۔ کاریں اندر چلی گئیں۔ قلعے کے اندر ایک سائیڈ میں خفیہ گیراج بنے ہوئے تھے۔ کاریں جیسے ہی ان کے قریب پہنچیں۔ ان کے دروازے کھلے اور کاریں رینگتی اندر چلی گئیں۔

کاروں سے شارپ وائی، بلیک کلارک اور باقی ساتھی نیچے اترے۔ شارپ وائی کے ہاتھ میں دو فائلیں دبی ہوئی تھیں۔ وہ انہیں یوں سینے سے لگائے ہوئے تھا جیسے وہ ہفت اقلیم کی دولت سے بھی زیادہ گراں بہا ہوں اور واقعی ایسا تھا بھی۔

کاروں سے اتر کر وہ خفیہ سرنگ کے ذریعے اندر ہی اندر عمارت کے تہہ خانوں میں پہنچ گئے۔ اور وہ سب ایک بار پھر اسی ہال میں موجود تھے جہاں اس سے پہلے وہ اپنے پلان پر غور کر رہے تھے۔

شارپ وائی اور بلیک کلارک ہال میں موجود کرسیوں پر بیٹھ گئے اور باقی ساتھی ہال سے باہر نکل گئے۔ پھر تین اور نقاب پوش اندر داخل ہوئے اور انہوں نے شارپ وائی اور بلیک کلارک کو ان کے مشن کی کامیابی پہ مبارکباد دی۔

اس سے پہلے کہ وہ کوئی اور بات کرتے۔ اچانک کمرے میں تیز سیٹی کی آواز گونجنے لگی۔ وہ سب چونک کر کھڑے ہو گئے۔

”کوئی غلط آدمی عمارت میں داخل ہوا ہے“ ـــــ ایک نقاب پوش نے کہا۔ یہ اے تھری تھا۔

چند لمحوں کی خاموشی کے بعد اچانک تیز سائرن ہر کمرے میں گونجنے لگے۔ یہ انتہائی خطرے کی نشانی تھی۔

اور پھر اس سے پہلے کہ وہ لوگ ہال سے باہر نکلتے۔ ہال سے باہر مشین گنوں کی گولیاں لگاتار چلنے کی آوازیں آنے لگیں۔ جیسے باہر زبردست لڑائی ہو رہی ہو۔ تینوں نقاب پوش ہال کے دروازے کی طرف دوڑے اور پھر انہوں نے جیسے ہی دروازے کھولے۔ اچانک گولیوں کی بوچھاڑ ان کے سینوں پر پڑی اور وہ تینوں کراہتے ہوئے ڈھیر ہو گئے۔

باہر ابھی تک گولیاں چل رہی تھیں۔

شارپ وائی اور بلیک کلارک اچھل کر دروازے کی سائیڈوں میں ہو گئے اور پھر جیسے ہی وہ تینوں نقاب پوش اندر داخل ہوئے۔ ان کے ریوالوروں سے گولیاں نکلیں اور دو نقاب پوشوں کے ہاتھوں سے مشین گنیں نکل گئیں۔ ایک نقاب پوش تو زخمی بھی ہو گیا تھا۔

تیسرے نقاب پوش نے شارپ وائی کی طرف مشین گن کا فائر کھول دیا۔ مگر اچانک

شارپ وائی منہ کے بل فرش پر لیٹ گیا اور گولیوں کی بوچھاڑ اس کے اوپر سے ہوتی ہوئی گزر گئی۔

اس سے پہلے کہ بلیک کلارک ریوالور سے مشین گن والے پر فائر کرتا۔ ایک نقاب پوش چیتے کی طرح اچھل کر اس پر جا پڑا۔ اور نتیجے میں بلیک کلارک کے ہاتھ سے ریوالور نکل کر ایک طرف جا پڑا اور وہ دونوں ایک دوسرے سے الجھتے ہوئے فرش پر آ گرے۔

ایک اور نقاب پوش نے شارپ وائی پر چھلانگ لگا دی اور پھر وہ دونوں ایک دوسرے سے گتھم گتھا ہو گئے۔

تیسرے نقاب پوش نے ان دونوں کی طرف توجہ دیئے بغیر جھپٹ کر میز پر پڑی ہوئی فائلیں اٹھا لیں۔ اتنے میں چار اور نقاب پوش ہال میں داخل ہوئے۔

باہر اب فائرنگ بند ہو چکی تھی۔ تیسرا نقاب پوش ابھی فائلیں اٹھا کر سیدھا ہو ہی رہا تھا کہ نئے آنے والے ایک نقاب پوش نے برق کی سی تیزی سے اس سے دونوں فائلیں جھپٹ لیں۔

شارپ وائی اور بلیک کلارک کے ساتھ ابھی تک دونوں نقاب پوش گتھم گتھا ہو رہے تھے۔ زبردست لڑائی ہو رہی تھی مگر کوئی فریق ہار ماننے کے لیے تیار نہیں تھا۔

" ہینڈز اپ ——— خبردار اگر کوئی حرکت کی" ——— ایک نقاب پوش نے شارپ وائی اور بلیک کلارک کو چیخ کر حکم دیا۔ اور ان سے لڑنے والے دونوں نقاب پوش انہیں چھوڑ کر اچانک ایک طرف ہٹ گئے۔

تین مشین گنوں کی نالیں شارپ وائی اور بلیک کلارک کی طرف اٹھی ہوئی تھیں اس لیے وہ ہانپتے ہوئے ہاتھ اٹھا کر کھڑے ہو گئے۔

" دروازہ بند کر دو جولیا" ——— ایک نقاب پوش نے دوسرے کو حکم دیا اور پاس کھڑے نقاب پوش نے جو دراصل جولیا تھی۔ لپک کر ہال کا دروازہ بند کر کے چٹخنی چڑھا دی۔ دروازہ بند ہوتے ہی سب نے اپنے نقاب اتار دیئے۔ یہ مارٹن، کیپٹن شکیل صفدر، جولیا، تنویر، نعمانی اور چوہان تھے۔ فائلیں اس وقت صفدر کے ہاتھ میں تھیں۔

" ایکسٹو کا نقاب اس وقت ہمارے ہاتھ میں ہے" ——— صفدر نے جوش سے پُر لہجے میں کہا۔

" ہاں! ——— مگر تم نے ڈی۔ آئی۔ ایس سے غداری کی ہے ——— میرا مطلب یہ نہیں تھا کہ تم یوں یہاں قتل و غارت برپا کر دو" ——— مارٹن نے غصے سے بھرپور لہجے میں کہا۔

" تم بھی ہاتھ کھڑے کر دو" ——— اچانک کیپٹن شکیل نے مشین گن کی نال مارٹن کے سینے سے لگا دی اور مارٹن نے کیپٹن شکیل کی آنکھوں میں چھائی ہوئی درندگی دیکھ کر مشین گن نیچے گرا دی اور ہاتھ اٹھا لیے۔ مارٹن کو بھی بلیک کلارک اور شارپ وائی کے ساتھ کھڑا کر دیا گیا۔

" فائل کھول کر دیکھو کہ ایکسٹو کون ہے" ——— تنویر نے پہلی بار زبان کھولی۔

اس سے پہلے کہ صفدر کوئی جواب دیتا۔ اچانک ہال کے روشن دانوں سے گولیاں چلیں اور ان سب کے ہاتھوں سے مشین گنیں چھوٹ کر فرش پر جا گریں۔ دوسرے لمحے دروازہ ایک دھماکے سے ٹوٹ گیا۔ اور پھر سب حیرت سے سُن ہو کر رہ گئے جب انہوں نے ایکسٹو کو بذات خود مشین گن سنبھالے ہال میں داخل ہوتے دیکھا۔

" خبردار! اگر کسی نے حرکت کی" ——— ایکسٹو کی مخصوص آواز ہال میں گونجی اور اس کے ساتھ ہی تقریباً بیس پچیس مسلح فوجی بھی ہال میں گھس آئے۔ اب سیکرٹ سروس کے تمام ممبران ان کی مشین گنوں کے نشانے پر تھے۔

"صفدر یہ فائلیں مجھے دے دو" ___ ایکسٹو نے صفدر کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

صفدر ابھی ہچکچاہٹ میں مبتلا تھا کہ اس کے قریب کھڑے کیپٹن شکیل نے جھپٹ کر صفدر کے ہاتھ سے فائلیں چھین لیں۔ نوجیوں کی مشین گنیں سیدھی ہوئیں۔ مگر ایکسٹو کے اشارے پر انہوں نے فائر نہیں کئے۔

"کیپٹن شکیل! ___ یہ فائلیں میرے حوالے کر دو" ___ ایکسٹو نے اب انتہائی سخت لہجے میں حکم دیا۔

"جناب مجھے فائلیں دینے میں کوئی اعتراض نہیں۔ مگر اس وقت ہم اپنے چیلنج کے نکتہ عروج پر کھڑے ہیں ___ آپ کی شخصیت کا راز اس فائل میں بند ہے" ___ کیپٹن شکیل اتنا کہہ کر خاموش ہو گیا۔

"ہوں ___ تو تم مجھے دھمکی دے رہے ہو" ___ ایکسٹو کے لہجے میں زخمی چیتے کی سی غراہٹ تھی۔

"نہیں جناب! ___ دھمکی نہیں بلکہ اپنی جانیں بچانے کے لیے ہم ایسا کرنے پر مجبور ہیں" ___ کیپٹن شکیل نے بڑی نرمی سے کہا۔

"تمہاری جانیں تو اس فائل کو دیکھنے کے باوجود بھی نہیں بچ سکتیں، کیونکہ تم سب ملک دشمن تنظیم ڈی۔ آئی۔ اے کے باقاعدہ رکن بن چکے ہو اور اس وقت میری نظر میں تم سب غدار کی سی حیثیت رکھتے ہو۔ اور غدار کی سزا تم جانتے ہی ہو" ___ ایکسٹو کڑک کر بولا۔

"تو کیا آپ کا پہلے والا چیلنج ختم ہو چکا ہے" ___ اس دفعہ صفدر بولا۔

"ہاں! ___ میرا چیلنج سیکرٹ سروس کے ممبران سے تھا ___ غداروں سے نہیں ___ اب تمہاری سزا موت ہے ___ صرف موت" ___ ایکسٹو کے لہجے میں نجانے کیا بات تھی کہ سب ممبران کے چہروں پر مُردنی چھا گئی۔

"مگر یہ غلط ہے کہ ہم دل سے اس تنظیم کے رکن بنے ہیں۔ ہم تو اس تنظیم کو جڑوں سے اکھیڑنے کے لیے اس میں شامل ہوئے تھے۔ اور ہمارا مقصد دراصل یہی تھا کہ ایک تو ہم آپ کو بے نقاب کریں اور دوسرا اس تنظیم کو جڑ سے اکھیڑ دیں گے" ___ کیپٹن شکیل نے کہا۔

"یہ صحیح کہہ رہے ہیں جناب ایکسٹو صاحب" ___ اچانک مارٹن بول پڑا اور سب چونک کر اس طرف دیکھنے لگے۔

"تم کون ہو" ___ ایکسٹو نے کڑک کر پوچھا۔

"ان کا چیف اور آپ کا خادم" ___ مارٹن نے بڑے عجیب لہجے میں جواب دیا اور دوسرے لمحے اس کا ہاتھ اٹھا اور پھر اس کے چہرے پر سے ایک باریک سی جھلی اترتی چلی گئی۔ اب وہاں مارٹن کی بجائے عمران کھڑا تھا۔

"عمران" ___ سب لوگ حیرت سے چیخ پڑے۔

ایکسٹو حیرت بھری نظروں سے عمران کو دیکھ رہا تھا۔

"عالی جاہ! ___ آپ کا خادم حاضر ہے ___ یہ دراصل ڈی۔ آئی۔ اے کے رکن نہیں بلکہ بندے کی ذاتی تنظیم کے رکن تھے" ___ عمران نے جھک کر مؤدبانہ لہجے میں جواب دیا۔

اور پہلی بار سیکرٹ سروس کے ممبران کے چہرے مسرت سے کھل اٹھے۔ وہ ایک بار پھر عمران کی ذہانت پر ایمان لانے پر مجبور ہو گئے تھے۔

"ہوں ___ تو یہ سارا فراڈ تمہارا چلایا ہوا ہے" ___ ایکسٹو کا لہجہ اس بار نرم تھا۔

"کیا کرتا جناب! ___ آپنے ان بیچاروں کو چیلنج ہی ایسا دے دیا تھا کہ پندرہ دن تو ایک طرف رہے۔ یہ ساری عمر بھی اس شرط میں کامیاب نہیں ہو سکتے تھے ___ آخر میرے ساتھی تھے۔ میں نے ہی انہیں بچانے کا بندوبست کرنا تھا" ___ عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"جناب آپ کا نقاب اس وقت ان کے ماتحتوں میں ہے اور یہ ننانوے فیصد کامیاب ہو چکے ہیں۔ ایک فیصد کی آپ انہیں معافی دے دیں۔ آخر آپ کی تنظیم کے رکن ہیں اور آپ کے اشاروں پر انہوں نے ہزاروں دفعہ اپنی جانیں بھی داؤ پر لگانے سے گریز نہیں کیا" ۔۔۔ عمران نے اپنے ساتھیوں کی بھرپور وکالت کرتے ہوئے کہا۔

"مگر میرا فیصلہ اٹل ہے اور یہ فائلیں میرے ایک اشارے پر ان کے ہاتھ سے نکل سکتی ہیں" ۔۔۔ ایکسٹو ابھی تک اپنے فیصلے کے تذبذب میں تھا۔

"یہ ٹھیک ہے جناب! ۔۔۔ نگران کے پاس صرف آپ کی ہی فائل نہیں۔ ایک اور اہم فائل بھی ہے اور آپ دیر سے پہنچے ہیں۔ اگر یہ بروقت اقدام نہ کرتے تو اب تک یہ دونوں فائلیں ٹرانسمیٹر پر کوڈ ورڈز کے ذریعے دشمن کے ہیڈ کوارٹر پہنچ چکی ہوتیں اور میرے خیال میں آپ کی فائل سے زیادہ دوسری فائل قیمتی ہے۔ اس بروقت اقدام پر آپ ایک فیصد کی معافی انہیں دے سکتے ہیں اور یہ ان کا حق ہے۔ اور دوسرا آپ چند لمحے پہلے اپنا چیلنج انہیں غدار کہہ کر واپس لے چکے ہیں" ۔۔۔ عمران نے دلائل کے انبار لگا دیئے۔

"عمران! ۔۔۔ تمہیں تو وکیل ہونا چاہیئے تھا" ۔۔۔ ایکسٹو اب بالکل نرم پڑ چکا تھا۔

"فائلیں مجھے دے دو" ۔۔۔ ایکسٹو نے ایک لمحے کی خاموشی کے بعد کیپٹن شکیل کو حکم دیا اور کیپٹن شکیل نے بڑے مودبانہ انداز میں آگے بڑھ کر فائلیں ایکسٹو کے ہاتھ میں دے دیں۔

"قربان جاؤں اس فرمانبرداری کے ۔۔۔ جناب آپ کو ایسے فرمانبردار رکن دوبارہ نہیں ملیں گے" ۔۔۔ عمران نے حسب عادت ہانک لگائی۔

"ٹھیک ہے ۔۔۔ میں اپنا چیلنج واپس لیتا ہوں اور مجھے خوشی ہے کہ مجھے تم جیسے ذہین اور چست ممبران ملے ہیں" ۔۔۔ ایکسٹو کے لہجے میں نرمی تھی۔

دوسرے لمحے ہال ۔۔۔ "ایکسٹو زندہ باد" ۔۔۔ کے نعروں سے گونج اٹھا۔ سب سے اونچی

آواز عمران کی تھی۔

ممبران کے چہرے مسرت سے پھٹے پڑ رہے تھے۔ وہ ایک بہت بڑے اور خطرناک ترین بحران سے باہر نکل آئے تھے۔

"لیکن میرا خیال ہے کہ آئندہ تم لوگ مجھے بے نقاب کرنے کی خواہش کو اپنے سینوں میں ہی دبا دو گے کیونکہ اس میں ہم سب کا اور ہمارے ملک کا مفاد ہے" ۔۔۔ ایکسٹو نے سنجیدہ لہجے میں کہا اور سب نے بڑے جوش سے اس بات کا وعدہ کیا کیونکہ اب وہ اس راز کے مفادات سے اچھی طرح واقف ہو گئے تھے۔

"تمہیں اس کے لیے عمران کا شکر گزار ہونا چاہیئے" ۔۔۔ ایکسٹو نے عمران کی طرف دیکھتے ہوئے تحسین بھرے لہجے میں کہا اور سب شکر گزارانہ نظروں سے عمران کی طرف دیکھنے لگے۔ اور عمران یوں شرما گیا جیسے ناکتخدا لڑکی اپنے ہونے والے شوہر کو دیکھ کر شرما جاتی ہے۔

شارپ وائل اور بلیک کلارک کو گرفتار کر لیا گیا اور ہیڈ کوارٹر سے فوجیوں نے ڈی۔ آئی۔ اے کے تمام سب سنٹرز، ممبران کے نام اور پتوں کی لسٹیں برآمد کر لیں اور اس طرح ڈی۔ آئی۔ اے کی طاقتور تنظیم کو اس ملک سے بالکل تباہ کر دیا گیا۔

ختم شد

Mazhar Kaleem M.A



مظہر کلیم ایم اے

یکے از مطبوعات

یوسف برادرز

پبلشرز و بک سیلرز

پاک گیٹ ○ ملتان